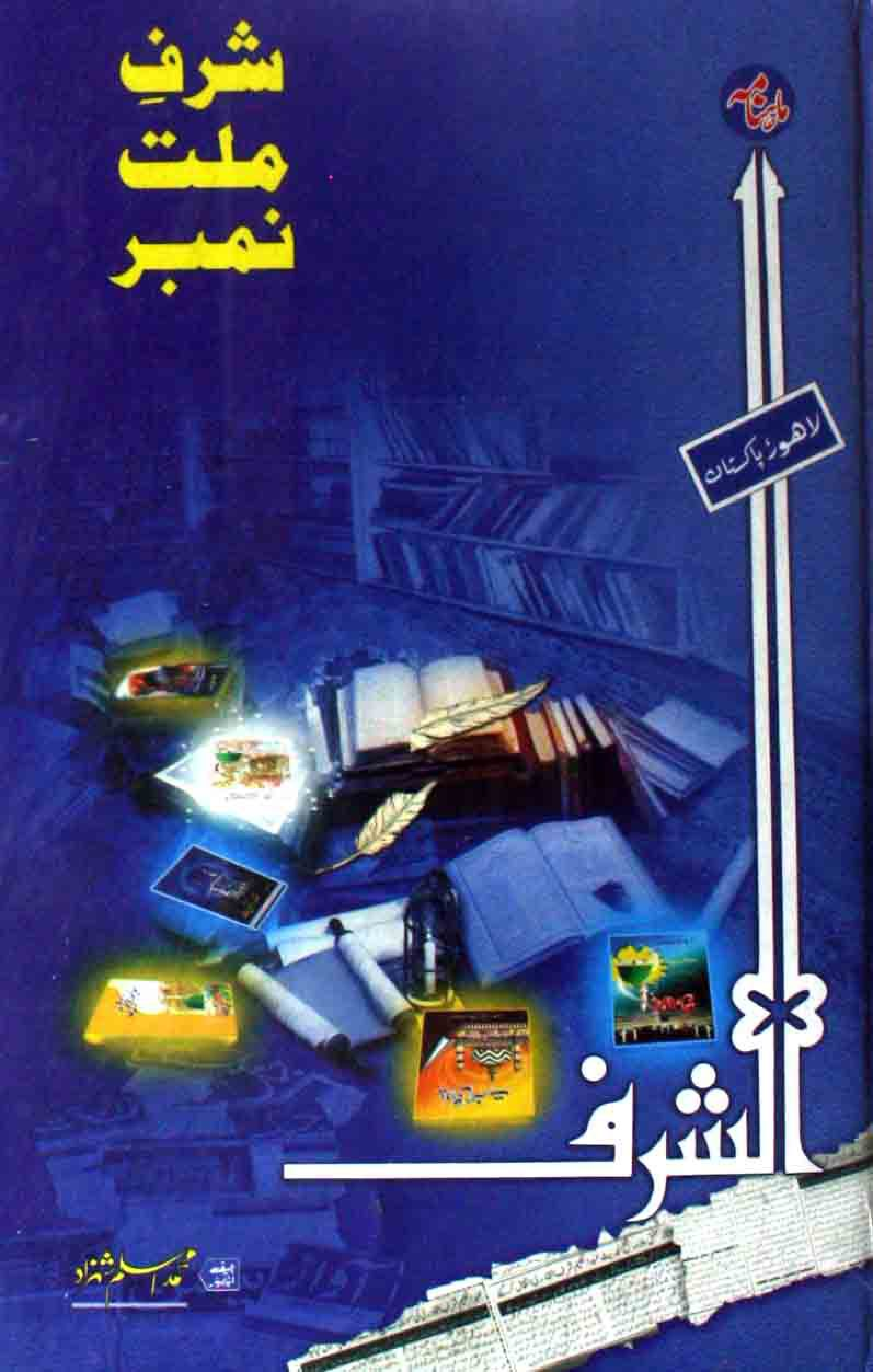


شرفِ
ملت
نمبر
ماہنامہ
لاہور، پاکستان
الشرف
محمد اسلم شہزاد

فیضانِ نظر حضرت علامہ محدث محمد عبدالحکیم شرف قادری



علامہ محمد اسلم شہزاد

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی





حافظ نثار احمد قادری

قاری غلام رسول قادری

غلام رسول ایڈووکیٹ

اشاعت

اکتوبر 2007

رمضان المبارک 1428

مفتی محمد خان قادری ۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ۔ علامہ خان محمد قادری

صاحبزادہ سلطان الطاف علی ۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حافظ اسعد اللہ ۔ جسٹس منیر احمد مغل ۔ خلیل الرحمٰن قادری

علامہ علی احمد سندیلوی ۔ علامہ عبدالغفار ۔ خادم حسین

محمد رحمٰن ۔ حافظ عبدالغفور گولڑوی ۔ صاحبزادہ محسن سلطان

حافظ عاصم القادری ۔ ڈاکٹر محمد اشفاق ۔ محمد ندیم حسن

یٰسین چوہدری ۔ محمد عمر چوہدری ۔ عبدالرؤف قریشی

محمد طارق فیضی ۔ محمد ندیم احمد ۔ محمد رمضان فیضی

علامہ عمر حیات قادری انگلینڈ ۔ محمد حمید چوہدری امریکہ ۔ منیر احمد عاصم القادری یورپ ۔ حاجی محمد افضل یونان

حافظ محمد عارف گولڑوی ابوظہبی ۔ محمد شاہد دبئی ۔ سید محمد صدیق شاہ ساؤتھ افریقہ ۔ مبارک حسین مصباحی انڈیا

قاری عامر خان ڈنمارک ۔ عدنان چوہدری فرانس ۔ محمد شہزاد پاکستان



کی ذات گرامی امت مسلمہ کیلئے بے مثال نعمت، انمول جوہر اور سرمایہ افتخار تھی۔

آپ کا **سانحہ ارتحال** فرد یا افراد کا نہیں بلکہ پوری ملت کا غم ہے۔



الشرف اور **انتظامیہ** کو عالم اسلام کی اس عظیم علمی، روحانی شخصیت

اور فکر رضا کے سچے پاسبان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے

خصوصی نمبر شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہے

صفہ فاؤنڈیشن کی تمام تر جدوجہد کا مقصد عقائد و اعمال کی اصلاح کیلئے

صحت مند لٹریچر کے ذریعے عصر حاضر کی ضرورت کو پورا کرنا ہے

WWW:suffahfoundation.com صفہ فاؤنڈیشن پاکستان

حسن ترتیب

حمد باری تعالیٰ

کہاں کے یہ زبان ولب مرا رنگ ثناء کیا ہے
یہ حسن صوت یہ طرز بیاں، فکر رسا کیا ہے

عنایت ہے تری، فیضان ہے جودوکرم تیرا
مرے دامن میں میرا اے مرے رب علا کیا ہے

زمین وآسماں، یہ بحروبر، مہرومہ وانجم
بس ان کو دیکھ لو اور جان لو شان خدا کیا ہے

خدا کے نام پر جس نے لٹادی زندگی اپنی
کھلا اس . بندۂ حق پر فنا کیا ہے بقا کیا ہے

تذلل، انکساری، عاجزی، گریہ، پشیمانی
عبادت گر نہیں تو پھر مناجات ودعا کیا ہے

یہ ابھرا مطلع باطن سے کس کے نام کا سورج
یہ کس کے فیض مخفی نے بھلایا ماسوا کیا ہے

یہ میرے حجرۂ قلب حزیں میں کون رہتا ہے
دل شہزاد سے جو اُٹھ رہی ہے یہ صدا کیا ہے

شہزاد مجددی

نعت شریف

خدا سے پوچھ شان وشوکت صل علیٰ کیا ہے
رسول پاک سے سن عظمت حمد خدا کیا ہے

دیا پیغام یہ بدر واحد نے یا ثنا اوں نے
کسی کو کیا خبر قدر محمد مصطفےٰ کیا ہے

جناب سرور دیں کے تبسم کا تسلسل ہیں
یہ کلیاں پھول غنچے رنگ وبو موج صبا کیا ہے

پناہ عاصیاں ہے ان کا دامان شفاعت بھی
بروز حشر یہ کھل جائے گا لطف وعطا کیا ہے

یہ ان کی رحمۃ للعالمینی ہی کے جلوے ہیں
جو پوچھو عاصیوں پر یہ کرم کا سلسلہ کیا ہے

درود خالق اکبر ہے مداحی محمد کی
درود پاک پڑھ بندے خدا کے سوچتا کیا ہے

میں ان کے ذکر سے شہزاد اپنا قد بڑھاتا ہوں
مری اوقات کیا، ورنہ مرا حرف ثناء کیا ہے

شہزاد مجددی

"بیاد روئے شرف"

دلا بیا حکایت کنم ز بوئے شرف

شرف دہیم بیاں را بگفت گوئے شرف

فروغ داد بلیغی علوم وحکمت را

بلند تر زفلک رفت آبروئے شرف

دلش ز نور ولائے رسول پر بودے

چرا بہشت نباشد بہ جستجوئے شرف

چہ بود خادم قرآن و دین و شرع متین

خمیدہ فرق شہاں ہست روبروئے شرف

شرف گرفت ز مولا باسم عبدحکیم

بفیض علم، شرف شد رواں بسوئے شرف

تہی نگشت گدائے زباب دانش او

نہ تشنہ رفت کسے ازکنار جوئے شرف

چنیں مربی و مشفق ولا کجا یابی

بیابیا کہ رواںہ شوم بکوئے شرف

چو گشت فائز سجادۂ شرف ممتاز

کہ در وجود سعید است موبہ موئے شرف

بفیض اسوۂ سلطان انبیاء شہزاد

عزیز اہل نظر گشت خلق و خوئے شرف

محمد شہزاد مجددی



حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے، اس لئے ہونا یہ چاہئے کہ خطاب سے پہلے صرف درود شریف پڑھنے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ بسم اللہ شریف پڑھیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اس کے بعد درود شریف پڑھیں، چاہے صیغۂ خطاب کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر

از افادات

شارح حدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

-----☆☆☆-----

حضور نبی کریم ﷺ اور ذکرِ الٰہی

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا یہ پہلو بھی خاص توجہ کا طالب ہے کہ آپ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی کسی لمحہ غافل نہ رہنے دیتے، سیرت وحدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام کیسی ہی گفتگو میں مصروف ہوتے، آپ انہیں کمال لطافت سے یاد الٰہی کی طرف متوجہ فرما دیتے نیز آپ کی گفتگو اس قدر موثر اور بلیغ ہوتی کہ صحابہ کرام کے دل دہل جاتے، آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی یاد میں محو ہو جاتے۔

از افادات

شارح حدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری



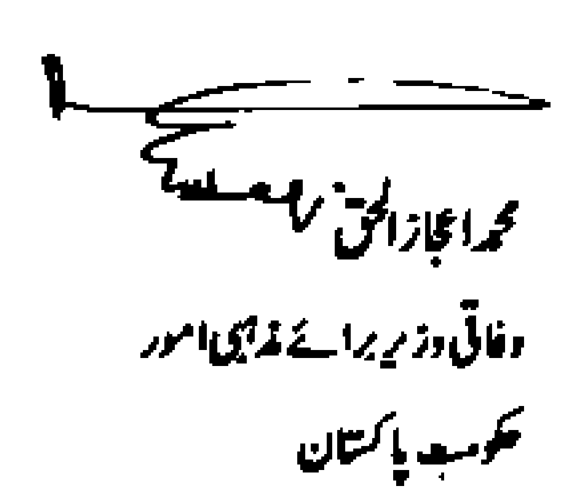
GOVERNMENT OF PAKISTAN
MINISTRY OF RELIGIOUS AFFAIRS
ZAKAT & USHR

MINISTER

Islamabad, 11-9-2007

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی وفات کی خبر معلوم ہوئی تو مجھے ذاتی طور پر گہرا صدمہ پہنچا، ہم ایک باعمل عالم دین، میانہ روی کی راہ پر گامزن محقق اور محبت کی خوشبو بکھیرنے والے قلمکار سے محروم ہو گئے، عصر حاضر میں پاکستان اور عالم اسلام کو ایسے اہل علم کی انتہائی ضرورت ہے جو علم وعمل کے ساتھ ساتھ دلوں کو جوڑنے کا فن جانتے ہوں، حکمت اور دانائی سے اصلاح احوال کا ہنر رکھتے ہوں، نفرتوں کی آگ بجھانے اور محبت کی خوشبو عام کرنے کے خوگر ہوں، حضرت علامہ شرف قادری اسی قافلے کے ایک فرد تھے، آپ نے علالت کے ایام میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ کر کے قرآن کریم سے اپنی سچی محبت کا برملا اظہار فرمایا ہے، اور آپ نے عمر عزیز درس حدیث میں صرف کر کے اپنی عمر مستعار کو کامیابی کی راہ پر گامزن کر دیا، مرحوم عربی فارسی اور اردو پر دسترس رکھنے والے وسیع النظر مصنف تھے آپ کی یہ تحریریں آپ کی وفات کے بعد بھی لوگوں کے لئے چراغ راہ بنی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین



محمد اعجاز الحق

وفاقی وزیر برائے مذہبی امور

حکومت پاکستان

Tel. Off:__________



CH. MUHAMMAD IJAZ SHAFI
MINISTER FOR BAIT-UL-MAAL
PUNJAB

DATED 18-9-2007

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی تاریخ میں جب بھی قومیں زوال کا شکار ہوئیں اللہ تعالیٰ نے انہیں پستیوں سے نکالنے اور دوبارہ عزت و عظمت سے نوازنے کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا، نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ روشنیاں بکھیرتا رہا اور بالآخر سرکار دو عالم ﷺ کی آمد کے ساتھ یہ سلسلہ اپنے عروج اور انتہا کو پہنچا، اور جب سے نبی کریم ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تب سے اب تک اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو مختلف ادوار اور مختلف خطوں میں حالات کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھنے والی شخصیات سے نوازا ایسی ہی ایک شخصیت عصر حاضر کے معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری ہیں جو تمام عمر قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ ﷺ کے شیریں نغمے سناتے ہوئے یکم ستمبر ۲۰۰۷ کو اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات سے سرفراز فرمائے۔

مجھے اپنے فاضل دوست علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب کے گھر میں حضرت صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، آپ نے جتنی گفتگو کی اس میں جھلکنے اخلاص کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے، آپ کی گفتگو میں تاثیر کی طرح آپ کی ذات میں ایسی مقناطیسیت تھی کہ میں آج تک آپ سے ملاقات کے نقوش کو فراموش نہیں کر سکا، یہ خصوصیت یقیناً ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، جن کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت میں بسر ہوتے ہیں، جن کا جینا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اور مرنا بھی اسی وحدہ لاشریک کے لئے ہو۔

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری ایک مصنف عظیم محدث، مسلمانوں کے مسائل سے آگاہ مصلح، اور وسیع نظر رکھنے والے محقق تھے ان کی تحریریں تادیر لوگوں کو محبت اعتدال اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا تک پہنچانے والی راہیں دکھاتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ حضرت شرف قادری صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

چودھری محمد اعجاز شفیع

صوبائی وزیر بیت المال، پنجاب

Ph. Off: 9212758
9212809
Res: 9211507
9210728

No. PS/MIN/TOURISM/
MINISTER FOR TOURISM
PUNJAB

Date: 12-9-2007



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اپنی زندگی میں ہزاروں افراد سے ملتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کی ملاقات کے خوشگوار اثرات دل و دماغ میں ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جاتے ہیں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری بھی ، ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں ، میں نے چند مرتبہ ان کی زیارت کی ہے اور ایمان کے نور سے جگمگاتا ، ان کا چہرہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

علامہ شرف قادری ایک بہترین معلم اور مربی تھے۔ آپ نے عمر عزیز کا ایک طویل عرصہ علم کا نور بانٹنے میں گزارا ، حدیث نبوی ﷺ آپ کا پسندیدہ مضمون تھا اور درس حدیث لینے والے طلبہ ، آپ کے طرز تدریس کو آج تک یاد کرتے ہیں۔

حضرت اپنی ذات تک محدود نہ تھے بلکہ آپ نے اپنی اعتدال پسند سوچ اور قرآن و حدیث کے نور سے مزین ، اپنی فکر اپنے شاگردوں اور اپنی تصنیفات میں منتقل کی۔ یوں آپ نے معاشرے کے لئے کارآمد افراد اور مثبت لٹریچر کی تیاری میں انتہائی مخلصانہ کردار ادا کیا ، آپ کی تحریروں میں ادبی چاشنی کو واضح محسوس کیا جا سکتا ہے ، مقالات سیرت طیبہ ، زندہ جاوید خوشبوئیں ، تذکرہ اکابر اہل سنت ، آپ کی انتہائی معیاری تصنیفات ہیں ، جنہیں ادبی شہ پاروں کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ علامہ شرف قادری صاحب نے دین اسلام کی تبلیغ کے لئے افغانستان ، ہندوستان ، مصر اور انگلینڈ کے دورے بھی کیے۔ آپ نے ہر جگہ صحیح اسلامی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچایا اور اسلام کا محبت بھرا پیغام انتہائی دلنشین طریقے سے لوگوں کے دلوں میں نقش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اسلم اقبال

میاں محمد اسلم اقبال
صوبائی وزیر سیاحت ، حکومت پنجاب



Punjab Bait-ul-Maal Council

41-Empress Road, Lahore. Ph: 042-[illegible] Fax: 042-[illegible]

Ref No. ______________ Date 15-9-2007

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ دور میں جسے دیکھیں بے چینی اور اضطراب کی شکایت کرتا ملے گا، دولت کے انبار اور آسائشوں کی بھرمار بھی دلوں کا سکون فراہم کرنے سے قاصر ہے، یہ دولت اگر کہیں ہو تو ان سراپا خیر لوگوں کے پاس دیکھی جا سکتی ہے جن کے دل حسد، بغض اور ریاکاری کے جذبوں سے پاک ہوتے ہیں اور فقط محبت خداوندی اور اخلاص دینی سے معمور ہوتے ہیں۔ دل و روح کے سکون سے مالا مال ایسے ہی اللہ والوں میں سے استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جو عمر بھر تعلیم و تربیت کے ذریعے نوجوان نسل کو علم و عمل کے نور سے آراستہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت کے چراغ روشن کرتے رہے۔ آپ کا دل حضور ﷺ کی محبت سے اس قدر سرشار تھا کہ رسالت مآب ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی آپ کی آنکھیں چھلک پڑتی تھیں۔ آپ سے مل کر جو سکون قلب ملا وہ بہت ہی کم لوگوں سے ملاقات کر کے نصیب ہوا۔ آپ کے انتقال سے اہل محبت نے تو یوں محسوس کیا کہ وہ یتیمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ حضرت علامہ شرف قادری صاحب ہمیشہ تعمیری کاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور صحیح سمت راہنمائی فرماتے رہے۔ اصلاح کی ذمہ داری سے کبھی غفلت کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھے گئے لیکن اصلاح کے لئے آپ نے ہمیشہ ہمدردانہ رویہ اپنایا۔ اس سلسلہ میں آپ کبھی شدت و سختی کے راستے پر گامزن نہیں ہوئے، بلکہ سدا اعتدال اور میانہ روی کی راہ کے راہی رہے۔ ضبط و تحمل آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ آپ نے ہر ملنے والے کو رواداری کا درس دیا، نیز اللہ تعالیٰ، اس کے پیارے حبیب ﷺ اور مخلوق خدا سے محبت کا راستہ دکھایا۔

ہمارے فاضل ممدوح کبھی کسی گوشے میں بیٹھ کر تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے یا کہیں ذکر و فکر کی محفل سجائے دکھائی دیتے، شہرت اور دکھاوے سے دور بھاگتے تھے لیکن اس گوشہ نشینی کا یہ مطلب نہیں کہ آپ حالات حاضرہ سے بے خبر رہتے تھے یا امت مسلمہ پر آنے والے مصائب سے بے تعلق رہتے تھے اور آپ نہ صرف حالات حاضرہ پر نظر رکھتے تھے بلکہ ہر مسئلہ و معاملہ زندگی میں اپنی منفرد رائے بھی رکھتے تھے اور اپنے محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے آپ سے جو کچھ بن پاتا وہ کر گزرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے اور آپ کی آرام گاہ پر اپنی خصوصی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین

چودھری ذوالفقار احمد

ممبر پنجاب بیت المال کونسل

سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر گئے، واپسی پر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، حضور! میں نے دیکھا کہ فلاں جگہ کے لوگ اپنے بڑے کو سجدہ کرتے ہیں، آپ سب سے زیادہ اس امر کا حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

- کیا تم ہماری قبر کے پاس سے گزرو گے تو اسے سجدہ کرو گے؟
- انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا: اب بھی نہ کرو۔
- جب حضور ﷺ کو آپ کی حیات طیبہ میں اور بعد از وصال سجدہ کرنا جائز نہیں تو کسی دوسرے کے لئے کب جائز ہوگا؟

☆..... بعض لوگ حضرت داتا صاحب کے مزار پر سجدہ کرتے ہیں۔

☆..... بعض رکوع کی حد تک جھک کر سلام کرتے ہیں۔

☆..... مسجد میں جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ مزار شریف کے ساتھ چمٹ کر کھڑے رہتے ہیں۔

یہ ناجائز ہے اور اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو ان کی حرکتوں سے منع کرے۔

از افادات

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

جاگو اور جگاؤ

ہمارے ہاں قانون کی پاسداری کا تصور بہت حد تک دھندلا گیا ہے، ٹریفک کے قواعد کا لحاظ نہ کرنا معمول بن چکا ہے، بڑے لوگ اور ان کے نوخیز بیٹے اشارہ کاٹنے کے عمل کو ہی اپنی برتری کا اظہار سمجھتے ہیں، پولیس والا کھڑا ہو تو اسے بھی خاطر میں نہیں لاتے، ہاں اگر اس کے پاس بھاری بھرکم موٹر سائیکل ہو تو اشارہ کاٹنے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ انہیں احساس ہوتا ہے کہ یہ تعاقب کر کے ہمیں گرفتار کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ العظیم کا ہمیں اتنا بھی خوف نہیں ہوتا، کیونکہ وہ مالک کریم ہمیں فوراً اپنی گرفت میں نہیں لیتا، بلکہ ڈھیل دیتا ہے اور توبہ و استغفار کی مہلت دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اٰخَذَ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ۝

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ظلم کے سبب گرفت فرماتا تو زمین کی پشت پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا۔

ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگانے اور ہوشیار کرنے کا کتنا اہتمام فرمایا ہے؟ لیکن ہم ہیں کہ بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے، کیا ہمیں ہوش میں آنے کے لئے صورِ اسرافیل کا انتظار ہے؟

از افادات

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ.

(مشکوٰۃ شریف، ص۳۰، بحوالہ ترمذی شریف)

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

علامہ اقبال اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں میرا نامۂ اعمال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نہ کھل جائے، چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے:

مکن رسوا حضورِ خواجہ مارا

حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

اے اللہ! مجھے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور رسوا نہ فرمانا، میرا حساب آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہی لے لینا۔

حالانکہ ہم اُس باخبر اور وسیع العلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں جن کی بارگاہ میں صبح و شام ہمارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، ہمیں تو ناجائز کام کرتے ہوئے سو مرتبہ یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ بھی دیکھ رہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے ہیں لہٰذا ہمیں ناجائز کام کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔

از افادات

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

اصلاحِ محافلِ نعت

ضرورت ہے کہ محافلِ میلاد میں حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ساتھ آپ کی سیرت طیبہ اور آپ کی تعلیمات بھی بیان کی جائیں، اور میلاد شریف کی روایات مستند اور معتبر کتابوں سے لی جائیں، مثلاً مواہب لدنیہ، سیرت حلبیہ، خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب، مدارج النبوۃ اور جواہر البحار وغیرہ اور اگر صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر معروف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے خاصا مواد جمع کیا جا سکتا ہے۔

اگر مواد یکجا مطلوب ہو جس سے بآسانی استفادہ کیا جا سکے تو اس کے لیے سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی، میلاد النبی از علامہ سید احمد سعید کاظمی، الذکر الحسین از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، دین مصطفیٰ از علامہ سید محمود احمد رضوی، المولد الروی از حضرت ملا علی قاری، حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف از شیخ محمد بن علوی مالکی حسنی، مولد العروس از علامہ ابن جوزی اور حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

از افادات

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

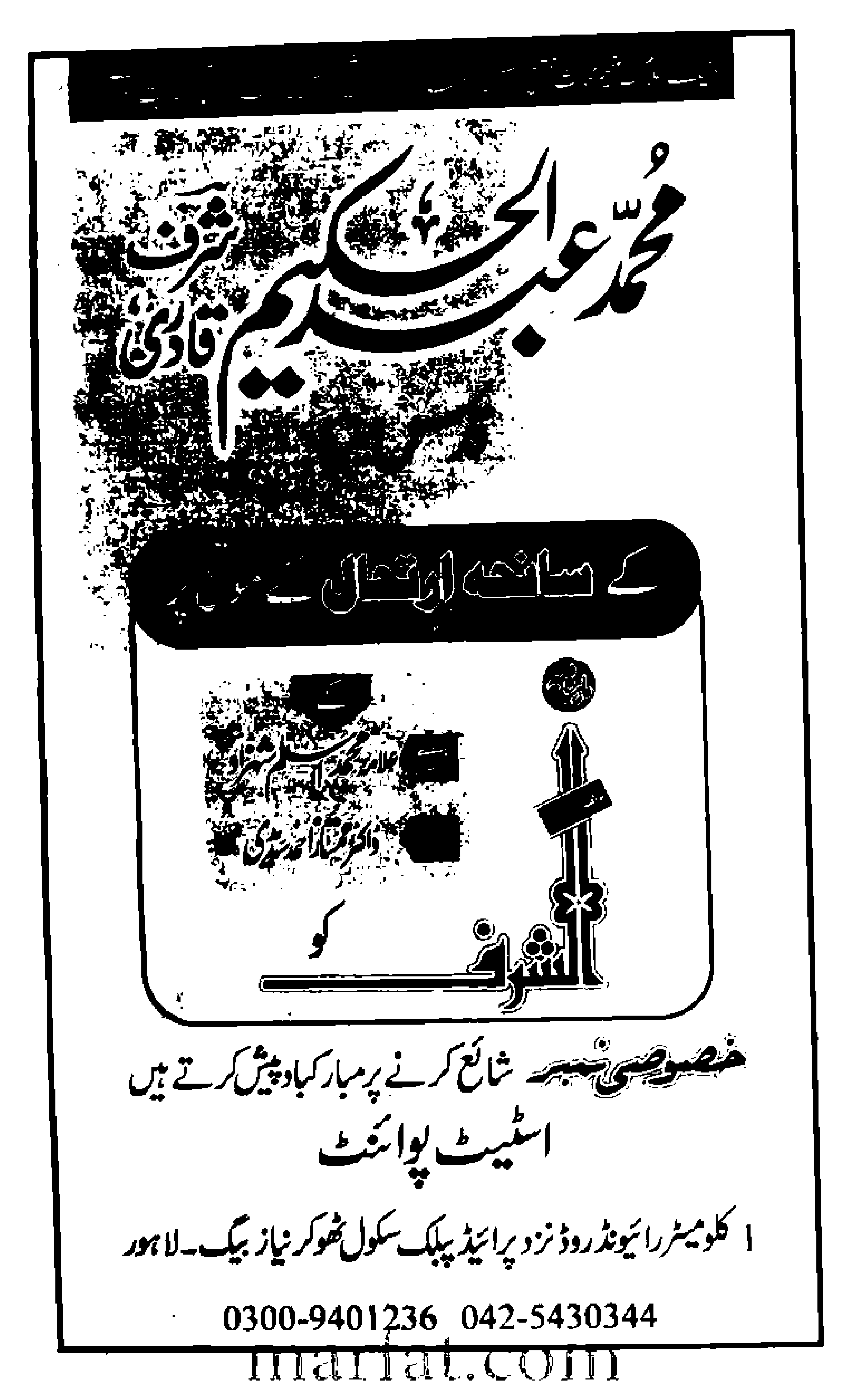
یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

میری نوجوان علماء سے گزارش ہے کہ وہ وقت کی قدر کریں اور جو کچھ لکھ سکتے ہیں اس کا آغاز آج ہی کر دیں، ورنہ وقت کے پہیے کی رفتار اتنی تیز ہے کہ وہ کسی کا انتظار نہیں کرتی، اس کے ساتھ ہی یہ گزارش بھی کروں گا کہ وہ حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق نئے نئے عنوانات پر خامہ فرسائی کریں اور جن موضوعات پر اس سے پہلے علماء لکھ چکے ہیں ان پر قلم نہ اُٹھائیں، بلکہ ان ہی تصانیف کو دوبارہ، سہ بارہ شائع کرتے رہیں۔

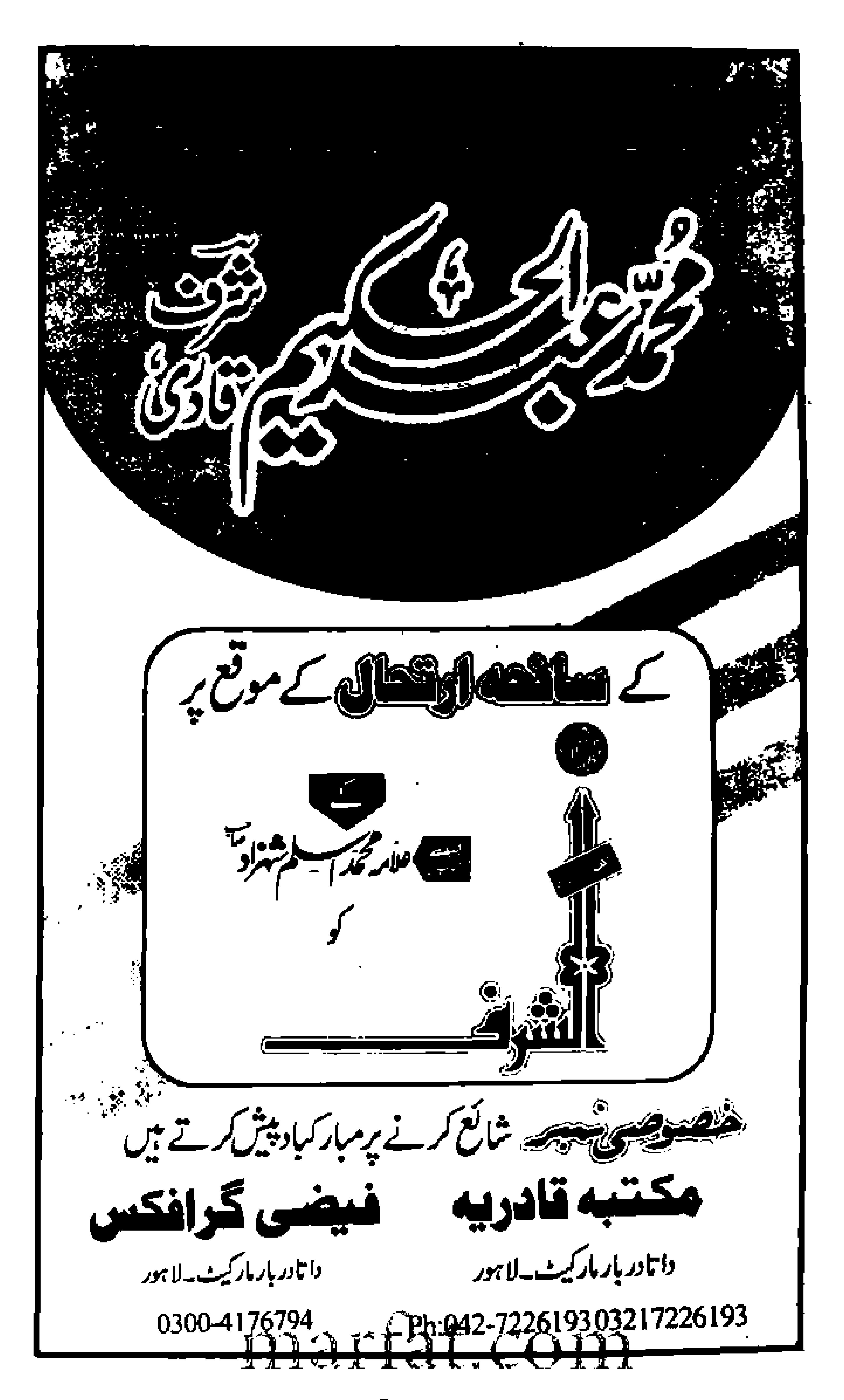
دوسری گزارش ملت کے نوجوانوں اور اربابِ ثروت سے ہے کہ وہ جگہ جگہ مکتبے اور لائبریریاں قائم کریں، کیونکہ یہ صرف معاشی طور پر نہیں بلکہ دینی اعتبار سے بھی بہترین کاروبار ہے، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہمارے جن علماء کی تصانیف شائع نہیں ہوسکیں ان کی اشاعت کا اہتمام ہو سکے گا، دوسرا یہ کہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور عصرِ حاضر کی ضروریات کے مطابق نیا لٹریچر بھی تیار کروایا جا سکے گا۔

ازافادات

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری



محمد عبدالحکیم شرف قادری
کے سانحہ ارتحال کے موقع پر
خصوصی نمبر شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
اسٹیٹ پوائنٹ
1 کلومیٹر رائیونڈ روڈ نزد پرائیڈ پبلک سکول ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور
0300-9401236 042-5430344


محمد عبدالحکیم شرف قادری
کے سانحہ ارتحال کے موقع پر
علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب
کو
خصوصی نمبر شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
مکتبہ قادریہ
فیضی گرافکس
داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور
داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور
0300-4176794
Ph:042-7226193 03217226193


محمد عبدالحکیم شرف قادری
قدس سرہ
کے سانحہ ارتحال کے موقع پر
علامہ محمد اسلم شہزاد
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
کو
خصوصی نمبر شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
اسلامک ہیلپ ۔ پاکستان
0300-4001802

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الشرف کا تیسرا شمارا آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل دو شمارے شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں شائع ہوئے۔

ماہنامہ ہذا کا نام ان کی حیات مبارکہ میں ان کے اسم گرامی سے منسوب معنون کیا گیا تھا۔ کسے کیا خبر تھی کہ اس کا تیسرا شمارا اس حال میں شائع ہوگا کہ وہ ہم میں نہیں ہوں گے اور یہ شمارا ''شرف ملت نمبر'' کے عنوان سے شائع ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت اٹل ہے۔ وہ ایک عرصہ تکلیف دہ مرض میں مبتلا رہ کر یکم ستمبر ۲۰۰۷ء پونے دو بجے دن اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

ان کا جنازہ سید ہجویر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پڑھایا گیا۔ حضرت کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت معروف عالم دین تنظیم المدارس (اہل سنت و جماعت) کے سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ زید مجدہ نے کروائی اور انہیں اپنی رہائش گاہ سے متصل ان کے اپنے ملکیتی پلاٹ میں ہزاروں اشک بار آنکھوں نے ان کا آخری دیدار کیا اور یوں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

ان کا سانحہ ارتحال اہل سنت و جماعت کیلئے ایک عظیم صدمہ ہے اور ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان کی شخصیت، گوناگوں اوصاف اور گراں قدر خدمات کے بارے میں راقم ناچیز اپنی کم مائیگی کے باعث کیا تحریر کرے۔ جبکہ پوری دنیا سے نامور علماء کرام، محققین، مدرسین، اصحاب علم و دانش اور ان کے دسترخوانِ علم کے خوشہ چین انہیں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں اور جریدۂ عالم پر اپنی گواہی ثبت کر رہے ہیں کہ وہ ہر اعتبار سے منفرد، ممتاز اور یگانہ روزگار تھے۔

راقم ناچیز کی تو یہ سعادت ہے کہ انہوں نے اپنی رہائش گاہ کیلئے میرے پڑوس کا انتخاب فرمایا اور یہ خدمت بھی میرے سپرد کردی کہ رہائش گاہ کی تعمیراتی نگرانی میں ہی کروں یہی خدمت ان کے قرب کے حصول کا بہانہ بن گئی اور رفتہ رفتہ وہ مجھے اپنے گھر کا ایک فرد ہی سمجھنے لگے۔ پھر یہ وقت بھی آیا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں مجھے شریک مشورہ کیے بغیر فیصلہ نہ فرماتے۔ میں یہ سطور تحدیث نعمت کے طور پر تحریر کر رہا ہوں اور ایک مقصد یہ بھی پیش نظر ہے کہ شفقتوں کے اس متموج سمندر کی عنایت کی یاد بھی تازہ ہو جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسی قربتیں عارضی اور لمحاتی ثابت ہوتی ہیں لیکن ان کی شخصیت کا یہ اعجاز تھا کہ میں جوں جوں ان کے قریب ہوتا گیا توں توں ان کے ساتھ میرا رشتہ اور تعلق باہمی مضبوط تر ہوتا چلا گیا، اور ان کے شب و روز معمولات، اخلاق، اطوار اور مومنانہ سیرت نہایت قریب سے دیکھتا رہا۔ یہی وجہ ہے ان کا سایہ اُٹھ جانے کے بعد دل ونگاہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

راقم ناچیز نے چند احباب سے مل کر ان کی سرپرستی میں ماہانہ درس قرآن کا سلسلہ جولائی ۲۰۰۶ء کو آپ کی رہائش گاہ کے بالمقابل ریلم سکول کے وسیع ہال میں شروع کیا تھا۔ درس دینے کا فریضہ خطیب العصر حضرت علامہ خان محمد قادری بحمد اللہ نبھا رہے ہیں۔ ماہنامہ ہذا کی اشاعت بھی ان کی سرپرستی میں ہی عمل میں لائی گئی۔ ہمیں امید تھی کہ ان کا لگایا ہوا پودا ان کی حیات مبارکہ میں ایک شجر سایہ دار بن جائے گا۔ لیکن شومیٔ قسمت کہ ایسا نہ ہو سکا اور وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ صدمے اور محرومی کی اس کیفیت میں ان کے نقوش سیرت ہی ہماری ہمت بڑھا رہے ہیں اور ہمارے لیے مشعلِ راہ بھی ثابت ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے عمل سے زمانے کو یہ درس دیا کہ کوئی مثبت اور دینی کام کرنے کیلئے وسائل کا انتظار کرنا وقت کا ضیاع ہے اور اس طرزِ عمل سے اکثر انسان کی منزل کھوئی ہو جاتی ہے ساحل مراد پر وہ ہی لوگ پہنچتے ہیں جو کسی کا انتظار کیے بغیر چل پڑتے ہیں۔

تلاشِ خضر بجز منزل مقصد نہ کر سودا
کوئی خود رنگی سے راہبر بہتر نہیں ہوتا

انہوں نے جب تحقیق واشاعت کے کام کو ناگیر سمجھا تو انہوں نے اس کارِ خیر کا آغاز اپنے طور پر کر دیا۔ نہ وسائل کا انتظار اور نہ ہی مردانِ مطلوب کی راہیں تکیں۔ جو خود سے بن سکا وہ سرانجام دیا۔ اشاعت کے اعصاب شکن مراحل بھی خود طے کرتے رہے اور ساری بھاگ دوڑ پیدل یا سائیکل پر سوار ہو کر کرتے، مطبوعہ کتب بھی اپنے سائیکل پر لاد کر مکتبہ تک لاتے، آج ہم تھوڑی سی رکاوٹ اور تنگی سامنے آنے پر بددل ہو جاتے ہیں اور ضروری سے ضروری کام سے بھی فرار کی راہیں تلاش کرنے لگتے ہیں

ہمیں ان کی سیرت سے یہ سبق حاصل کرنا ہوگا کہ ہم وسائل اور اسباب ہی کے اسیر نہ بن جائیں بلکہ اللہ رب العزت نے ہمیں جو صلاحیت اور استعداد بخشی ہے اس کو اس کے دین متین کی خدمت کیلئے بروئے کار لائیں اور ساتھ ساتھ وسائل واسباب کی طرف بھی متوجہ رہیں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ ان کا یہ طرزِ عمل ثمر بار ہوا اور دیکھتے دیکھتے ان کے کئی احباب اور رفقاء کاران کے دست وبازو بن گئے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل لوگ ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ان کی تمام تر جدوجہد کا بنیادی محرک رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ انہوں نے تمام تر ذاتی اغراض، نمود ونمائش اور جاہ طلبی سے منہ موڑ کر کمال صدق، اخلاص کے ساتھ مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت کی کسی بھی مرحلہ پر انہوں نے اپنی ذات کو اجاگر نہ کیا بلکہ مقصدیت اور مشن ہی ان کا نصب العین رہا۔ آج ہم اگر بہ طیب خاطر کسی کام کیلئے آمادہ ہو جائیں تو ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمیں اس سے کیا حاصل ہوگا۔ یا ادارہ، مشن پر ہماری شخصی گرفت کتنی مضبوط ہوگی۔ لیکن ہمارے ممدوح نے اپنے عمل سے اس باطل سوچ کا بطلان کیا اور راہِ حق کے مسافروں کیلئے ایک ایسا نمونہ چھوڑا جس پر عمل پیرا ہو کر آج بھی ہم اس راہِ پر خطر سے عافیت کے ساتھ گزر سکتے ہیں۔ ایسی

شخصیت جب اخلاص اور للّٰہیت کے اس مقام پر فائز ہو کر تگ و دو کرتی ہیں تو وہ خواص، عوام کا ذاتی اثاثہ بن جاتی ہیں ہر کسی کو ان سے بوئے رفاقت آتی ہے۔ یہی منظر ان کے وصال پر دیکھنے کو ملا۔ جب ہر کوئی ایک دوسرے سے ان کی تعزیت کر رہا تھا گویا ہر کوئی سمجھ رہا تھا کہ موصوف صرف اپنی نسبی اولاد کو ہی یتیم نہیں کر گئے بلکہ ان کے تمام محسنین، معتقدین اور متوسلین سب کے سب اپنے آپ کو یتیم ہی سمجھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے کلمات تعزیت کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔ یہ اپنائیت، محبتوں وعقیدتوں کا یہ انداز یقیناً اللہ رب العزت کی طرف سے اس خدمت کا بھی انعام تھا جو ستائش کی تمنا اور صلہ کی پرواہ کیے بغیر سرانجام دی تھی۔

ہمارے ممدوح کی اصاغر نوازی، دل جوئی اور حوصلہ افزائی بھی ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی ان کے کردار کے اس گوشہ کو اجاگر کرنے اور اپنانے کی بھی شدید ضرورت ہے آج ہم اکثر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں مشغول رہتے ہیں۔ کسی ادارہ میں دو قد آور شخصیات بھی مل کر کام نہیں کر پاتیں۔ ان میں شخصی الجھاؤ شروع ہو جا ہے یا ان کے حاشیہ بردار شروع کروا دیتے ہیں اور یوں اچھے بھلے تعمیری کام زوال اور انحطاط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضرت موصوف نے اپنے کردار سے اپنے معاصرین، اصاغر بلکہ ہر کس و ناکس کی خوب حوصلہ افزائی فرمائی کوئی ایک شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اس کی معمولی سی حوصلہ شکنی کی ہو وہ برگد کا ایسا درخت نہ تھے جس کے زیر سایہ کوئی بھی پودا پھل پھول نہ سکے بلکہ وہ ایسا سایہ دار شجر تھے جن کے سایہ میں اس راہ عزیمت کے تھکے مارے حضرات تھوڑی دیر ستا کر پھر سے تازہ دم ہو جاتے تھے اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے۔ عصر حاضر کے کئی نامور محققین انہی کے خوشہ چین اور تربیت یافتہ ہیں۔ ہم نے بھی اگر رجال دین کی تیاری کا کام کرنا ہے تو ہمیں بھی یہ رویہ اپنانا ہوگا۔

ان کی سیرت سے یہ روشنی بھی ملتی ہے کہ اسلام صرف قیل و قال خشک بحثوں اور فلسفیانہ

موشگافیوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو اپنے حال پر وارد کرنے والی شے ہے۔ وہ قیل وقال کے ساتھ صاحب حال بھی تھے۔ انہوں نے منصب رشد وہدایت بھی سنبھالا تو اسے مروج طریق کے بجائے اس طریقہ پر نبھایا جو نازک منصب کا متقضے تھا۔ ان کا مطمع نظر مریدین کی تربیت اور تزکیہ تھا نہ کہ ان سے نذرانے بٹورنا۔ ان کی مجلسی گفتگو لین دین معاملات الغرض زندگی کے ہر ہر گوشہ پر اسلام کا رنگ چڑھا ہوا تھا راقم نے ان کی سیرت کے چند ایسے پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے جن سے خدمت دین کے راہ پر چلنے والوں میں ایک ولولہ تازہ پیدا ہو ورنہ ان کے اوصاف گوناگوں میں جن ذکر زیر نظر شمارا میں دنیا بھر سے جید علماء کرام اور صاحب علم ودانش نے اپنے اپنے مشاہدات کے مطابق اپنے اپنے انداز میں کیا۔

یہاں قارئینِ کرام کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کروانا ضروری ہے کہ انہوں نے یوں تو اس قدر متنوع خدمات سرانجام دی ہیں کہ شاید کوئی دوسرا سو سال عمر پائے تو بھی کیفیت وکمیت کے اعتبار سے اس قدر بھاری بھرکم کام کر سکے لیکن پھر بھی دو ایسے تشنہ تکمیل کام ہیں جن کو سرانجام دینے کا عزم وہ اپنے سینہ میں ہی لے کر اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔

اولاً انہوں نے اس کمی کو شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ ہمارے مدارس سے بوجوہ کہنہ مشق مدرسین تیار نہیں ہو رہے اور یہ صورت حال دینی مدارس کی بقا کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے کیونکہ دینی مدارس کی رونقیں کہنہ مشق اساتذہ اور مدرسین کے دم قدم سے ہی ہیں۔ لہٰذا وہ ایک ایسے ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کرتے تھے جن کا ہدف یہ ہو کہ وہ درس نظامی کے فارغ التحصیل فضلاء کو بطور مدرسین تیار کریں اور انہیں مختلف علوم وفنون میں تخصص کے درجے کی تعلیم دی جائے۔

انہوں نے دوسری کمی یہ محسوس کی کہ اہل سنت وجماعت تحقیق واشاعت کے میدان میں پیچھے ہیں اگرچہ بعض تحقیقی اور اشاعتی ادارے اپنے اپنے دائرہ کار میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو متنوع موضوعات پر منظم انداز میں

وسیع و عریض پیمانے پر تحقیقی و اشاعتی کام کرے اور جدید ذرائع ابلاغ کو اشاعت کیلئے لایا جائے۔

''اس ادارہ کا تفصیلی خاکہ بھی جلد شائع کر دیا جائے گا''۔

حضرت موصوف کے ساتھ وابستگی اور محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم سب سر جوڑ کر بیٹھیں اور عہد کریں کہ ہم اپنی صلاحیتیں، توانائیاں اور وسائل بروئے کار لا کر ان کے مشن کی تکمیل کریں گے۔

جن تلامذہ، عقیدت مندوں اور مریدین کو ان کی زندگی میں کسی بھی درجہ میں ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا وہ یقیناً خوش بخت ہیں۔ لیکن جو بوجوہ ان کی زندگی میں یہ موقع حاصل نہ کر سکے اب بعد از وصال وہ ان کے مشن کی تکمیل میں حصہ لے کر اس محرومی کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

قارئین!

ہم نے اس خصوصی اشاعت کو چند حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں وہ مضامین شامل ہیں جو حضرت موصوف کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے بارے میں دوسرے حصے میں انٹرویو' وجد آتا ہے تیری باتوں پر'' کے عنوان پر پھر خطوط اور تاثرات۔

حضرات! اس شمارے میں کوئی حسن و خوبی نظر آئے تو شیخ الحدیث بقیۃ السلف حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کی برکت ہی سمجھیں۔ اگر اس میں کوئی کمی کوتاہی محسوس فرمائیں تو اس کا تمام تر بوجھ راقم اور میرے رفقائے کار کے کاندھوں پر ہے۔

دعا ہے اللہ رب العزت حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کی جملہ خدمات کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قبول و منظور فرمائے۔ اور ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ دین کا فریضہ بحسن و خوبی سرانجام دے سکیں۔ آمین!

والسلام

محمد اسلم شہزاد (مدیرِ اعلیٰ)

اظہار تشکر

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد! میرے لئے یہ لمحہ کتنی مسرت وشادمانی کا ہے کہ میرے عزیز از جان بیٹے ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ دنیائے اسلام کی عظیم ترین یونیورسٹی مینارہ علم ونور جامعہ ازہر شریف (اللہ تعالیٰ اسلام کے اس قلعے کو تا قیامت شاد وآباد رکھے اور علم وایمان کا نور پورے عالم میں بکھیرتا ہوا رکھے) سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں، یہ خوش نصیبی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے، ورنہ علم کے لاکھوں شائقین جامعہ ازہر سے مستفیض ہونے کا شوق دل میں لئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ فاضل ممتاز احمد سدیدی نے علمی اشتیاق کی تقریباً آخری حدوں کو چھوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال لگن سے نوازا ہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے والدین، بہن بھائیوں، اعزہ واحباب، شہر اور وطن یہاں تک کہ اکلوتی بچی سے جدائی برداشت کی اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

اس موقع پر رب کائنات کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، اگر ہر بُن مُو زبان بن جائے اور شب وروز کا ایک ایک لمحہ رب عظیم وجلیل جل شانہ کی بارگاہ میں ہدیۂ سپاس پیش کرے تو اس کریم کا شکر یہ ادا نہیں ہو سکتا، حقیقت یہ ہے کہ عزیز القدر ممتاز احمد سدیدی کو جامعہ ازہر شریف بھجوانا میرے بس سے باہر تھا یہ تو رب کائنات کی بندہ نوازی اور حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ عنایت تھی کہ انہیں جامعہ ازہر میں داخلہ مل گیا اور وہاں پہنچنے کے وسائل مہیا ہو گئے اور انہوں نے پہلے "الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً" کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھا اور بدرجہ ممتاز کامیاب ہوئے

اوراب ''العلامہ فضل الحق الخیر آبادی حیاتہ وشعرہ العربی'' کے عنوان پر دکتوراہ کا مقالہ کامیابی سے لکھ کر مکمل کیا ہے۔ فالحمد للہ حمداً کثیرا۔

جامعہ ازہر شریف کے ارباب بست وکشاد کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر لازم ہے جس کی عنایت سے راقم کے نور نظر کو علم وفضل کے اس سدا بہار گلشن سے مستفید ہونے کا موقع ملا ہے۔

بالخصوص ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس علی مدظلہ کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں کہ انہوں نے ایم فل اور پھر دکتوراہ کے مقالے کے سلسلے میں مشفق باپ کی شفقت ومحبت سے نوازا ہے، ڈاکٹر محمد سعدی فرہود رحمہ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے ان کا بھی شکر گزار ہوں کہ ابتداءمیں ان کی راہنمائی میں کام شروع کیا گیا پھر ان کی رحلت کے بعد ڈاکٹر محمد عرفہ المغربی اور ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس مدظلہ العالی نے کمال شفقت سے راہنمائی فرمائی ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، اس کے علاوہ جن احباب نے تعاون کیا مشوروں سے نوازا ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ راقم نے عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد دو شخصیات پر خاص طور پر کام کیا:

۱۔ امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی

۲۔ بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہما اللہ تعالیٰ

قرۃ العیون اور راحت جاں ممتاز احمد سدیدی نے ان دونوں حضرات پر جامعہ ازہر شریف میں مقالہ لکھ کر انہیں بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کی کامیاب کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اس کی جزا عطا فرمائے۔ یاد رہے کہ پاک ہند کے جانب دار مورخین نے دانستہ ان حضرات کو نظر انداز کیا اور اگر کہیں ذکر کیا بھی سہی تو سوچے سمجھے پروگرام کے تحت ان کی شخصیت کو مجروح کرنے سے گریز نہیں کیا، لیکن حق کو زیادہ دیر تک چھپایا نہیں جاسکتا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بین الاقوامی پلیٹ فارم پر اس طرح متعارف کرایا کہ ان کا شہرہ دور دور تک پہنچا۔

فالحمد للہ رب العالمین اولاً وآخراً

سوانحی خاکہ

محمد عبدالستار طاہر مسعودی

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۱	ولادت باسعادت بمقام مرزاپور ضلع ہوشیار پور	۲۴ شعبان ۱۳۶۳ھ ۱۳ اگست ۱۹۴۴
۲	قیام پاکستان پر تین سال کی عمر میں والدین کے ہمراہ لاہور ہجرت کی۔	۱۹۴۷ء
۳	شفیق ترین ہستی ماں جی "جنت بی بی" کا وصال۔	۱۹۴۸ء
۴	ایم۔ سی پرائمری سکول انجن شیڈ، لاہور سے پرائمری تعلیم کا آغاز۔	۱۹۵۱ء
۵	چھوٹی ہمشیرہ کا وصال	۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ/ ۷ر مارچ ۱۹۵۲ء بروز جمعہ
۶	تکمیل پرائمری تعلیم	
۷	جامعہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری سے منطق کا ابتدائی رسالہ "صغریٰ" پڑھا	۱۹۵۵ء
۸	دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ لیا۔ وہاں صوفی حامد علی سے "نحو میر" کا درس لیا۔	شوال ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء ۲۹ر جمادی الاول ۱۳۷۶ھ/
۹	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا، یہاں شارح بخاری مولانا علامہ غلام رسول رضوی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مولانا شمس الزماں قادری وغیرہم سے علمی استفادہ کیا	۲ر جنوری ۱۹۵۷ء شوال ۱۳۷۶ھ/ مئی ۱۹۵۷ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۱۰	والدہ صاحبہ رابعہ بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ کی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ سے بیعت۔	۱۸ جمادی الآخر ۱۳۷۸ھ/۳۰ دسمبر ۱۹۵۸ء
۱۱	جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال میں داخلہ لیا اور استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھرپور استفادہ کیا۔	ربیع الآخر ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء
۱۲	دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ اور تین ماہ مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی سے استفادہ	۱۹۶۳ء
۱۳	شادی خانہ آبادی ۱۳ رشوال ۱۳۸۳ھ۔	۱۰ رمارچ ۱۹۶۳ء بروز اتوار
۱۴	سند فضیلت (تحصیل علوم سے فراغت)۔	۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء
۱۵	جامعہ نعیمیہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز۔	شوال ۱۳۸۵ھ/مارچ ۱۹۶۵ء
۱۶	جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں آغاز تدریس۔	شوال ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۷ء
۱۷	ولادت صاحبزادہ ممتاز احمد سدیدی۔	۲۴ شعبان ۱۳۸۶ھ/۸ دسمبر ۱۹۶۶ء
۱۸	دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف ½1 ماہ (نصف شعبان اور پورا رمضان المبارک) تدریس کی۔	دسمبر ۱۹۶۶ء تا جنوری ۱۹۶۷ء
۱۹	مکتبہ رضویہ انجمن شید، لاہور کا قیام	۱۹۷۰ء
۲۰	دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے چار سال خدمات	۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۲ء

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
۱۹۶۸ء	جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مکتبہ قادریہ کا قیام	۲۱
۱۹۶۸ء	"احسن الکلام فی مسئلۃ القیام" کی ہری پور سے اشاعت	۲۲
۱۹۶۹ء	"غایۃ الاحتیاط فی "جواز حیلۃ الاسقاط" کی ہری پور سے اشاعت	۲۳
۱۹۶۹ء	ہری پور ہزارہ میں جمعیت علمائے سرحد، پاکستان کا قیام	۲۴
۱۹۷۰ء	امام احمد رضا کے فارسی رسائل "الحجۃ الفائحۃ" اور "اتیان الارواح" اردو ترجمہ کے ساتھ ہری پور ہزارہ سے شائع کئے۔	۲۵
۱۹۷۰ء	"یاد اعلیٰ حضرت" کی ہری پور ہزارہ سے اشاعت	۲۶
۱۹۷۰ء	امام احمد رضا کا رسالہ "شرح الحقوق" ہری پور سے شائع کیا۔	۲۷
۱۶۔ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ/ ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء بروز بدھ	حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت	۲۸
۱۹۷۱ء	ہری پور ہزارہ میں "یوم رضا" کا آغاز کیا	۲۹
۱۳۹۱ھ/ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء	مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے دو سال کام کیا	۳۰

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
۳۱	''سوانح سراج الفقہاء'' کی مرکزی مجلس رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۷۲ء
۳۲	سب سے پہلا مقالہ ''علامہ فضل حق خیر آبادی'' ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی میں شائع ہوا	فروری ۱۹۷۲ء
۳۳	چکوال میں ''جماعت اہل سنت'' کا قیام	۱۹۷۲ء
۳۴	چکوال میں ''یوم رضا'' کا آغاز	۲۷ر صفر ۱۳۹۲ھ/۱۲را پریل ۱۹۷۲ء
۳۵	امام احمد رضا کے رسائل ''رادالقحط والوباء، اعز الاکتناہ'' اور ''غایۃ التحقیق'' کی اشاعت	۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۳۶	تقریب یوم رضا وفضل حق خیر آبادی' چکوال	۱۵ر صفر ۱۳۹۳ھ/۲۱ر مارچ ۱۹۷۳ء
۳۷	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دوبارہ تدریس کا آغاز	شوال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
	مکتبۂ قادریہ، لاہور کا قیام	دسمبر ۱۹۷۳ء
۳۸	جامع مسجد عمر روڈ، اسلام پورہ لاہور سے	
۳۹	آغازِ خطابت	۱۹۷۴ء
۴۰	صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
۴۱	شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور	۱۱ر شوال ۱۳۹۴ھ/۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۴ء
۴۲	''تذکرہ اکابر اہل سنت'' کی لاہور سے اشاعت	۲۶ر رمضان ۱۳۹۶ھ/ستمبر ۱۹۷۶ء
۴۳	خسر صاحب قاضی علی بخش علیہ الرحمہ کا انتقال	۱۲ر ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

ماہ وسال	احوال	نمبر شمار
۱۷ر جمادی الآخرۃ ۱۳۹۷ھ/ ۴ر جون ۱۹۷۷ء بروز اتوار	ولادت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری	۴۴
۱۱ر شعبان ۱۴۰۰ھ ۲۶ر جون ۱۹۸۰ء جمعرات	سنی رائٹرز گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کے لیے چناؤ ہوا	۴۵
۹ر ذوالحج ۱۳۹۸ھ/ ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۸ء	تیسرے بیٹے حافظ نثار احمد کی ولادت	۴۶
۱۳ر فروری ۱۹۷۹ء	"الحدیقۃ الندیہ" پر عربی مقدمہ لکھنے پر علامہ ارشد القادری کا خراج تحسین...... مکتوب محررہ بنام علامہ تابش قصوری	۴۷
۱۹۷۹ء	علامہ فضل حق خیرآبادی کی معروف کتاب "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" کے ترجمہ کی بندیال سے اشاعت، جسے بعد میں شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے شائع کیا گیا۔	۴۸
۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء	علامہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کتاب "الشرف المؤبد" کا اردو میں ترجمہ "برکات آل رسول" کیا اور شائع بھی کیا۔	۴۹
۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء	پہلی بار حج وزیارات مقدسہ کی سعادت ملی۔	۵۰
۵ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء	خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں سے مولانا ریحان رضا خاں سے اجازت وخلافت ملی۔	۵۱

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۵۲	''البریلویۃ'' کے جواب میں لکھی گئی تحقیقی کتاب ''اندھیرے سے اجالے تک'' کی مجلسِ رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۸۵ء
۵۳	اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارکہ ''انوار الانتباہ'' اور شرف صاحب کے مقالہ ''ندائے یا رسول اللہ'' کی مجلسِ رضا، لاہور سے یکجا اشاعت	۱۹۸۵ء
۵۴	غیر مقلدین کی انگریز نوازی کے بارے میں تحقیقی کتاب ''شیشے کے گھر'' کی مجلسِ رضا، لاہور سے اشاعت	
۵۵	سقوطِ مرکزی مجلس رضا، لاہور	۱۹۸۶ء
۵۶	رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی	دسمبر ۱۹۸۶ء
۵۷	وصالِ پُرملال والدۂ ماجدہ رابعہ بی بی	۱۹۸۷ء
۵۸	سانحۂ ارتحال والد ماجد مولوی اللہ دتہ علیہ الرحمہ	۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ/۷ جولائی ۱۹۸۷ء
۵۹	''ادلۃ اھل السنۃ والجماعۃ'' کے اردو ترجمہ ''اسلامی عقائد'' کی لاہور سے اشاعت	۲۵ شعبان ۱۴۰۹ھ/۳ اپریل ۱۹۸۹ء ۱۹۹۰ء
۶۰	''اشعۃ اللمعات'' جلد چہارم کے اردو ترجمہ کی	
۶۱	لاہور سے اشاعت	۱۹۹۰ء
۶۲	خوش دامن بیگم بی بی صاحبہ کا انتقال	۱۷ ذوالحج ۱۴۱۰ھ/۱۱ جولائی ۱۹۹۰ء
۶۳	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے لاہور کی کانفرنس میں امام احمد رضا گولڈ میڈل پیش کیا۔	۱۹۹۱ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۶۴	جلال آباد، افغانستان کا چار روزہ دورہ	۲۴ تا ۲۸ / اپریل ۱۹۹۲ء
	عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سرہند شریف میں شرکت (چھ روزہ دورہ)	۲۵ تا ۳۰ اگست ۱۹۹۲ء
۶۵	سیرت پاک کے حوالے سے محررہ مقالات کے مجموعہ "مقالات سیرت طیبہ" کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۳ء
۶۶	شیخ محمد صالح فرفور دمشق کی کتاب "من نفحات الخلود" کا اردو ترجمہ "زندہ جاوید خوشبوئیں" کے نام سے کیا اور مکتبہ قادریہ سے شائع بھی کیا۔	۱۹۹۳ء
۶۷	دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا۔ اس سال حج اکبری کی سعادت نصیب ہوئی۔	۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء
۶۸	مقالہ "مدینۃ العلم" عربی اور "شہر یار علم" اردو کی رضا اکیڈمی لاہور سے یکجا اشاعت	۱۹۹۶ء
۶۹	تحقیق عربی کتاب "من عقائد اهل السنة" کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
۷۰	"نور نور چہرے" کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
۷۱	مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کے صدر منتخب ہوئے۔	۱۹۹۷ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۷۲	منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری نے میٹرک (آرٹس) کے امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی	۱۹۹۷ء
۷۳	''اشعۃ اللمعات'' کے اردو ترجمہ کی جلد پنجم	
۷۴	اور ششم کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
۷۵	سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ نثار احمد قادری نے اشاعتی ادارہ الممتاز پبلی کیشنز، لاہور قائم کیا۔	۱۹۹۷ء
۷۶	امام ابوحنیفہ انٹرنیشنل کانفرنس اسلام آباد میں عربی مقالہ ''فی ظلال الفتاویٰ الرضویہ'' پڑھا۔	۵ تا ۸/اکتوبر ۱۹۹۸ء
	قرآن حکیم کے اُردو ترجمہ کا آغاز۔	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
۷۷	ہندوستان کا دوسرا سفر، ممبئی، دہلی، بریلی شریف،	
۷۸	مبارکپور، اجمیر شریف۔	اکتوبر ۱۹۹۸ء
۷۹	بڑے بیٹے مولانا ممتاز احمد سدیدی نے جامعہ ازہر شریف قاہرہ میں ایم فل کا مقالہ لکھا اور مناقشہ (وائیوا) میں کامیابی حاصل کی۔	۲۵/جولائی ۱۹۹۹ء
۸۰	منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کو ایف۔اے میں سرگودھا بورڈ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا	۳۰/اگست ۱۹۹۹ء

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
۸۱	علامہ شرف قادری صاحب کی پہلی سوانح حیات "محسن اہل سنت" مرتبہ محمد عبدالستار طاہر کی لاہور سے اشاعت۔	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء
۸۲	سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی) کے ہمراہ قاہرہ کا سترہ روزہ دورہ، وہاں شیخ الازہر اور دیگر علماء سے ملاقات۔	۶ر ستمبر ۱۹۹۹ء
۸۳	مولانا مشتاق احمد قادری کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف کی طرف سے ضیاء الامت ایوارڈ دیا گیا۔	ستمبر ۱۹۹۹ء
۸۴	مختلف ارباب علم کے محررہ حیات شرف کے خاکوں پر مبنی مجموعہ "تذکار شرف" کی اشاعت۔	
۸۵	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی غیر مطبوعہ فارسی کتاب "تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف" کے اردو ترجمہ "تعارف فقہ وتصوف" کی الممتاز پبلی کیشنز، لاہور سے اشاعت۔	۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء
۸۶	جماعت اہل سنت پاکستان میں بحیثیت ناظم شعبۂ تعلیم وتربیت تقرر۔	۱۹۹۹ء
۸۷	علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب "من رشحات الخلود" کا اردو ترجمہ "سدا بہار خوشبوئیں" کیا	۱۹۹۹ء ۱۹۹۹ء

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
۸۸	دلائل الخیرات شریف کی شرح "مطالع المسرات" از علامہ مہدی فاسی کے اردو ترجمہ کی اشاعت۔	۲۰۰۰ء
۸۹	مختلف مقالات کے مجموعہ "عظمتوں کے پاسبان" کی لاہور سے اشاعت۔	۲۰۰۰ء
۹۰	مقبول ترین عربی کتاب "من عقائد اہل السنۃ" کے اردو ترجمہ "عقائد و نظریات" کی لاہور سے اشاعت۔	۲۰۰۰ء
۹۱	بڑے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کی جامعہ الازہر مصر سے ایم فل کرنے کے بعد وطن واپسی۔	۱۳ر مارچ ۲۰۰۰ء بروز پیر
۹۲	مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کی شادی خانہ آبادی۔	۱۲ر مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک
۹۳	مولانا مشتاق احمد قادری نے فاضل عربی کیا۔	۲۰۰۱ء
۹۴	علامہ شرف قادری نے امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈفورڈ میں شرکت کی اور اس میں مقالہ پڑھا، اس کے بعد پونے چار ماہ پیر سید معروف حسین قادری مدظلہ کے پاس بریڈفورڈ میں قیام کیا	۲۶ر اگست ۲۰۰۱ء

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
۹۵	علامہ شرف قادری کی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ سے تدریسی خدمات سے فراغت۔	
۹۶	مولانا مشتاق احمد قادری نے سرگودھا بورڈ سے بی۔اے کیا۔	۱۴ر دسمبر ۲۰۰۲ء
۹۷	ہندوستان کا تیسرا سفر، مارہرہ شریف، دہلی، بریلی، بنارس، مبارکپور، کچھوچھہ شریف۔	۲۰۰۲ء
۹۸	"فیوض الباری" کے نام سے سولہویں پارے سے بخاری شریف کی شرح کا آغاز کیا۔	اکتوبر ۲۰۰۰ء
۹۹	مولانا مشتاق احمد قادری کی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے فراغت۔	
۱۰۰	مولانا مشتاق احمد قادری کا بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد شعبہ مقارنۃ الادیان میں داخلہ (فیکلٹی آف اصول الدین)	۵ر فروری ۲۰۰۳ء اپریل ۲۰۰۳ء
۱۰۱	شیخ عیسیٰ مانع (دبئی) کے رسالے کا ترجمہ "دیدار مصطفےٰ کی بہاریں قیامت تک جاری رہیں گی" ماہنامہ رموز، صفہ اکیڈمی اور رضا اکیڈمی سے شائع ہوا۔	فروری مارچ ۲۰۰۳ء
۱۰۲	"سدا بہار خوشبوئیں" کی اشاعت۔	مارچ ۲۰۰۳ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۱۰۳	دلائل الخیرات علامہ شرف قادری کے ترجمہ اور بہترین کتابت کے ساتھ مکتبہ قادریہ سے شائع ہوئی۔	مئی ۲۰۰۳ء
۱۰۴	جامعہ ازہر کے ترجمان ہفت روزہ ''صوت الازہر'' میں علامہ تاج محمد خان ازہری کا مقالہ بعنوان ''الشیخ محمد عبدالحکیم شرف القادری داعیا الی اللہ علی بصیرۃ'' شائع ہوا۔	۲۴رجنوری ۲۰۰۴ء
۱۰۵	علامہ شرف صاحب کا دوسری بار دورۂ مصر ــــ متعدد محدثین سے سند اجازت کا حصول اور ایک سو کے قریب مختلف ممالک کے فضلاء کو سند حدیث دی۔	۱۵رفروری ۲۰۰۴ء
۱۰۶	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کا قاہرہ میں پی۔ایچ۔ڈی کے لیے مناقشہ (وائیوا)	۱۶رفروری ۲۰۰۴ء
۱۰۷	جامعہ الازہر، قاہرہ کے دورہ سے علامہ شرف صاحب کی واپسی۔	۲۸رفروری ۲۰۰۴ء
۱۰۸	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کی پی۔ایچ۔ڈی کے بعد مصر سے واپسی۔	۲۷رجولائی ۲۰۰۴ء
۱۰۹	ترجمہ قصیدہ بردہ شریف کی اشاعت۔	۲۰۰۴ء
۱۱۰	''ولولہ انگیز خوشبوئیں'' کی اشاعت۔	۲۰۰۴ء
۱۱۱	دارالعلوم جامعہ اسلامیہ، لاہور سے فراغت۔	ستمبر ۲۰۰۴ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۱۱۲	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس کی صدارت۔	۹/اپریل ۲۰۰۵ء
۱۱۳	جہانِ امام ربانی فاؤنڈیشن کی طرف سے کراچی میں منعقد "محفل تشکر" میں شرکت۔	۱۰/اپریل ۲۰۰۵ء
۱۱۴	برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی کی طرف سے مسلک اہل سنت کی علمی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل اور خصوصی ایوارڈ۔	یکم مئی ۲۰۰۵ء
۱۱۵	زینت القراء مولانا قاری غلام رسول صاحب کی فرمائش پر ایک عربی کتاب "تثبیت اہل الحق" (شمالی امریکہ میں سمت قبلہ کے بارے میں) کا اردو ترجمہ کیا۔	۲۔ جون ۲۰۰۶ء
۱۱۶	عربی کتاب "مصباح الظلام" کے اردو ترجمہ "پکارو یارسول اللہ" کی لاہور سے اشاعت۔	۲۰۰۵ء
۱۱۷	مجموعہ اسانید "الجواہر الغالیہ من الاسانید العالیہ" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔	۲۰۰۵ء
۱۱۸	صُفہ فاؤنڈیشن، لاہور کی جانب سے علمی و تدریسی خدمات کے صلے میں سیدنا ابو ہریرہ ایوارڈ اور ایک لاکھ روپے کا چیک دیا گیا۔	۱۷/دسمبر ۲۰۰۵ء
۱۱۹	مقدمات رضویہ کی اشاعت۔	اپریل ۲۰۰۶ء

نمبر شمار	احوال	ماہ وسال
۱۲۰	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کی طرف سے ''مفتی اعظم گولڈ میڈل'' دیا گیا۔	۱۶/اگست ۲۰۰۶ء
۱۲۱	عمرہ کے لئے روانگی۔	۲۳۔ستمبر ۲۰۰۶
۱۲۲	شیخ محمد نمر الخطیب سید مالک العربی السنوسی سے اجازت حدیث حاصل کی۔	۵۔اکتوبر ۲۰۰۶
۱۲۳	عمرہ سے واپسی۔	۹۔اکتوبر ۲۰۰۶
۱۲۴	شیخ عیسیٰ مانع کے رسالہ ''الاغلاق'' کا ترجمہ۔	۱۲۔نومبر ۲۰۰۶
۱۲۵	ترجمہ قرآن پاک مکمل ہوا۔	۱۳۔فروری ۲۰۰۷
۱۲۶	مقالات شرف قادری کی طباعت 600 صفحات	مارچ۔۲۰۰۷
۱۲۷	شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ عبدالحی الکتانی کی اجازت	۲۰۔جون ۲۰۰۷
۱۲۸	دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت۔	۱۸۔شعبان ۱۴۲۸ھ/یکم ستمبر ۲۰۰۷

پرانی طرز کا ایک خوبصورت انسان

مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر کی تقسیم کے بعد علم وحکمت ،نعت وادب اور تبلیغ ودعوت کے افق پر جونام چمکے ان میں ایک تابندہ نام محمد عبدالحکیم شرف قادری کا ہے۔ مولانا ویسے مزاج کے مضبوط اور موثر محقق اور قلم کار تھے۔ ٹوٹ پھوٹ کا شکار معاشرہ قدرومنزلت سے شناسائی پیدا نہیں ہونے دیتا لیکن قدر ناشناسی کے بے مہر رویوں کے باوجود شرف قادری کی آواز میں توانائی تھی ،آپ کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان میں سکونت پذیر ہوا تھا اس لئے آپ آزادی کی قیمت صحیح معنوں میں جانتے تھے۔ انہیں تاریخ کے ان موقعوں ،زاویوں اور تیوروں سے آگاہی تھی کہ قومیں بنتی کس طرح ہیں اور زوال کا شکار کیوں ہوتی ہیں ،محمد عبدالحکیم شرف قادری سے پہلے لکھا بھی جاتا تھا اور پڑھایا بھی جاتا تھا لیکن فکری انتشار نے قلم کاروں کے لفظوں کو بکھیر کر رکھ دیا تھا ،ادب اور حکمت افراط وتفریط کا شکار تھے ،جس سے محبت ہوئی اسے ہشت جہات کا دولہا بنا دیا اور جس سے نفرت کا کوئی قرینہ پیدا ہو گیا اسے ''اسفل السافلین'' میں گاڑ دیا ،محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی فکر کو بکھرنے سے محفوظ رکھا۔ ذہنی اور نظریاتی یکسوئی نے تحقیقی موضوعات کے انتخاب میں ان کی مدد کی اصل بات یہ ہے کہ ان کا فکری مرشد کامل تھا۔ علامہ شرف قادری کو امام احمد رضا فاضل بریلوی سے جنون کی حد تک محبت اور عقیدت تھی لیکن وہ ان کی حمایت میں استدلال کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے تھے ان کے لہجے کے ٹھہراؤ نے ان کی خطابت اور تدریس دونوں کو باوقار بنا دیا تھا ،منطق اور الٰہیات پڑھانے والے لوگ اکثر محبت کے سچے جذبوں اور ادراکات سے محروم ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان لوگوں کے ہاں جمالیاتی سرچشمے

خشک ہو جاتے ہیں لیکن محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اندر کے انسان کو زندہ رکھا انہوں نے جس سے محبت کی اس میں کوئی شرط نہ رکھی۔ انہوں نے سفید پوشی میں زندگی گذاری لیکن کسی کی دہلیز سے روٹی کی بھیک، نہ مانگی، تدریس کے عوض آپ کی جو خدمت ہوئی وہ اتنی معمولی تھی کہ شاید اس کا بیان کرنا شرمندگی ہو، وہ جیئے جینے کیلئے اور موت قبول کی زندہ رہنے کیلئے۔

شرف قادری محقق، مفسر، مؤرخ، محدث بہت کچھ تھے لیکن عجز طبیعت اور انکسار مزاج نے انہیں ہاہو سے ہمیشہ دور رکھا صوفیوں کی طرح پڑھایا حکماء کی طرح بولے اور اساتذہ کی طرح تصوف کی جستجو میں نور کی دہلیز سے اقتباس فیض کیا، لکھا اور ماشاءاللہ خوب لکھا عربی، فارسی اور اردو ہر زبان میں لگتا ہے کہ وہ لکھ کے بھول جاتے تھے مدح ستائش کی پروا، نہ صلہ و انعام سے غرض، گلابوں کی طرح مہکتے لفظوں کا قاسم کبھی برستا گرجتا بھی اور لہجوں میں برق پارے ابھر آتے لیکن یہ اکثر وہاں ہوتا جب کبھی کوئی گستاخ شان رسالت میں تنقیص کرتا۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری زندگی کے آخری سانس تک جماعت اہلسنت پاکستان سے وابستہ رہے، تبلیغ و تعلیم کے شعبہ کی سربراہی آپ کے ذمہ تھی۔ جماعت کا تعارف آپ ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے، جماعتی زندگی میں آپ نے احتساب بھی کیا لیکن پھول جیسے شاخوں میں کھلنے لگے اور مشورے بھی دیے جو یقیناً راہ نواز ثابت ہوئے۔

جماعت اہلسنت چند محسنوں کی وجہ سے جب داخلی انتشار کا شکار ہوئی تو ایک اجلاس میں شرف قادری نے پوچھا ماجرا کیا ہے؟

راقم نے برجستہ حبیب جالب کا انقلابی کلام پڑھا

بولنے پہ پابندی

سوچنے پہ تعزیریں

پاؤں پہ غلامی کی

آج بھی ہیں زنجیریں

آج حرف آخر ہے

بات چند لوگوں کی

اٹھ کہ دردمندوں کے

صبح و شام بدلو بھی

دوستوں کو پہچانو

دشمنوں کو پہچانو

دس کروڑ انسانو!

شرف فرمانے لگے جالب کی کیا ضرورت ہے آپ کا اپنا کلام کافی ہے ''شاہ جی ہم جو بھی ہیں جماعت کے ہیں ہم سے بس کام لو''۔

جماعت اہلسنت کے تربیتی اجتماعات میں آپ بارہا تشریف لائے مذاکرات مکالمات اور معاملات ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا حق ادا کیا۔

ایک موقع پر حضرت کو اداس پایا بچی بات ہے کہ شہر نور میں ان کا حزن و ملال پسند نہ آیا، شرف قادری چونکہ دوست بھی تھے اس لئے پوچھنے کی جسارت کی اداس لمحوں کی کہانی کیا ہے آپ نے ابن عربی کے ایک رسالے کا حوالہ دیا جو امام فخر الدین رازی کے نام ارسال کیا گیا جس میں ابن عربی نے رازی کے علوم اور فنون میں ممارست کو تسلیم کیا اور کہا بھائی اصطلاح پرستی کی دنیا سے آگے نکلو اور جزئیات کی چھان بین میں عمر ضائع نہ کرو مقصود اصلی کی طرف بڑھو۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری فرمانے لگے زندگی علماء اور شخصیات کی دنیا میں کھو کر گذار دی۔ تاریخ

کی سنگلاخ وادیوں میں صحرانوردی کرتا رہا دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی خدمت لے لے۔

لگتا ہے شرف قادری کی زندگی کے آخری امید، جستجو اور تلاش میں بسر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نواز دیا اور ان سے اپنی کتاب کی خدمت لے لی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری سخاوت اور کرم کے میدان میں کیسے تھے؟

جس نے دولت کو نفرت کی حد تک خود سے دور رکھا ہو اور زندگی دکھ اور درد میں کاٹی ہو غربت اور افلاس نے اسے اپنے آہنی شکنجے میں کس کر رکھا ہو وہ سخاوت کے میدان میں امتحان دئے بغیر فوز المرام ہوتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دوستی میں ''کنجوس'' تھے۔ احتیاط سے دوستی کرتے تھے۔ جس شخص کی زندگی میں نہ چاندنی کا تصور ہو اور نہ زلف برہم سے کھیلنے کا رومان۔ قرطاس وقلم ہی اس کا چوبارہ، مفہوم ومعنی ہی اس کا شاہد شگفتہ رو اور تحقیق وجستجو ہی اس کا نغمہ وسنگیت ہو اس نے دوستی سے کیا لینا دینا تھا۔ ان پر غضب اداؤں نے محمد عبدالحکیم شرف قادری کو پاکباز زاہد، متقی اور عاشقِ صادق بنا دیا تھا۔

عظمت وشہرت کے آسمانوں پر بیٹھنے والے زعما، علماء اور دانشور قوموں کو بہت کچھ دیتے ہیں لیکن بعض اوقات ان کی باتوں اور فلسفوں سے ان کی کہانیاں لمبی ہو جاتی ہیں، محمد عبدالحکیم شرف قادری بڑا انسان تھا عظیم عالم اور مدبر ادیب ہونے کی عزت پائی تھی بڑی بات یہ ہے کہ اپنے بعد کاٹنے ڈسنے والی کوئی کہانی نہیں چھوڑی، کہا جا سکتا ہے وہ خوشبوؤں اور روشنیوں سے ملتا جلتا انسان تھا۔

سید فرفور کی عربی تصنیف ''من نفحات الخلود'' کا ترجمہ کیا تو میرے مشورے سے اردو میں ''زندہ خوشبوئیں'' نام رکھا اور فرمایا اس پر دیباچہ بھی آپ لکھیں میں نے عرض کی شرف صاحب! میں چھوٹا آدمی ہوں آپ کسی بڑے قلم کار، ادیب اور محقق سے ''کلمات تقدیم'' لکھوائیں فرمانے لگے لیکن ایک بات آپ میں ہے جو آپ ہی میں ہے آپ سید ہیں اور آل رسول ہیں'' آپ کے حروف

بلکہ میرے لئے محبت کی شاعری کس قدر پڑھنا کہ اس کی قدر محبتوں کا تقاضا ہوتا ہے

اب تو "تیری نسل پاک میں" کہنے والے احمد رضا کے شعر مجھ سے بکری قبلہ بدل لیے ہیں۔

کبھی کبھی حضرت فاضل بریلوی کے کمال محمدی عربی تحریریں پڑھتا ہوں تو شرف قادری کی

تربیت اور "مکتوب علیم" کی جو ضیا تھی یاد آتی ہیں تو ساتھی سعدی کی گوشہ فکر میں تو حرم سرا بھی

جاتے ہیں۔

ندانی کہ سعدی مکان از چہ یافت نہ ہامون نوشت و دریا شگافت

بخردی بخورد از بزرگان قفا خدا دادش اندر بزرگی صفا

محمد عبدالحکیم شرف قادری ایک مرتبہ جستجو کی تشنگی لے کر میرے پاس تشریف فرما ہوئے کہنے لگے سنا ہے "حدیث نور" والا "مصنف عبدالرزاق" کا نسخہ آپ کے پاس ہے کیا یہ روایت درست ہے؟ عرض کی کتاب تو میرے پاس نہیں البتہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں زیارت کی ہے۔ کتاب تو بعد ازاں روشنی سے چھپ کر قدر دانوں کے ہاتھ لگ گئی لیکن پیرانہ سالی ضعف، بیماری اور غربت میں نگر نگر حضور علیہ السلام کی حدیث کی جستجو میں جانا اسلاف کی تاریخ یاد دلاتا ہے۔

مجھے شرف صاحب اس دن بہت اچھے لگے تھے جب میں نے انہیں چند بچوں کے بیچوں میں داتا کے حرم میں دیکھا تھا گردن جھکائے بیٹھے تھے سامنے مرقد داتا کے حضور ایک اجنبی میت کا قلندرانہ تحفظ جذب و جنون میں محو پڑھ رہا تھا یا گا رہا تھا اور سماع کی دنیا سے دور رہنے والا شرف جھوم رہا تھا [illegible] ذہب سے عرصہ [illegible] بھی تھی۔ جب ان سے ہزاروں مرثیہ خوانوں اور دستگیروں کے ہجوم میں ان کا جنازہ اٹھا تو ... جس کا جنازہ داتا کے قدموں سے اٹھا۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ممکن ہے دوسرے لوگوں کو بھی تحفوں سے نوازا ہو لیکن مجھے ان

کی سوغات نہیں بھولتی۔ آپ جس زمانے میں ہری پور جامعہ اسلامیہ رحمانیہ میں صدر مدرس تھے میں ہائی سکول نمبر 1 میں زیر تعلیم تھا مجھے آپ کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھنے کی سعادت ملی۔ جب آپ کو پتہ چلا کہ میں درس نظامی کی بعض مشکل کتابیں پڑھ چکا ہوں تو آپ نے مجھے غزالی کی "المنقذ من الضلال" عطا فرمائی اور خط کشیدہ عبارت کو خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کی دعوت دی لکھا تھا۔

"صوفیاء کا طریقہ علم کا بھی ہے اور عمل کا بھی ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کو ترک کیا جائے اور اخلاق رزیلہ اور صفات خبیثہ سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے کوشش کی اس راہ میں دل کی یہ کیفیت ہو کہ اس میں اللہ کے سوا کسی کا تصور نہ رہے اور دل ہمہ دم ذکر الٰہی میں کھو کر روشنی پاتا رہے"۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری قانع انسان تھے۔ خودی کے وقار کو قائم رکھ کر زندگی بسر کی۔ زمانے کی ستم رانیوں اور سختیوں کا کبھی شکوہ نہ کیا۔ ذوق و شوق کے چشمے زندگی میں خشک نہ ہونے دیے۔ بے تعلقی، وارفتگی اور باریک بینی کا سرمایہ جمع رکھا۔ حضور قلب اور ذکر الٰہی کے تنویرات سے تنہائی کو منور اور آراستہ کیا۔ بڑا مشکل کام ہوتا ہے کہ منطق و فلسفہ لوگوں کے ذہنوں میں اتار دیا جائے اور اپنے دل کو سودائے عشق سے محروم نہ ہونے دیا جائے، ان کا منشور حیات یقیناً ان کیلئے نافع ثابت ہوا۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت پائیدار

انوار القرآن کے

علمی محاسن

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن وحدیث کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی وقتاً فوقتاً یہ محبت میں دل ودماغ میں بھی ثبت فرماتے رہتے تھے، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم اے عربی کا کورس ورک مکمل کرنے کے بعد مجھے مقالے کیلئے موضوع کی تلاش ہوئی تو میرے سامنے کئی موضوعات تھے، مجھے خیال ہوا کہ کسی نحوی موضوع پر مقالہ لکھوں، حضرت والد صاحب سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''صرف ونحو، ادب، بلاغت وغیرہ سب قرآن وحدیث کا فہم حاصل کرنے کیلئے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری عمر قال سیبویہ، قال مبرد میں گذار دو، میں تمہاری زبان سے قال اللہ اور قال الرسول کے الفاظ سننا چاہتا ہوں''۔ تب میں نے قرآن کریم میں قسم کے نحوی استعمالات پر مقالہ لکھا۔

جب مجھے الازہر یونیورسٹی، قاہرہ میں ایم فل کا مقالہ لکھنے کا موقع ملا تب میں نے والد صاحب کے سامنے ادب میں مقالہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی، تو آپ نے فرمایا: ''زندگی بہت قیمتی ہے کہیں اسے امرؤ القیس، عمر بن ربیعہ اور متنبی وغیرہ کی نذر نہ کر دینا، ادب فقط قرآن وحدیث کے مفاہیم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، چراغِ راہ کو نشانِ منزل نہ سمجھنا'' یہ نصیحت قرآن وحدیث کے ساتھ آپ کے والہانہ تعلق کی عکاس ہے۔

ترجمہ قرآن کی خواہش بہت عرصہ سے آپ کے دل میں کروٹیں لے رہی تھی اور کئی مرتبہ آپ نے اس خواہش کا اظہار کر کے ذمہ داری کی نزاکت اور حساسیت کا ذکر بھی فرمایا، اور ذمہ داری کو نبھا

نہ سکنے کے خوف سے آپ نے عرصہ دراز تک ترجمہ قرآن کا آغاز نہ کیا، اور جب زبان کے ایک بے حد نازک اور تکلیف دہ آپریشن کے بعد آپ نے درس و تدریس سے کنارہ کشی کر لی تو آپ نے مورخہ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ترجمہ قرآن کا آغاز فرمایا جسے بعد میں ''انوار القرآن فی ترجمہ مفاہیم القرآن'' کا نام دیا، ایک مرتبہ بہت خوشگوار موڈ میں مجھے فرمایا: ''اگر میری زبان کی قوت گویائی پوری طرح بحال ہوتی تو شاید میں کسی اور دینی کام میں مصروف ہوتا اور یوں ترجمہ قرآن کیلئے وقف نہ ہو پاتا جیسے کہ اب ہوں، یہ نبی رحمت ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔'' یہ بات آپ کی طرف سے تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنے کی بہترین صورت تھی، یوں آپ نے انتہائی تکلیف دہ بیماری کو بھی سراپا تسلیم و رضا بن کر رحمت قرار دیا اور عملی طور پر آپ نے جس رفتار سے ان دنوں میں ترجمہ کیا وہ صحت کے ایام سے بہت مختلف تھی، آپ نے یہ ترجمہ ۲۴ محرم ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۳ فروری ۲۰۰۷ء کو مکمل کیا، اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم کی اس خدمت کو قبول فرما کر اسے قیامت کے دن آپ کی نیکیوں کے پلڑے میں شمار فرمائے۔

ترجمہ کے دوران بہت سے تراجم پیش نظر رہے جن میں سرفہرست شاہ ولی اللہ دہلوی کا فارسی ترجمہ قرآن، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کے ترجمے تھے، ایک ایک آیت کے زیادہ سے زیادہ ترجمے دیکھتے تھے، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی، جلالین مع صاوی، تفسیر سمرقندی، مظہری اور المقتطف من التفاسیر وغیرہ کو بھی دیکھتے تھے اور جب تک مکمل اطمینان نہ ہو جاتا قلم نہ اٹھاتے تھے، پھر خاص خاص آیات پر احباب سے بہت کھلے دل کے ساتھ مشورہ بھی کرتے تھے اور جس مشورے کو موزوں خیال کرتے اسے کسی تردد کے بغیر قبول بھی فرماتے، اس سلسلے میں کچھ پارے مشوروں اور تجاویز کیلئے حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کو بھی ارسال فرمائے، اور حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی حفظہ

اللہ تعالیٰ سے مشورے کیلئے بعض آیات پر نشان لگا کر رکھتے، ہمارے فاضل دوست مولانا خادم حسین رضوی صاحب، مولانا ریاض الدین اشرفی، محترم عبدالستار طاہر اور برادر عزیز مشتاق احمد نے بعض مقامات پر کوئی مشورہ پیش کیا تو آپ نے اسے خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، بلکہ مولانا ریاض الدین کے بارے میں تو بعد میں کئی لوگوں کو بتایا کہ اس عزیز نے مجھے یہ صائب مشورہ دیا ہے، یوں آپ چھوٹے بڑے کی تفریق کے بغیر ہر کسی کا مناسب اور موزوں مشورہ کھلے دل سے قبول فرماتے فقط اس خیال سے کہ اتنی چھلنیوں سے گذر کر ایسا ترجمہ سامنے آئے جو غلطیوں سے ممکنہ حد تک پاک ہو۔

اچھی تفاسیر کی جستجو میں رہتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب سے پوچھا: عصر حاضر کی تفاسیر میں کونسی تفسیر عمدہ ہے؟ تو حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے ابن عاشور کی "التحریر والتنویر" کا نام لیا، چند دنوں بعد یہ تفسیر آپ کی لائبریری میں تھی، اور جب آپ کو پتہ چلا کہ امام ابوالحسن ماتریدی کی تفسیر "تاویلات اہل السنۃ" فلاں جگہ سے دستیاب ہے تو بذات خود یہ کتاب خریدنے کیلئے تشریف لے گئے، راستے میں مجھے فرمانے لگے: "جب حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعلیم کیلئے الازہر روانہ ہوئے تو شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کتاب کی تلاش کیلئے فرمایا تھا تب آپ کو قاہرہ میں یہ کتاب مطبوعہ صورت میں تو نہ ملی البتہ آپ نے اپنے پیر و مرشد کیلئے کیمرے کے ذریعے اس مخطوطے کی تصویریں بنوالیں، اور پھر یہ بنڈل واپسی پر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کر دیا"۔ جس کے بارے حضرت والد صاحب نے فرمایا: "میں نے بھی سیال شریف میں اس مخطوط کی زیارت کی ہے"۔

عصر حاضر میں دنیا بھر کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں جہاں جہاں ادب پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے وہاں ایک مضمون ادب کا تقابل مطالعہ Comparative literature پڑھایا جاتا ہے، اس

مضمون کے ماہرین دو مختلف زبانوں کے ادب سے دو شخصیتوں کی شاعری یا نثر میں مقارنہ کرتے ہیں، اور اگر ایک ہی زبان کے دو ادیبوں کی کاوشوں کا تقابل جائزہ لیا جائے تو عرب حضرات اس کو موازنہ کہتے ، اس مضمون کے ماہرین کا خیال ہے کہ ایک زبان کا ادب دوسری زبان میں اپنی تمام تر رعنائیوں اور معنی آفرینیوں کے ساتھ پوری طرح منتقل نہیں کیا جاسکتا، اس تناظر میں جب ہم قرآن پاک کو دیکھتے ہیں جو عربی ادب کے سنہری دور میں نازل ہوا، اور اس نے اپنی فصاحت و بلاغت، معنی آفرینیوں اور علم وحکمت کے سربستہ رازوں کو لئے ہوئے جزیرۃ عربیہ کے نامور شاعروں اور نثر نگاروں سے مطالعہ کیا کہ اگر صاحب قرآن کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے ہو تو قرآن کی کسی سورت جیسی ایک سورت تو لا کر دکھا دو، اس وقت قرآن کی فصاحت و بلاغت اور معجز بیانی کے سامنے فصاحت و بلاغت کے دعویداروں کی بے بسی قابلِ دید تھی جسے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے یوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے:

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ زندۂ جاوید کتاب جس کی مختصر ترین سورت جیسی سورت کی مثال عربی زبان وادب کے سنہری دور سے لے کر آج تک نہ لائی جا سکی، اور وہ کتاب ہدایت جس کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے ہر دور میں حکمت و دانش کے ایسے خزانے دریافت کیے جو ختم ہوتے دکھائی نہیں دیتے، اور تفسیر قرآن کا صدیوں سے جاری یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا، اس آفاقی کتاب کا حتمی ترجمہ ناممکن ہے اس لئے عرب علماء کہتے ہیں: ''قرآن کے جو معانی ہمیں سمجھ آتے ہیں ان کا اپنی بساط کے مطابق ترجمہ ممکن ہے'' اور اس ترجمہ کو تفسیر کی ایک قسم خیال کیا جاتا ہے۔

تفسیر کی انواع و اقسام میں تفسیر بالماثور یعنی قرآن کی قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ سے

تفسیر کرنا سر فہرست ہے بطور مثال انوار القرآن سے فقط دو آیتوں کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جن میں تفسیر بالماثور کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔
(البقرہ: ۱۱)

اور جب انہیں کہا جائے: ''زمین میں دہشت گردی نہ کرو'' تو کہتے ہیں: ''ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں''۔ (انوار القرآن)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ جب میرے سامنے آیا تو میں نے حضرت والد صاحب سے پوچھا: ''لا تفسدوا'' کا معنیٰ ''دہشت گردی نہ کرو'' کیسے ہوگا؟ تو فرمایا: ارشاد ربانی ہے:

و اذا تولیٰ سعیٰ فی الأرض لیفسد فیھا و یھلک الحرث و النسل، و اللہ لا یحب الفساد ۔ (البقرہ، ۵-۶)

''اور جب وہ آپ کی مجلس سے رخصت ہوتا ہے تو زمین میں دہشت گردی کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، کھیتی اور جانداروں کو ہلاک کرتا ہے، اور اللہ دہشت گردی کو پسند نہیں فرماتا''۔ (انوار القرآن)

حضرت والد صاحب نے فرمایا: اس آیت میں کھیتی اور جانداروں کی ہلاکت کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے اور دہشت گردی کیا ہوتی ہے؟ یہ بات سنتے ہی میرے ذہن میں بھی ''فساد فی الارض'' کا مفہوم واضح ہو گیا کیونکہ عصر حاضر میں ریاستی دہشت گردی کرنے والے اپنے عسکری جرائم کا اعتراف کرنے کی بجائے بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں ''ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں'' اور اپنے آپ کو اپنی ہی زبان سے مستعمر بھی کہتے ہیں، جبکہ محکوم ممالک کا خون چوسنے کے عمل کو استعمار کا نام دیتے ہیں۔

یہ تو تھی قرآن سے قرآن کی تفسیر کی ایک مثال، اب انوار القرآن سے حدیث نبوی کے ذریعے قرآنی آیت کی وضاحت اور تفسیر میں معاونت حاصل کرنے کی مثال پیش خدمت ہے، فرمان الٰہی ہے:

وسع كرسيه السموات و الأرض ۔ (البقرہ، ٢٥٥)

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سے کہیں وسیع ہے''۔ (انوار القرآن)

یہاں حضرت مترجم نے قرطبی (٢٧٨/٣) کے حوالے سے لکھا ہے: ''نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری کو فرمایا: ساتوں آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں جیسے جنگل میں ایک چھلہ پھینک دیا گیا ہو''۔

قرآن کریم افراد اور معاشروں کی اصلاح کیلئے نازل کیا گیا، نیز مثالی دنیاوی اور روحانی زندگی کیلئے صحیفۂ ہدایت بنا کر بھیجا گیا، اور قرآن پر عمل پیرا ہونے کیلئے اسے سمجھنا ازحد ضروری ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۂ قرآن کو آسان تر بنانے کے مقصد کیلئے اردو کے محاورے اور اسلوب کو پیش نظر رکھتے تھے، بعض اوقات عربی متن میں کوئی لفظ بعد میں آیا تو اسے ترجمہ کے دوران شروع میں لے آتے، اور بعض اوقات دو آیتوں کو ملا کر اردو زبان کے اسلوب کے مطابق سلیس ترجمہ فرماتے بطور مثال ایک آیت پیش خدمت ہے، نبی کریم ﷺ کو سفر معراج میں حاصل ہونے والے مشاہدے کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

و لقد رآه نزلة أخرى، عند سدرة المنتهى ۔ (النجم، ١٣-١٤)

''اور بے شک انہوں نے اس جلوے کو سدرۃ المنتہی کے پاس دوبارہ دیکھا''۔

(انوار القرآن)

ان دونوں آیتوں میں عربی زبان کے اسلوب اور محاورے کے مطابق ربط بھی موجود ہے اور

روانی بھی۔ حضرت والد صاحب نے ان دونوں آیتوں کا اکٹھا ترجمہ کر کے اردو زبان کے اسلوب کو بھی خوب نبھایا اور "ولقد رآه نزلة أخرى" کا ترجمہ بالکل آخر میں کیا، اس طرح اردو عبارت میں بھی سلامت اور روانی پیدا ہو گئی جو تحت اللفظ ترجمے میں اس خوبصورتی سے یقیناً موجود نہ ہوتی۔ مذکورہ اسلوب میں قرآن کریم کی منشا اور مراد سے قریب رہنے کی کوشش بھی دکھائی دیتی ہے۔

انوار القرآن کے محاسن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلاست کیلئے قرآنی عبارت اور الفاظ کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ قرآنی الفاظ کے قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے، درج ذیل آیت کے ترجمہ میں یہ کوشش واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

اذ یغشی السدرة ما یغشی۔ (النجم، ١٦١)

"جب سدرہ پر چھا رہا تھا وہ حسن جو چھا رہا تھا"۔ (انوار القرآن)

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں "چھا رہا تھا" دو مرتبہ آیا ہے کیونکہ عربی عبارت میں "یغشی" بھی دو مرتبہ ہے، اس کے ترجمہ کو دوبار ذکر کرنے کی بجائے ایک مرتبہ ذکر کرنے پر بھی اکتفا کیا جا سکتا تھا، لیکن صاحب انوار القرآن بڑے اہتمام سے اس کا ترجمہ دو مرتبہ ہی لائے ہیں، قرآن الفاظ کے اہتمام کی کوشش اس خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ زبان و بیان کی چاشنی میں بھی کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی، ایک مرتبہ آپ نے مجھے ایک ترجمہ دکھاتے ہوئے فرمایا: دیکھو ترجمہ کیسا ہے؟ آپ نے جس آیت کا ترجمہ دکھایا تھا میں نے غور سے پڑھا تو اس میں ادبی چاشنی تو تھی لیکن یہ ترجمہ قرآنی ٹیکسٹ سے تھوڑا سا دور تھا، میں نے حضرت والد صاحب کو اپنا یہ تاثر عرض کیا تو فرمانے لگے: میں تمہیں یہی چیز دکھانا چاہ رہا تھا۔ یہ ترجمۂ قرآن میں احتیاط کا ایک پہلو تھا۔ صاحب انوار القرآن کی زندگی کا بڑا حصہ تفسیر، حدیث اور دیگر عربی و اسلامی علوم پڑھانے میں گذرنے کے باعث آپ کی علم تفسیر، اصول تفسیر اور اصول ترجمۂ قرآن پر گہری نظر تھی، اور ان سارے علوم میں مہارت نے

آپ کے ترجمہ قرآن کو زیادہ معتبر اور مستند بنا دیا، آپ نے سورۃ فاتحہ کی آخری آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے علم نحو پر آپ کی گہری نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے یہ آیت اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ۔ (الفاتحہ، ۷)

''جو نہ تو غضب کا نشانہ بنے اور نہ ہی گمراہ ہوئے''۔(انوار القرآن)

اس ترجمہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: یہ ترجمہ اس لئے کیا گیا ہے کہ ''غیر المغضوب علیھم'' بدل ہے ''الذین'' سے معنی یہ ہے کہ جنہیں انعام دیا گیا ہے وہی لوگ ہیں جو غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے (تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۰) اور یہ جو ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ''نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا'' وہ بھی صحیح ہے، اس میں مفہوم بیان کیا گیا ہے۔(شرف قادری)

مندرجہ بالا سطور سے جہاں صاحب انوار القرآن کی علم نحو پر گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے وہیں سابقہ تراجم کیلئے احترام کا عنصر بھی واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے، اور یہ حضرت صاحب کی وسعت نظری کی بہترین دلیل ہے، آپ نے کئی آیات کا منفرد ترجمہ کیا، ایسی آیات کا ترجمہ احباب کو دکھایا اور سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک آیت دکھا کر مختلف تراجم دکھانے پر آخر میں اپنا ترجمہ دکھایا جو بہت منفرد تھا، میں اس ترجمہ کو پڑھ کر جھوم گیا، تب آپ نے فرمایا: میں فلاں بزرگوں کے قدموں کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں لیکن میں نے وہی ترجمہ لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے سمجھ آیا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کے دوران قوسین میں وضاحتوں کو ترجمے کی طوالت کا باعث خیال کرتے تھے، اور ایسے اسلوب سے ترجمہ فرماتے کہ قوسین میں وضاحت کی ضرورت ہی نہ رہتی تھی، لیکن جہاں کہیں اس وضاحت کی ضرورت پڑی وہاں ضرور وضاحت فرما دیتے، درج ذیل آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں وضاحت کی کتنی شدید ضرورت تھی جسے

[illegible]

ولن ترضى عنك اليهود ولا النصرى حتى تتبع ملتهم قل ان
هدى الله هو الهدى ولئن اتبعت اهواءهم بعد الذى جاءك من
العلم ما لك من الله من ولى ولا نصير (البقرہ-۱۲۰)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہتر ہے" والد صاحب فرمانے لگے: "تمہیں جلدی کس بات کی ہے"؟ میں نے عرض کیا: ایک دفعہ یہ ترجمہ چھپ جائے پھر نظر ثانی ہوتی رہے گی، ویسے بھی طباعت میں تاخیر ہوتی جارہی ہے"۔ میں خاموش ہوگیا۔ اس بات کے بعد کافی دن گذر گئے ایک دن خود ہی فرمانے لگے: "جسمانی کمزوری بڑھتی جارہی ہے، جتنی نظر ثانی مجھ سے ہوسکی وہ کرلی اب یہ تمہارے حوالے ہے باقی نظر ثانی خود کر لینا چند پاروں کے علاوہ باقی سب پاروں پر نظر ثانی کرلی تھی اب پروف ریڈنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ترجمۂ قرآن کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے درونِ مزار حضرت والد صاحب کیلئے انسیت کا ذریعہ بنائے، اور روزِ قیامت ترجمہ کی طباعت میں میں کسی طرح بھی تعاون کرنے والوں کیلئے باعث اجر وثواب بنائے۔

اللهم اغفره و ارحمه و أحسن اليه و الطف به، و وسع عليه مضجعه و اجعل قبره روضة من رياض الجنة، و اجعله مع النبيين و الصديقين و الشهداء و الصالحين، و اكرمه بصحبة الحبيب المصطفى صلى الله عليه وسلم و النظر الى و جهك الكريم فى جنة النعيم، و صلى الله على سيدنا محمد و على آله و اصحابه و بارك وسلم۔

باتیں ان کی یادرہیں گی

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین سابق سینئر مدیر، دائرہ
معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور

جامعۃ الملک سعود (ریاض، سعودی عرب) سے فارغ ہونے اور پہلی ڈاکٹریٹ کی تکمیل کے بعد راقم نے سوچا کہ ملازمت سے بچنے کے لئے اسلاف کی قیادت میں کوئی مناسب تجارتی سرگرمی شروع کی جائے، چنانچہ ہم نے کچھ دوستوں کو ساتھ ملا کر الیکٹرانک کمپوزنگ کے کمپیوٹر انگلینڈ سے منگوائے اور کچا فیروز پور روڈ لاہور میں کام شروع کر دیا۔ چونکہ ہمارے پاس عربی کمپوزنگ کا بھی انتظام تھا، لہذا ملک بھر سے عربی میں کام کرنے والے دینی حلقوں نے بھی ایمان پرنٹرز سے رجوع شروع کر دیا۔ ایک دن ایک نوجوان آیا اور اس نے عربی کی ایک کتاب کمپوز کروانے کی خواہش ظاہر کی، میں نے کتاب دیکھی، جو کویت کے کسی ادارے کے توسط سے طبع ہوئی تھی اور حنفیت، بریلویت کے دفاع میں تھی، مجھے خلافیات کے موضوع سے دلچسپی نہیں تھی دیکھا تو اچھی تھی مجھے حیرت ہوئی کہ پاکستان میں رہتے ہوئے بریلوی مکتب فکر میں ایسے علماء کرام بھی ہے جو اچھی عربی لکھ سکتے ہیں، اس لئے کتاب کے مصنف سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، جو تھے علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، کتاب کمپوز ہونے کے بعد جب غلطیوں کی تصحیح کا کام شروع ہوا تو اس میں دقت ہوئی کیونکہ اس وقت ہمارے پاس کوئی عربی دان کمپوزر نہ تھا، چنانچہ جو نوجوان کمپوزنگ کا کام کروانے آتا تھا میں نے اسے کہا: علامہ صاحب سے کہو کہ تکلیف کر کے خود آئیں اور کمپوزر کے پاس بیٹھ کر غلطیاں درست کروالیں تاکہ کتاب میں حتی الامکان کوئی غلطی نہ رہے، چونکہ کسی بھی باذوق مصنف کے لئے یہ بات بہت تکلیف دہ ہوتی ہے، کہ اس کی چھپی ہوئی کتاب میں کتابت کی غلطیاں ہوں اس لئے علامہ صاحب نے میری تجویز مان لی اور وہ ہمارے پریس میں تشریف لائے، سانولا رنگ درمیانہ قد بھری ہوئی ڈاڑھی، لباس سادہ، درویش منش، ان سے مل کر طبیعت خوش ہوئی، جب تک اس عربی کتاب پر کام ہوتا رہا وہ کئی دفعہ تشریف لائے اور

ملتے رہے۔ اس کے بعد برسوں ملاقات نہ ہوئی، تاہم ان کی شخصیت کا ایک خوشگوار تاثر میرے ذہن میں قائم رہا۔

جامعہ پنجاب میں رہتے ہوئے ہم نے علوم اسلامیہ کے اساتذہ و محققین اور دیگر اہل علم سے مل کر ایک تھنک ٹینک مجلس فکر و نظر کے نام سے بنایا جس کے پیش نظر یہ تھا کہ مسلم معاشرے کو درپیش عصری مسائل پر غور خوض کیا جا سکے، اس مجلس کے تحت کئی عمدہ کام ہوئے، ایک دفعہ ہم نے مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب کے ساتھ مشاورت کر کے جہاد اور دہشت گردی کی عصری تطبیقات مجلس فکر و نظر کے تحت قومی سطح کے ایک سیمینار کا پروگرام بنایا، جس میں سارے مکتب ہائے فکر کے اسلامی اسکالرز کو مدعو کرنا مطلوب تھا، میں نے مفتی صاحب سے موزوں علماء کرام کے ناموں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے سب سے پہلے علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا نام لیا اور یہ بھی بتایا کہ وہ بہت بیمار رہتے ہیں لیکن توقع ظاہر کی کہ وہ اگر خود تشریف نہ بھی لا سکے تو شائد مقالہ ہی لکھ کر بھیج دیں، چنانچہ میں نے مجلس فکر و نظر کے سیکرٹری کی حیثیت سے علماء کرام کو خطوط لکھ دیئے اور ایک متعین تاریخ تک جہاد اور دہشت گردی کے موضوع پر مقالات بھجوانے کی درخواست کی۔

قارئین کرام! شائد یہ جان کر متعجب ہوں کہ مقررہ مدت کے اندر مجھے صرف ایک مقالہ ملا جو علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ پچیس صفحات کا ایک مبسوط مقالہ جو خوشخط تھا اور جس میں حوالہ جات کا باقاعدہ اندراج بھی تھا۔ یاد رہے کہ مقررہ مدت کے اندر مجھے یہ صرف ایک ہی مقالہ ملا حالانکہ میں نے پاکستان بھر کے منتخب پچاس علماء کرام اور اسلامی سکالرز کو خط لکھے تھے، اس سے علامہ صاحب مرحوم کی پابندی وقت کی عادت اور احساس ذمہ داری کا پتہ چلتا ہے۔ میں نے فوراً انہیں شکریے کا خط لکھا اور یہ بھی بتایا کہ مقررہ وقت میں صرف آپ کا ہی مقالہ ملا لیکن ان کے نزدیک یہ ایک معمول کی بات تھی کہ جس دینی کام کو کرنے کا ارادہ کیا اسے بھرپوری احساس ذمہ داری سے نبھایا، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، آج وہ ہم میں نہیں رہے تو ان کی یہ باتیں یاد آ رہی ہیں۔

پیکر اخلاص، یادگار اسلاف

علامہ محمد خلیل الرحمن قادری

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا ارتحال ایک بہت بڑا سانحہ ہے ان کے وصال سے اہل سنت ایک بہت بڑی نعمت سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے ساری زندگی مسلک حقہ کی ترویج واشاعت میں گزار دی۔ وہ مستند اور ثقہ عالم دین تھے۔ ان کا وجود اہل سنت کے لئے ایک ٹھنڈے سایے کی مانند تھا۔ جس کی چھاؤں میں ہر کوئی سکھ اور سکون پاتا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ انتہائی کریم النفس، مشفق اور منکسر المزاج۔ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور رہتے تھے۔ سادگی حلیم الطبعی اور نرم خوئی تو گویا انکا شعار تھا۔ بدقسمتی سے آج شخصیت گری کی بدعت ہمارے مذہبی لوگوں میں بھی پوری آب وتاب سے رائج ہو چکی ہے۔ لیکن آپ اس کی ایک معمولی ادا سے بھی واقف نہ تھے۔ نئے ملاقاتی اکثر ان کی سادہ بود و باش، تواضع اور انکساری دیکھ کر ششدر رہ جاتے تھے۔

میری ان سے پہلی ملاقات محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری کے وسیلہ سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ہوئی۔ جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو وہ کہیں مصروف تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے شاگرد کو کمرے کی چابی دی اور اسے ہدایت کی کہ وہ ان کا کمرہ کھول کر انہیں وہاں بٹھائے۔ لہذا ہم ان کے کمرہ میں بیٹھ گئے۔ اور انکی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ میرے ذہن میں ان کی شخصیت کے بارے میں طرح طرح کے گمان پیدا ہو رہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ آپ جبہ وقبہ میں ملبوس ہوں گے۔ آپ کا چہرہ خوب رعب دار ہوگا۔ اور آواز میں گھن گرج ہوگی۔ جیسے جیسے ان کی آمد کے لمحات قریب آ رہے تھے۔ میں اپنے آپ کو سمیٹتا جا رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں مرعوب بھی

ہوتا جارہا تھا۔یکا یک ایک شخصیت کمرے میں نمودار ہوئی ۔حضرت مفتی صاحب ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے میں بھی کھڑا ہو گیا مفتی صاحب نے ان سے تعارف کروایا کہ آپ استاذی المکرم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ہیں مجھ ناچیز کا بھی ان سے تعارف کروایا۔آپ انتہائی سادہ لباس میں ملبوس تھے ۔دھیمہ لہجہ اور نرم گفتار۔میں نے خوب دھیان سے آپ کی چال، گفتگو نشست و برخاست کا جائزہ لیا۔اور نہیں سراپا عجز وانکسار پایا۔پہلی ہی ملاقات میں میں انکی شخصیت کا قائل ہو گیا آپ کے کریمانہ اخلاق نے بے حد متاثر کیا۔یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا بڑا عالم اور محقق اس قدر منکسر المزاج اور مشفق ہوگا۔ان سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر اللہ کے فضل وکرم سے وہ ہمارے پڑوس میں ہی آباد ہو گئے ۔اور ہمارے جامعہ اسلامیہ لاہور کی سرپرستی فرمانے لگے۔اور یوں آپ سے ملاقات اور آپ کی زیارت ہمارے لئے ارزاں ہو گئی۔جب بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے دل کو طمانیت نصیب ہوتی ۔اور چند لمحوں کے لئے ہی سہی عزت نفس کا جھوٹا پندار ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔

ان کا تقویٰ وطہارت اور خشیت دیکھ کر بھی اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ۔ان کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل تھے ۔ان کے دل میں طمع ،حرص اور جاہ طلبی کا ذرہ بھی موجود نہ تھا کسی تعصب اور نفرت کی مجال تھی کہ ان کے صاف دل وراجلے دماغ میں ڈیرہ ڈال سکے۔وہ صحیح معنوں میں پاک دل اور پاک باز تھے۔

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ وآزاد معانی میں دقیق
انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

وہ سحر خیز بھی تھے۔اور آدابِ سحر آگاہی سے واقف بھی۔چشم تر بھی رکھتے تھے اور دیدۂ بینا بھی

اس عرصۂ حیات میں جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔انہیں ان کی قبولیت کی فکر دامن گیر رہتی

اور رو رو کر اس کی قبولیت کے لئے دعائیں کرتے تھے۔وصال سے چند ماہ قبل جب جگر گوشۂ سلطان

العارفین حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن سروری قادری کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔تو انتہائی

بیماری کی حالت میں تعزیت کے لئے علامہ محمد اسلم شہزاد کے ہمراہ برادر اصغر صاحبزادہ سلطان ڈاکٹر

امتیاز الحسن سروری قادری کے گھر تشریف لائے۔وہاں صاحبزادگان کے ساتھ تعزیت کے لئے کچھ

اور لوگ بھی حاضر تھے۔میں بھی وہاں موجود تھا۔صاحبزادگان ہمیشہ ان کی بے حد عزت افزائی

فرماتے تھے۔اور وہ بھی صاحبزادگان کا بہت احترام کرتے تھے۔جب ان کی آمد پر وہاں حاضر لوگوں

نے باہمی تکریم کے مناظر دیکھے تو بے ساختہ صاحبزادگان سے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ

حضرت کون ہیں؟ صاحبزادگان نے ان کا تعارف کروایا۔آپکی گراں قدر خدمات کا تذکرہ کیا

اور آپ کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا۔جس پر وہ گریہ کناں ہو گئے۔اور بار بار یہ درخواست انکی

نوک زبان پر مچلتی رہی کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ رب العزت میری ٹوٹی پھوٹی خدمات

کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

عمر کے آخری حصہ میں جب چند قدر شناس لوگوں کے تعاون سے ان کو اپنی ذاتی رہائش گاہ میسر

آئی۔اور ان کے بیٹوں نے تعلیمی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے،ان کی اللہ کے حضور

شکر مندی دیکھنے کے قابل تھی۔وہ اکثر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔اس

شکر مندی کا ایک انداز یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ ایک دن یہ فرمانے لگے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ

نے میری خدمات کا سارا اجر مجھے اس دنیا میں ہی نہ دے دیا ہو اور جب آخرت میں اس کے حضور

پیش ہوں تو محروم نہ رہ جاؤں۔یہ جملے ادا کر کے آپ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا جس پر علامہ

محمد اسلم شہزاد از راہ مزاح کہنے لگے کہ استاد جی آپ اطمینان رکھیں یہ سب کچھ تو ساری عمر نحو میر

پڑھانے کا بھی صلہ نہیں ہے۔علامہ محمد اسلم شہزاد کو یہ سعادت حاصل رہی کہ انہوں نے موصوف کی خوب خدمت کی۔ بالخصوص اپنی شگفتہ طبعی سے اذیت ناک بیماری کے آخری دنوں میں بھی ان کا دل بہلاتے رہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

ان کی خشیت کا ایک پہلو یہ بھی دیکھا کہ بوجوہ جو کچھ ان سے نہ ہو سکا اس پر نادم و شرمندہ رہتے حالانکہ ایک عالم ان کی گراں قدر خدمات کا معترف ہے۔آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم کسی شعبے میں بھی ادنیٰ سی دینی خدمات سرانجام دے لیں تو ہماری گردنیں فخر سے تن جاتی ہیں اور ہم بزعم و خویش یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے تو گویا خدمت دین کا حق ادا کر دیا ہے لیکن ان کے قلب و دماغ میں ایسا کوئی احساس دور دور تک نظر نہیں آتا۔

وہ حق گو اور بے باک بھی تھے۔اور دین کے معاملے میں بلا خوف و ملامت بڑوں بڑوں کے سامنے حق بیان فرما دیتے تھے۔اگرچہ آپ کا انداز ناصحانہ ہوتا تھا۔لیکن حق بات منہ پر کرنے سے ہرگز ہرگز گریز نہیں فرماتے تھے۔(خدا کو یاد کر پیارے) جیسی تحریر آپ کی اس حق گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ایک مرتبہ ان کی صدارت میں جامعہ اسلامیہ لاہور کے بہترین نتائج پر طلباء اور اساتذہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک تقریب انعقاد پذیر ہوئی تھی۔اس میں گورنر پنجاب بھی موجود تھے،خطبۂ صدارت میں انہوں نے تمام مقررین کے خطابات میں کی گئیں کمزور باتوں کی اہتمام کے ساتھ اصلاح فرمائی۔

اپنے اساتذہ کا بے حد ادب فرماتے تھے ان کی قل خوانی کی مجلس میں استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ ایک سینئر ساتھی ہونے کے ناطے سے میں نے انہیں چند کتب کے بعض اسباق پڑھائے تھے۔اور انہوں نے بعض کتب کا میرے ساتھ دورہ کیا تھا۔لیکن انہوں نے تادم وصال مجھے ایک استاد جیسا رتبہ اور عزت دی۔

انکی ساری زندگی با مقصد تھی۔وہ "نرم دم گفتگو گرم دم جستجو" کے مصداق شب و روز خدمت دین

کے لئے متحرک رہے۔ کینسر جیسا موذی اور اعصاب شکن مرض کا مقابلہ بڑی جوانمردی اور صبر واستقامت کے ساتھ کیا۔ اگرچہ اس مرض میں مبتلا مریضوں کے آخری ایام انتہائی تکلیف میں گزرتے ہیں۔ اور اکثر مریضوں کو کوئی ہوش ہی نہیں رہتا لیکن انہوں نے پیکر تسلیم ورضا بن کر راہ عمل سے منہ نہ موڑا۔ جس کسی کی بیماری کی اطلاع پاتے وہ حتی الوسع کوشش کرتے کہ تیمارداری کی جائے۔ راقم ناچیز کے بازو ٹوٹنے کی اطلاع سن کر علامہ محمد اسلم شہزاد کو بار بار کہتے رہے کہ مجھے عیادت کے لئے لے جائیں۔ میں نے علامہ محمد اسلم شہزاد کو منع کیا کہ وہ چند دن حضرت سے ٹال مٹول کرلیں میں تھوڑا بہتر ہو جاؤں تو خود ان کی خدمت میں حاضری دوں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جس پر آپ مجھے فرمانے لگے۔ کہ میں نے بار بار علامہ اسلم شہزاد سے کہا تھا کہ مجھے آپ کے پاس لے جائیں لیکن یہ مجھے لے کر نہیں گئے۔ میں نے وضاحت کی کہ آپ کی علالت کی وجہ سے میں نے ہی علامہ صاحب سے درخواست کی تھی کہ وہ حضرت کو زحمت نہ دیں۔

کسی کے مرنے کی اطلاع سنتے تو پسماندگان سے تعزیت کے لئے چل پڑتے۔ کسی دینی پروگرام میں مدعو کیا جاتا تو شدید بیماری کے باوجود تشریف لاتے۔ اپنے گھر میں ہونے والی ہفتہ وار مجلس تربیت کو جاری رکھا۔ جب بیٹھ کر شرکت فرمانے کے قابل نہ رہے تو لیٹ کر شرکت فرماتے رہے۔ سجدہ ریزی کی طاقت نہ رہی تو اشاروں ہی سے اپنے رب کی بندگی بجالاتے تھے۔ بدن اور روح کا رشتہ ٹوٹنے سے پہلے جب تک ہوش میں رہے، اپنے وظائف بھی پڑھتے رہے، مطالعہ اور تصنیف وتالیف کا کام بھی ترک نہ فرمایا۔ ترجمہ قرآن پاک آخری ایام میں مکمل فرمایا، مجموعہ وظائف کا بھی ترجمہ کیا جس میں اوراد فتحیہ، حزب البر اور حزب البحر شامل ہیں۔

آپ کا لاغر جسم دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ آپ اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہیں، لیکن آپ کے معاملات سے یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ آپ اس قدر علیل ہیں، اللہ رب العزت انکی قبر پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے۔ اور ان کے فیضان کو جاری وساری رکھے۔ آمین۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

علماءِ سلف کا نمونہ

حافظ محمد سعد اللہ ۔دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

اس چیز کو طبعی مزاج سمجھا جائے، سستی و کاہلی گردانا جائے، ناعاقبت اندیشی اور سادہ لوحی تصور کیا جائے یا دفتری و ذاتی مصروفیات کا نتیجہ کہ راقم میل ملاپ اور سماجی تعلقات کو بڑھانے میں خاصا کوتاہ واقع دست ہوا ہے۔ اسی طرح علمی و روحانی مذہبی حکومتی یا سماجی معاشرتی اعتبار سے کسی بڑی شخصیت سے متاثر ہونے اور غائبانہ اس کی عقیدت کے باوجود اس کا ذاتی قرب حاصل کے لئے مختلف ذرائع اور حیلے اپنا کر نمایاں ہونے اور اپنے آپ کو اس کا عقیدتمند شو کرنے کی بھی کبھی خواہش نہیں رہی۔

اچھی یا بُری اسی طبعی عادت کی بنا پر ۱۹۸۰ء سے لاہور میں ہونے اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے رسوخ فی العلم، معقول و منقول پر گہری نظر، وسعت مطالعہ، علمی وفقہی مسائل میں بصیرت، تدریس میں مہارت، تمام علوم و فنون پر مضبوط گرفت اور ذاتی طور پر زہد و تقویٰ اور عالم باعمل ہونے جیسی خوبیوں کا تذکرہ و شہرت سننے کے باوجود 2004ء تک براہ راست حضرت سے رابطہ یا بالمشافہ ملاقات کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ جامعہ نظامیہ لاہور کے دو تین پروگراموں میں حضرت کی زیارت ہوئی تو سادگی، تواضع، صفائی، خواہ مخواہ نمایاں ہونے کی کوشش سے دور اور عالمانہ وقار کا مجسمہ نظر آئے۔ حضرت شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی غیر معمولی سادگی، عاجزی، مسکینی اور ہر قسم کے تکلف وتصنع سے پاک چال ڈھال کی بنا پر کوئی اجنبی اور ناواقف آدمی قطعاً اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ان سادہ کپڑوں، عمامہ اور جسم پر دیہاتی طرز کی چادر میں ملبوس بظاہر یہ چھوٹا سا اور نحیف و نزار آدمی کوئی بہت

بڑا فاضل، کئی کتابوں کا مصنف و مترجم، ماہر استاذ شیخ الحدیث کے جلیل القدر اور عظیم المرتب منصب پر فائز ہے۔

"خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے"

کے مصداق بعض اوقات غیر شعوری طور پر بھی انسان اپنے کسی کمال پر گھمنڈ کا شکار ہو جاتا ہے مگر اللہ کریم نے حضرت شرف قادری علیہ الرحمۃ کو تعلیمی تحقیق، تصنیفی، تالیفی اور تدریسی میدان میں مسلمہ کمال حاصل ہونے کے باوجود انہیں ہر قسم کے فخر و غرور اور تکبر سے محفوظ رکھا اور انہوں نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء کی روشنی میں ہمیشہ مسکینی کی حالت کو پسند فرمایا کہ:

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین

اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور مساکین کے زمرہ ہی میں میرا حشر فرمانا۔ (جامع ترمذی ص ۳۴۰)

ہمارے ہاں دینی مدارس میں بالعموم ایسا ہوتا ہے اور بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی استاذ نے اپنے اندر تعلیمی و تدریسی مہارت حاصل کر لی، طلبہ اس کی علمی صلاحیت و استعداد سے مطمئن بلکہ متاثر ہونے لگے اور مدرسہ میں کچھ عرصہ رہ کر اس نے تدریس کے ساتھ ساتھ انتظام و انصرام کا بھی تجربہ حاصل کر لیا۔ تو فوراً اپنا الگ مدرسہ قائم کر لیا یا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنالی اور اسی مدرسہ کی آڑ میں کئی فوائد سمیٹے۔ حضرت شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے، ان جیسے قابل اور تمام علوم و فنون کے ماہر استاذ کے لئے اپنا علیحدہ دینی مدرسہ بنالینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ وہ خواہش کرتے یا اشارہ کرتے تو مدرسہ کے لئے جگہ بھی مل سکتی تھی اور مسجدیں بھی۔ اس مادہ پرستی، زر پرستی اور حب جاہ کے دور میں سب کچھ کر سکنے کے وسائل اور ذاتی استعداد ہونے کے باوجود اگر

شرف قادری صاحب نے ایسا نہیں کیا تو راقم کے نزدیک یہ بھی ان کے دینی اخلاص اور اپنے استاذ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی (بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) کے ساتھ کمال وفا اور عزت واحترام کا منہ بولتا ثبوت ہے، اسی طرح کسی مدرسہ و مسجد کو کمائی کا ذریعہ بنانے کی بجائے مکتبہ قادریہ قائم کر کے حلال روزی کمانا اور کاروبار کرنا بھی ان کے اخلاص وتقویٰ کی علامت ہے۔

حضرت شرف قادری علیہ الرحمہ کے ساتھ راقم کا باقاعدہ اور تحریری رابطہ 2004ء میں ہوا جس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ماہنامہ ''سوئے حجاز''، لاہور شمارہ فروری 2004ء میں ''خدا کو یاد کر پیارے'' کے عنوان سے انکا ایک فکر انگیز درد آمیز مضمون نظر سے گذرا اس مضمون کے مندرجات چونکہ راقم کے دل کی آواز تھے اس لئے اخلاقاً ضروری سمجھا کہ اس جرأتمندانہ مضمون کی تحریر پر ایک ''تائیدی عریضہ'' حضرت کو بھیجا جائے، چنانچہ حسب ارادہ میں نے یہ عریضہ لکھ دیا جسے حضرت نے پسند فرمایا اور اپنے مکتبہ کے پیڈ پر شکریے میں اس کا جواب بھی مرحمت فرمایا۔

اہل علم اور حضرت کے معتقدین ومتوسلین جانتے ہیں کہ دو قسطوں میں شائع ہونے والا درج بالا مضمون ''خدا کو یاد کر پیارے'' علیحدہ کتابچے کی شکل میں بھی طبع ہو چکا ہے اور اس کے پیش لفظ میں راقم کے مذکورہ تائیدی عریضہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور ضروری عبارت بھی نقل کی گئی ہے کیونکہ عریضہ کی پوری عبارت اس کتابچہ میں نہیں آسکی اور ضروری بھی نہیں تھی اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ریکارڈ محفوظ رکھنے کے لئے بندہ کا پورا عریضہ اور اس پر حضرت موصوف نے جو جواب مرحمت فرمایا، زیر نظر تحریر میں آجائے۔

نیز حضرت کے الگ سے کوئی مکتوبات طبع ہوں تو وہاں بھی کام آسکے۔ چنانچہ راقم کا یہ عریضہ اور حضرت کا جواب درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب اطال اللہ بقاء کم بالصحۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور کے گذشتہ شمارے فروری 2004ء میں آنجناب کے فکر انگیز اور درد آمیز مضمون "خدا کو یاد کر پیارے" کو پڑھنے کے بعد اس کے بارے میں اپنے تاثرات اور چند معروضات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ تھا مگر اسی دوران اپنی والدہ صاحبہ کے انتقال پُر ملال اور اس سلسلے میں اپنے آبائی گاؤں (جھنگ) متعدد بار آمد ورفت کے باعث اس میں تھوڑی سی تاخیر ہوگئی۔

بہرکیف اس مضمون میں آنجناب نے اللہ جل شانہ کی ازلی وابدی عظمت وکبریائی کے بارے میں افراط وتفریط اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت میں غلو کے بارے میں جس دردوسوز اور مدلل واحسن انداز میں تمام اہل اسلام خصوصاً وارثان منبر ومحراب کو توجہ دلائی ہے وہ لائق تحسین وتبریک ہے، توحید ورسالت کے بارے میں جس افراط وتفریط اور غلو کی نشاندہی آپ نے فرمائی اور اپنے چشم دید واقعات سے پردہ اٹھایا ہے، اس پر کئی اہل علم ودرد قلق واضطراب محسوس کرتے تھے اور کرتے ہیں مگر "وہابیت ودیوبندیت" کے فتوے سے ڈر کر اپنے اس قلق کا برملا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے، آنجناب نے اس چیز کا برملا اظہار کر کے ایمانی جرأت اور اعلاء کلمۃ الحق کا مظاہرہ فرما کر علماء حق کا کردار ادا کیا ہے جزاکم اللہ خیرا۔

اس افراط وتفریط اور عقائد وعبادات میں غلو کے حوالے سے تھوڑی سی جستجو کی جائے تو اور بھی بہت ساری اصلاح طلب چیزیں مل سکتی ہیں جن کی طرف خطباء وائمہ مساجد اور شعلہ بیان قسم کے واعظین ومقررین کی توجہ دلانا ضروری ہے، اس مضمون کو زیادہ سے زیادہ لوگوں اور ائمہ خطباء تک

پہنچانے کے لئے ایک تجویز ہے اگر مناسب سمجھیں تو اس پر غور فرمالیا جائے اور عمل کرلیا جائے، وہ یہ کہ آپ اپنے اس مضمون کو اور اگر ہو سکے تو اس میں مزید اضافہ بھی کرلیا جائے "ہینڈ بل" کی صورت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں طبع کروا کر کسی جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد وطن عزیز کے تمام بڑے شہروں کی بڑی بڑی جامع مساجد میں نمازیوں تک پہنچانے کی کوئی شکل نکالیں، اس میں اگر کوئی مشکل پیش آئے اور فوری طور پر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ ضرور کریں کہ اس مضمون کی ایک ایک کاپی تمام قومی اخبارات کو بھجوائی جائے اور شخصی رابطہ کر کے اخبارات کے ملی و دینی ایڈیشنوں میں نمایاں مقام پر شائع کرانے کی کوشش کی جائے۔ اس مضمون کے خالی عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ "ذکر الٰہی" کے بارے میں کوئی مضمون ہے اس لئے مناسب خیال فرمائیں تو اس کا عنوان ایسا تحریر فرمائیں جو اپنی تفصیلات و مندرجات پر واضح دلالت کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔

علاوہ ازیں ماہنامہ "سوئے حجاز" میں ماشاءاللہ اب اچھے علمی مضامین اور تحقیقی بحثیں آرہی ہیں اور پرچہ بحمد اللہ "بقامت کہتر وبقیمت بہتر" کا مصداق بن رہا ہے اللھم زد فزد حضرت مفتی محمد خان قادری صاحب زید مجدہ کی خدمت میں تسلیمات و آداب۔

محترم ومکرم جناب مولانا سعد اللہ صاحب زیدہ مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا، یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ حال ہی میں آپ کی والدہ ماجدہ دنیا سے رحلت فرما گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور آپ کے اعمال حسنہ کا اندراج ان کے نامۂ اعمال میں تادیر جاری رکھے اور آپ سمیت جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ماہنامہ سوئے حجاز میں شائع شدہ راقم کے مقالے "خدا کو یاد کر پیارے" کی پسندیدگی کا شکریہ!

ماہنامہ رموز لاہور اور کاروان قمر، کراچی میں بھی یہ مقالہ چھپ گیا ہے امید ہے مزید کچھ اداروں کی طرف سے بھی اس کی اشاعت ہوگی دعا فرمائیں یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہو، بہتر ہوتا اگر آپ کوئی اچھا سا عنوان تجویز کر دیتے۔

کرم فرمائی کا ایک دفعہ پھر شکریہ۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆☆☆

حضرت مولانا شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ راقم کی پہلی اور آخری بالمشافہ ملاقات مؤرخہ ۲۷ مئی ۲۰۰۷ء کو ہوئی۔ جس کا باعث یہ ہوا کہ سلطان باہو ٹرسٹ کے ڈائریکٹر اور راقم کے مخلص و خیر خواہ دوست جناب علامہ اسلم شہزاد صاحب نے اپنی رہائش گاہ لالہ زار فیز ۱۱ میں حال ہی میں شائع ہونے والے ترجمۃ القرآن بعنوان "عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن" از حضرت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ العالی کی تقریب رونمائی کا اہتمام کیا اور مجھے بھی حکم دیا کہ آپ نے اس ترجمۃ القرآن پر اپنے تاثرات بیان کرنے ہیں۔ اس مختصر مگر پروقار علمی تقریب کا اہتمام بڑے سلیقے سے ایک سکول کے ہال میں کیا گیا تھا۔ تقریب کے صدر حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مہمان خصوصی حضرت فاضل مترجم تھے، تقریب کے حوالے سے راقم اور دیگر مقررین نے جو کچھ کہا وہ تحریر ہذا کا موضوع نہیں۔ اس تقریب میں حضرت شرف قادری کے حسن اخلاق، احترام علم اور محبت و شفقت کے حوالے سے بتانا ضروری ہے کہ راقم ان کے علمی مرتبہ و مقام کے سامنے صفر کا درجہ رکھتا ہے مگر اس کے باوجود جب میں فرشی سٹیج کے قریب بیٹھا تو کمال شفقت سے میرا ہاتھ پکڑ

کرا کے صدارتی نشست کے ساتھ بٹھایا اور تکیہ بھی پیش کیا۔اب "الحکم فوق الادب" کے تحت ساتھ بیٹھنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

حضرت شرف قادری کی رہائش گاہ اسی گلی میں تھی جہاں یہ تقریب منعقد ہوئی تھی۔تقریب کے اختتام پر حضرت شرف قادری اور ان کے صاحبزادگان نے اپنے گھر پر بڑی چاہت ومحبت سے حضرت مفتی غلام سرور قادری مدظلہ اور دیگر مہمانوں کی چائے کا انتظام کیا۔اسی نشست میں حضرت کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے یہ انکشاف بھی کیا کہ حضرت والد ماجد کا ترجمہ قرآن کا کام مکمل ہو چکا ہے اور اس کی کمپوزنگ بھی ہو چکی ہے اور پروف ریڈنگ کا کام جاری ہے۔

راقم الحروف کے ساتھ حضرت موصوف کے درج بالا تھوڑے بہت تعلق کے ضمن میں ان کے ایک "بڑے پن" کا تذکرہ انتہائی ضروری ہے۔وہ یہ کہ سال رواں کے مارچ کے آخر میں راقم کی ایک چھوٹی سی کتاب "حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام" (مظاہر محبت) کے عنوان سے زاویہ فاؤنڈیشن کیطرف سے طبع ہوئی، حضرت موصوف کے ساتھ ایک تو زیادہ بے تکلفی نہیں تھی، دوسرے یہ سوچا کہ اس "طالب علمانہ کاوش" کی مثال حضرت کے سامنے "نورانی قاعدہ" کی سی ہے۔اس لئے مذکورہ کتاب ان کی خدمت میں پیش نہ کی جا سکی، اب راقم کو نہیں معلوم کہ یہ کتاب کس طرح اور کس ذریعے سے حضرت موصوف تک پہنچی۔حضرت نے اس کے مندرجات دیکھ کر علالت طبع کے باوجود اپنے ایک مکتوب میں راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور دعا سے نوازا۔

راقم نے بالکل غیر متوقع طور پر اپنے نام جب حضرت کا یہ مکتوب دیکھا تو تشکر کے جذبات سے دل بھر گیا اور دیر تک محو حیرت رہا کہ آج کون کسی ادنیٰ سے معاصر قلمکار کیلئے اتنے "بڑے پن" اور "عظمت کردار" اور وسیع الظرفی کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ریکارڈ کے لئے یہاں اس مکتوب کا اندراج بھی غیر مناسب نہیں ہوگا، چنانچہ حضرت نے اپنی ذاتی پیڈ پر اور اپنے دست مبارک سے

راقم کو یہ لکھا کہ:

محترم و مکرم جناب مولانا حافظ سعد اللہ صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آج بہت سے ایسے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جو نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ محبت کسے کہتے ہیں اور اس کے طریقے اور تقاضے کیا ہیں آپ نے صحابہ کرام کے کردار سے محبت کے انداز پیش کر کے عامۃ المسلمین کی صحیح سمت میں راہنمائی کی ہے۔ مولائے کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

المختصر راقم الحروف نے حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کے بارے میں عمومی زیارت، خط و کتابت، ملاقات اور مختصر سے تعلقات میں ذاتی طور پر جو کچھ محسوس کیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اساتذہ کے احترام، اساتذہ کیساتھ وفا، علم دین کی خدمت، تدریس کے ساتھ لگن، طلبہ کے ساتھ شفقت، قرآن و حدیث کیساتھ لگاؤ، وسعت مطالعہ، وسعت نظر، تصنیف و تالیف کے ساتھ شغف، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت، اتباع رسول، عقائد و اعمال میں توازن و اعتدال، مسلکی تعصب و تشدد سے گریز، بے غرضی و بے نفسی، اخلاص وللہیت، ذاتی کردار، زہد و تقویٰ، حسن اخلاق، مثبت فکر و سوچ طرز عمل، وضع قطع اور چال ڈھال میں اس گئے گزرے اور قحط الرجال کے زمانے میں علماء سلف کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

حضرت مولانا موصوف اس وقت ہمارے درمیان موجود نہیں رہے اور قانون قدرت کے مطابق اب قیامت تک واپس نہیں آئیں گے ،مگر آپ علم دین کی جو خدمت کر گئے ہیں بیسیوں کتابیں چھوڑ گئے ہیں سینکڑوں علماء پیدا کر گئے ہیں، نیک اور عالم اولاد چھوڑ گئے ہیں اور اپنے ذاتی اخلاق و کردار اور حسن سیرت کی یادیں چھوڑ گئے ہیں ان کی بنیاد پر ان کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔

صوفی شاعر سید وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

وارث شاہ او سداہی جیوندے نیں
جنہاں کیتیاں نیک کمائیاں نیں

''موت العالم موت العالَم'' کے مصداق ان کی موت سے ایک دنیا کی علمی موت واقع ہوگئی ہے ،اب اس قحط الرجال کے زمانے میں اُن جیسے زاہد و متقی اور عالم باعمل آدمی کا ملنا اتنا آسان نہیں ،شاید اسی لئے کہا گیا ہے۔

اٹھ جائیں گے اس بزم سے ایسے بھی کچھ لوگ
جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

آخر میں دلی دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی علمی و دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆..........☆☆☆..............☆☆☆

آہ شرف ملت! آسمان علم وفضل کا ایک اور تابندہ ستارہ غروب ہوگیا

محدث جلیل علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی (انڈیا)

ابھی ہم اہلسنّت صدر العلما محدث بریلوی کے انتقال پر ملال کے صدمہ جانکاہ سے متاثر ہو کر رنج والم میں مبتلا تھے ہی کہ اچانک کراچی (پاکستان) سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر اعلیٰ مولانا وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی نے چند گھنٹے پہلے فون پر ہمیں یہ اندوہناک خبر سنائی کہ تصنیف وتحقیق کے میدان کا ایک شہسوار ہم سے رخصت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یعنی بدر سنیت، شرف ملت، استاذ الاساتذہ، میدان تحقیق کے شہسوار، مملکت تصنیف کے شہریار، صاحب تصانیف کثیرہ، موصوف باوصاف جلیلہ حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور (پاکستان) علیہ الرحمۃ والرضوان۔

موصوف کی مکمل زندگی خدمت دین متین سے عبارت تھی، درس وتدریس کی دنیا میں شہرت دوام حاصل کرتے ہوئے تصنیف وتالیف کی جولانگاہ میں بھی آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس طرح یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ اساطین اہلسنت کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا بلاشبہ قوم کے لئے سخت باعث رنج والم ہے۔

حضرت شرف ملت خود تو عظیم مصنف تھے ہی، دوسروں کو بھی اس دریا کی غواصی کرنے کی رغبت دلاتے بلکہ بھرپور تعاون بھی فرماتے۔ راقم کی آپ سے ملاقات اب سے تقریباً سات سال پہلے اس وقت ہوئی تھی، جب آپ نے بریلی شریف کا سفر فرمایا تھا۔ میں اس وقت ''جامع الاحادیث'' کی ترتیب میں مصروف تھا۔ جامعہ نوریہ تشریف لاکر میری کاوش کو ملاحظہ فرمایا اور خوب سراہا، دعاؤں سے نوازتے ہوئے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے اور مفید مشوروں سے بھی شادکام فرمایا، امام احمد رضا کی تصانیف میں ''ختم النبوۃ'' جو تین سو احادیث پر مشتمل ہے میرے پاس نہیں تھی۔ جب اس کتاب کا ذکر آیا تو فرمایا: ہمارے یہاں سے شائع ہوئی ہے میں پاکستان جاکر بھیج دوں گا۔ پھر میں نے

چند ایام کے بعد دیکھا تو آپ کی نوازش سے نہایت متعجب ہوا کہ بلا تاخیر وہ کتاب آپ نے ارسال فرمائی، یہ ان کا غایت لطف و کرم تھا، یہی نہیں بلکہ میں نے "جامع الاحادیث" پر تقریظ کے لئے عرض کیا تو ذرہ نوازی فرماتے ہوئے کرم بالائے کرم فرمایا اور چند ایام کے اندر وہ تقریظ بھی آپ نے بذریعۂ ڈاک نہایت جلد ارسال فرمادی جو جامع الاحادیث کے مقدمہ میں صفحہ (۲۶) پر موجود ہے، اس طرح کے اور بھی بہت سے کریمانہ خصائل وحامد میں نے بچشم خود دیکھے، آپ کی تحریروں سے متانت وسنجیدگی، شستگی وشگفتگی، بالکل ظاہر وباہر ہے، رد وابطال کے لئے لکھی جانے والی تحریریں نہایت محققانہ ہوتی ہیں، دعویٰ کے اثبات میں حوالوں کی کثرت آپ کی وسعت مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے، آپ نے جس میدان میں اشہب قلم کو مہمیز لگائی اس میں گوئے سبقت لے گئے، جامعہ نوریہ رضویہ میں ہم لوگوں نے آپ کی آمد پر استقبالیہ پروگرام رکھا ہوا تھا اس میں آپ نے تقریر فرمائی جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

دور حاضر میں طلبہ کی طرف توجہ کے ساتھ تصنیف وتالیف کی جانب بھی ان کو متوجہ کیا جائے ان کو تحریری مشقیں کرائی جائیں، ساتھ ہی یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی جائے کہ جب کچھ لکھنے کے قابل ہو جائیں تو کسی ایک موضوع پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھیں۔ اس کے ساتھ ہی حضور محدث اعظم پاکستان کا ایک مقولہ ارشاد فرمایا کہ آپ فرماتے تھے: ہر دن ضرور کچھ نہ کچھ لکھو خواہ صرف تین سطریں ہوں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جلد ہی وہ دن آجائے گا کہ روزانہ یہ مختصر کوشش ایک دن قابل قدر تصنیف تالیف کی شکل میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو جائے گی، اور آپ کو اپنی دینی خدمت پر مسرت وخوشی حاصل ہوگی۔ شرف ملت مدۃ العمر محدث اعظم کے اس فرمان پر عمل پیرا رہے بلکہ آپ کے اس مشغلہ میں روز افزاں ترقی ہوگئی جبھی تو آپ کو عصر حاضر کے مصنفین ومحققین میں نمایاں مقام اور امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان بالخصوص صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (فاضل جامعہ از ہر مصر) کو صبر جمیل کی دولت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے، نیز آپ کو اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کا سچا جانشین بنائے۔

علامہ شرف قادری

اپنی علمی جدوجہد کے آئینے میں

سفیر اسلام علامہ بدر القادری (ہالینڈ)

عہد رواں میں اہل سنت کے کارواں کو جمود و تعطل سے نکال کر میدانِ عمل خصوصاً تصنیف وتالیف، اور نشر و اشاعت کی شاہراہ پر گامزن کرنے والے علماءِ کرام میں، جن ناموں کو شہ سرخیوں میں تحریر کرنا برحق ہوگا، ان میں فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری بھی ہیں۔

ایک وہ دور تھا جب اہل سنت کی کتابوں کے پڑھنے والے شائقین تھے مگر معیاری کتابت وطباعت کی زیبائش سیدنا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن مجید "کنزالایمان" تک بھی نہ پہنچ سکی تھی ۔جب کہ دوسری جانب اغیار اپنی تصنیفات کے انبار لگا رہے تھے، اور اپنے خاص حلقے کی ایک ایک کتاب کو چار پانچ حیثیتوں سے مارکیٹ میں لا رہے تھے۔ ہم اہل سنت کو کنزالایمان ، بہار شریعت، اور فتاویٰ رضویہ کی ابتدائی چند جلدوں کے سوا کچھ بھی میسر نہ تھا ——— اس دور میں پاکستان کی سرزمین پر جن علماء کی مساعی سے نشر و اشاعت کے عہد نو کا آغاز ہوا۔ ان میں تاریخ علامہ شرف قادری کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آج جب کہ پاکستان میں لاہور سے کراچی، فیصل آباد سے ملتان تک اور ہندوستان کے اندر دہلی سے بمبئی اور مراد آباد سے مبارک پور تک اہل سنت کے کتب خانوں اور مراکز نشر و اشاعت کی دھوم مچی ہے۔ ہم اگر ان کی بنیادوں میں خشت ہائے اولین کو تلاش کریں گے تو سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ان کے شہزادگان اور خلفاء کے بعد ہمیں جن افاضل کے قلم کی تابانیاں نظر آئیں گی۔ ان میں کے نمایاں نام یہ ہیں۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری، مفتی احمد یار خاں نعیمی، اجمل العلماء

حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی، غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی، صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، فقیہ اعظم شیخ نور اللہ بصیر پوری حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مبارکپوری، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی قادری چشتی، علامہ عطا محمد چشتی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ ارشد القادری، مفتی عبد القیوم ہزاروی، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، شیخ الحدیث علامہ شرف قادری، مفتی جلال الدین امجدی، علامہ غلام رسول سعیدی، مولانا علامہ عبد الحکیم اختر خاں شاہجہانپوری،

(۱) مثال کے طور پر مودودی کے گروہ کے تیز وطرار کارکنوں نے ایک تفہیم القرآن کو کہیں چھ جلدوں میں کہیں قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ، کہیں محض اردو ترجمہ، کہیں تفہیم القرآن۔ سیرت سے متعلق تحریروں کو نکال کر، بنام "سیرت رسول" کہیں پوری تفہیم القرآن کی تلخیص ایک جلد میں۔ تفہیم القرآن کی تفسیر کی فہرست کو کہیں الگ "موضوعاتِ قرآنی کے" نام سے وغیرہ وغیرہ گویا ایک کتاب کو کئی کتابیں بنا کر مارکیٹ بھر دی۔

محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور، مولانا محمد عبد المبین نعمانی، مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی، صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی، حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی، حضرت مولانا عاشق الرحمٰن حبیبی، حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن پورنوی، حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین، حضرت مولانا مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، حضرت مولانا عبد العزیز عزیزی، حضرت مولانا عبد الستار سعیدی، حضرت مولانا صدیق ہزاروی، حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی، حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی وغیرہ وغیرہ۔

مولد اور والدین

علامہ شرف مدظلہٗ غیر منقسم ہندوستان کے قصبہ مرزاپور، ضلع ہوشیار پور، پنجاب۔ کے اندر ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا کے والد گرامی ایک سیدھے سادے مذہب پسند، پابند صوم

وصلوٰۃ بزرگ تھے۔جن کا اسم گرامی مولوی اللہ دتہ بن نور بخش تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ بھی صبر و شکر کا پیکر نیک پارسا عبادت گزار خاتون تھیں۔یومیہ قرآن مجید کی تلاوت ان کا معمول تھا۔رمضان المبارک کے دنوں میں کثرت تلاوت کا یہ عالم ہوتا کہ ایک مہینے کے اندر کبھی بیس ختم قرآن کر لیتیں۔ایسے دیندار پاک باطن والدین کی آغوش میں علامہ شرف قادری نے شرف پرورش پایا

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تعلیمی دور اور اساتذہ

علامہ شرف صاحب کی ابتدائی تعلیم انجمن شیڈ کے پرائمری سکول میں ہوئی۔تیرہ سال کے ہوئے تو طلب علم کے ذوق نے کشاں کشاں جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد پہنچایا، جہاں حضور محدثِ اعظم پاکستان علامہ شاہ محمد سردار احمد صاحب محدث لائلپوری کے فیضان علم کی بساط بچھی ہوئی تھی اور متعدد افاضل روزگار تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے تھے۔علامہ شرف نے وہاں رہ کر ابتدائی صرف ونحو اور فارسی زبان کی کتابیں پڑھیں۔۱۹۵۸ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مشغول تعلیم رہے، جہاں عربی کی ابتدائی کتابوں سے لے کر "کنز الدقائق، نورالانوار، مختصر المعانی ملاحسن، ملاجلال، کافیہ، صرف میر، فصول اکبری اور متنبی تک کتابیں پڑھیں۔ان دنوں بندیال کے پتھریلے علاقے میں حضرت ملک المدرسین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی کے چشمہ فیضان علم کا دور دور تک شہرہ ہو رہا تھا۔حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی کی ترغیب پر علامہ شرف قادری لوہاری گیٹ سے بندیال شریف چل پڑے اور حضرت ملک المدرسین کی خدمت میں درس نظامی تکمیل کی اور ۱۹۶۳ء میں سند فراغ حاصل کی۔

علامہ شرف قادری نے پاکستان کے نامور مدرسین وتبحرین سے شرف تلمذ پایا۔خاص

اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رضوی قادری چشتی فیصل آباد

۲۔ ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی آف خوشاب

۳۔ مفسر قرآن شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی فیصل آباد

۴۔ محسن اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس پاکستان لاہور، بانی جامعہ نظامیہ لاہور۔

۵۔ مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سیال شریف

۶۔ حضرت مولانا حافظ احسان الحق علیہ الرحمہ، فیصل آباد

۷۔ حضرت مولانا سید منصور حسین شاہ علیہ الرحمہ فیصل آباد

۸۔ حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ فیصل آباد

۹۔ حضرت مولانا شمس الزماں قادری صاحب، لاہور

اہل ارشاد

حضرت شرف ملت کو سلسلہ قادریہ میں شرف بیعت حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ سے حاصل ہوا اور حضرت ریحان ملت حضرت مولانا ریحان رضا خاں قادری بریلوی نیز متعدد مشائخ کرام سے متعدد سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے۔

میدان عمل میں

علامہ شرف قادری صاحب نے درس نظامی کی تکمیل کے بعد ہی تدریسی زندگی کا آغاز فرمادیا اس سلسلہ میں پاکستان کے جن مدارس کو آپ نے اپنی خدمت سے سرفراز فرمایا ان کے

اسماء حسب ذیل ہیں:

● جامعہ نعیمیہ، لاہور ● جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ● دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ ● دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ● مدرسہ اسلامیہ اشاعت الاسلام، چکوال۔ ان مدارس میں سب سے زیادہ وقت آپ نے جامعہ نظامیہ میں گزارا۔ اور جب تک باصحت رہے، اپنی مسند تدریس سے خدمت علم قرآن، علم حدیث وفقہ فرماتے رہے اور مروّجہ تمام علوم کا فیض اپنے طلبہ پر تقسیم فرماتے رہے۔

تلامذہ

حضرت علامہ شرف قادری سے شرف تلمذ پانے والے شائقین علم کی تعداد تو غالباً ہزاروں سے متجاوز ہوگی مگر ان میں وہ نوجوان افاضل جنہوں نے بعد فراغ نمایاں خدمات کا بیڑا اُٹھایا، اس خوش نصیب گروہ سے، چیدہ چیدہ اسماء یہ ہیں:

مولانا مفتی محمد خان قادری	مولانا محمد صدیق ہزاروی
مولانا حافظ عطا محمد	مولانا محمد عبدالستار سعیدی
مولانا خادم حسین رضوی	قاری عبدالرسول، کوٹ اڈو
مولانا صاحبزادہ سردار احمد صاحب	مولانا صاحبزادہ حبیب احمد
مولانا عزیز اللہ، لاڑکانہ	مولانا غلام نصیر الدین چشتی
مولانا حافظ عبدالغفور گولڑوی	مولانا غلام نبی
مولانا حافظ شاہد اقبال	مولانا عبدالرشید قریشی
مولانا احمد دین	مولانا رفیق چشتی
مولانا عصمت اللہ	صاحبزادہ حمید الدین، کشمیر

اولادامجاد

اہل سنت کے تنزل کے اسباب پر، جب ہم غائر نظر ڈالتے ہیں تو متعدد وجوہات کے ساتھ ہمیں نظر آتا ہے کہ ہمارے بڑے بڑے علماء واکابرین کے بعد بہتیرے ایسے خانوادے ہیں جہاں علم دین کا کوئی مشعل بردار نہ رہا حتی کہ مشاہیر علماء وفقہاء کی اولاد اپنے چہروں پر بارلحیہ (داڑھی شریف) اُٹھانے کی قوت سے بھی عاری ہوگی ——— جب کہ ہمارے مخالف کیمپ نے اپنے بعد خود سے بہتر ایک ایک نہیں چار چار اور کہیں ان سے بھی زائد اپنے مشن کے وارثین چھوڑے مجھ کمترین کی اس بات کی تصدیق کے لئے صرف ایک شہر کراچی کا جائزہ ازبس ضروری ہوگا ——— مگر الحمدللہ اس تناظر میں ہم علامہ شرف قادری صاحب مدظلہ کو خوش نصیب پاتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ حتی الامکان اپنی تمام تر صلاحیتوں سے اسلام و دنیائے سنیت کی خدمت سرانجام دی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں نمایاں کام کر دکھایا، بلکہ اپنے صاحبزادوں کو بھی نہ صرف رسمی ورواجی عالم بنا کر چھوڑ دیا بلکہ آپ کی مساعی جمیلہ سے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ممتاز احمد سدیدی نے پورے پاکستان کے اندر درجہ عالیہ کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کرنے کے بعد جامعہ ازہر مصر میں رہ کر "الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً" کے عنوان سے اپنا ایم فل کا مقالہ تحریر کیا اور ازہر یونیورسٹی ہی کی اعلیٰ Phd کی سند اعزاز کے ساتھ حاصل کر کے وطن تشریف لائے۔ اور اپنے اعلیٰ عربی معیار کے مطابق تصنیف وتالیف کے کام میں مشغول ہیں۔ ان کے کاموں میں سے ایک باوقار کام دبئی کے عالم ربانی شیخ محمود سعید ممدوح کے عربی رسالہ "الاعلام" کا شاندار اردو ترجمہ "اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے" کے نام سے مکمل ہو کر اہل نظر سے خراجِ تحسین وصول کر رہا ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

خدا کرے اسی طرح علامہ شرف کے تینوں شہزادگان تاعمر اپنے والد گرامی کا سوز عشق رسول دنیا کو تقسیم کرتے رہیں۔مولا تعالیٰ ہمارے بچوں کو بھی ان کے مثل بنائے اور دین کی خدمت کا شرف بخشے۔آمین

علامہ شرف قادری مدظلہ کے دوسرے صاحبزادے مولانا مشتاق احمد قادری ہیں۔جنہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے دینی علم حاصل کر کے امتیازی درجے کی سندیں حاصل کی ہیں اور اپنے والد بزرگوار کے قلم کی روانی انہیں نصیب ہوئی ہے۔علامہ شرف نے انہیں اپنا خلوص للّٰہیت اور درد دل عطا کیا ہے،متعدد کتب ومقالات منظر عام پر آچکے ہیں۔حضرت علامہ کے تیسرے اور سب سے چھوٹے شہزادے حافظ نثار احمد قادری ہیں جنہیں نشرواشاعت کے شغل سے ذہنی مناسبت ہے۔انہوں نے اپنے برادر بزرگ کے نام کی مناسبت سے ''الممتاز پبلی کیشنز،لاہور کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس سے اب تک متعدد اہم کتابیں طبع کر چکے ہیں۔علامہ شرف اپنے سینکڑوں تلامذہ پچاسوں وقیع تصانیف وتراجم کے ساتھ ساتھ دنیا کو اپنے تین لائق فرزند سونپ کر یقیناً بے حد مطمئن ہوں گے۔مولا کریم ان کی جملہ مساعی کو قبول فرمائے۔

فقیر بدر القادری حضرت کے حال واحوال کی ترجمانی میں عرض گزار ہے:

کچھ غم نہیں کہ چھوڑ کے جاتے ہیں باغ دہر
چھوڑے ہیں باغبان کی دیکھ بھال کو

علامہ شرف ایک دلآویز شخصیت

علم وفضل اخلاص وللّٰہیت کا ایک پیکر جسے کم از کم ۲۵ سال بغیر دیکھے ہم نے ان کا احترام کیا۔ ان کی تصانیف اردو اور عربی کی متعدد کتب وتراجم مقالات ومضامین اور مقدمات کے پس پردہ انہیں جھانکا۔ملت اہل سنت میں بیداری کی روح پھونکنے کی تڑپ میں لحہ لحہ تڑپنے بلکنے اور بے

قرار شب و روز گزارنے والے، حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ جو آج اپنی انتھک تدریسی تصنیفی اور اشاعتی خدمات کی بنیاد پر یقیناً محسن اہل سنت ہیں۔

بعض لوگ اپنی تحریروں کے آئینے میں خوبصورت دکھائی دیتے ہیں اور ان کی شخصیت ان کی قلمی پوشاک سے جدا ہو کر رنگ و آہنگ سے خالی پائی جاتی ہے۔ مگر علامہ شرف اس کے برعکس قلمی دنیا میں اپنا جو خاکہ پیش کرتے ہیں وہ شخصیت حقیقتاً اس سے دلآویز ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیم وتعلم سے اپنی زندگی کا آغاز کرنے والا یہ مسافر روشنیوں اجالوں اور خوشبوؤں کا سوداگر ہے۔ اسلام کی اعلیٰ اقدار سے، اس کا دامن لبریز ہے۔ سلف صالحین کی زندگیوں کو اس نے محض پڑھا اور لکھا ہی نہیں ہے، بلکہ حیات سلف کے جرعات تلخ (کوڑے گھونٹ) کو اس نے نوش بھی کیا ہے۔ اس کی ایک ہی لگن ہے ایک ہی خواہش، اور ایک ہی تمنا ہے کہ اسلام وسنیت کی باد بہاری سے دنیا کو رشک ارم بنا دیا جائے۔

نرم گفتگو، میٹھا لہجہ خاکسارانہ روش، ریاء ونمود سے جدا، عجز وانکساری کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ، نہ صرف اپنے اکابر اور اساتذہ سے بلکہ اپنے معاصرین بلکہ اصاغر اور تلامذہ کے ساتھ بھی ایسی پرخلوص زبان سے تخاطب فرماتے ہیں کہ روح کی گہرائیوں میں ان کے الفاظ شبنم کی پھوار بن کر رہنے لگتے ہیں۔ درجنوں اعلیٰ تحقیقی کتابوں کا باوقار مصنف ہونے کے باوجود۔ ان کی کسی ادا سے خودنمائی کا کوئی پہلو ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک فقیرانہ اسلوب حیات ہے، لگتا ہے گھڑی کی سوئی کی مانند وہ اپنے سلف صالحین کے خطوط پر گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ درد دین وملت لئے ہوئے۔

خاص نعمت یہ ہر ایک ولی کو نہیں دی جاتی

دولت درد مقدر سے ملا کرتی ہے

شرف لقاء

علامہ شرف سے بالمشافہ ملاقات کا شرف پہلی بار سفر پاکستان کے موقع پر نصیب ہوا۔ اُن

دنوں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ میں ہی قیام کرتے تھے۔ بالائی منزل پر آپ کے اہل خانہ رہتے تھے۔ اس چندروزہ قیام کے دوران راقم کو آپ کی علمی مشغولیات کی مختصر جھلک دیکھنے کو نصیب ہوئی۔ اس مسافر بے مایہ پر آپ نے اپنے اخلاق فاضلہ کے روشن نقوش ثبت فرمائے۔ خود ہی اپنے ہاتھ سے عاجز کے لئے ناشتہ اور کھانے کا اہتمام فرماتے اور میری اوقات سے زیادہ میری عزت افزائی فرماتے۔ اس دوران میں نے آپ کے طلبہ کو دیکھا کہ حضرت علامہ رات کا کھانا کھانے میں مشغول ہیں، اس وقت بھی وہ اپنی کتابیں لئے ان سے سوالات کر رہے ہیں، اور آپ ان کے لانیحل سوالات کے جوابات دے کر اُن کی تسلی فرماتے جارہے ہیں۔ اس سفر میں حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ والرضوان سے بھی شرف لقاء نصیب ہوا تھا۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور الہند میں شعبہ نشرواشاعت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد فروری ۱۹۷۶ء میں ماہنامہ اشرفیہ کی ادارت کے دوران علامہ شرف قادری، علامہ منشاء تابش قصوری، اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے قلمی روابط کا آغاز ہوا۔ اور ۱۹۷۸ء میں نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی میں مشیر دینیات کی حیثیت سے آغاز کار کرنے تک اور اس کے بعد سے تا امروز علامہ شرف قادری اُن کے رفقاء حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ سے کسی نہ کسی انداز میں قلمی رابطہ، مجھ غریب الدیار کے لئے ایک نہایت مضبوط سہارے کی حیثیت رکھتا ہے۔

آج جب کہ حضرت علامہ شرف قادری صاحب قبلہ علیل ہیں۔ جسمانی اعتبار سے کئی عوارض کا شکار ہیں۔ پھر بھی ان کی دینی علمی اور تبلیغی سرگرمیاں جاری وساری ہیں

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی سوز دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگے گئے ہو تم وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

دُنیائے اہل سنت میں علامہ شرف قادری مدظلہ العالی کی باوقار تصانیف ایک عظیم الشان

صدقۂ جاریہ ہیں جو آج بھی اور آئندہ بھی اہل تحقیق سے دادِ تحسین وصول کرتی رہیں،لوگ ان سے استفادہ کرتے رہیں گے اور مولانا محترم کے اعمال نامہ میں حسنات کے انوار بیش سے بیشتر ہوتے جائیں گے۔علامہ شرف قادری فیوضہ نے اہل سنت کے نوجوان علماء کے لئے اپنے روشن کردار سے ایک شاہراہِ عمل بنادی ہے۔جو قدم قدم ان کی محنتوں مشقتوں اخلاص مندیوں سے دمک رہی ہے۔

آپ کی شخصیت علم وفضل اور کردار وعمل کے لحاظ سے اتنی پر کشش اور قدآور ہے کہ مجھ جیسے بے مایہ اس بات پر ناز کر سکتے ہیں کہ ع

ہم بھی ہیں اُن کے آشناؤں میں

قلمی خدمات

علامہ شرف بذات خود ایک اکیڈمی ہیں درس وتدریس کی گرانمایہ خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اور تراجم کے حوالے سے آپ کی جدوجہد بارآور ہو کر اتنی وسعت اختیار کر چکی ہے کہ اس کو سمیٹنا چنداں آسان نہیں۔آپ نے عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں اپنے قلم کا جوہر دکھایا ہے۔ کتابیں مقالات تراجم کتب پر مقدمات وحواشی کے علاوہ اردو زبان کے علمی جواہر پاروں کو آپ نے عربی کا جامہ پہنایا۔اسی طرح عربی زبان کے اہم مقالات وکتب کو آپ نے اردو میں منتقل کیا۔اور آپ کی اس رُخ سے کی گئی مساعی سے علمی دنیا نے خوب خوب استفادہ کیا اور آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

محترم مولانا عبدالستار طاہر صاحب نے اپنی تصنیف ''محسن اہل سنت''میں تفصیلات رقم کی ہیں جن کے مطابق آپ کی عربی کتب ومقالات کی تعداد ۱۳۔عربی کتب پر حواشی کی تعداد:۷۔عربی کتب پر مقدمات کی تعداد:22۔اردو سے عربی تراجم کی تعداد:3،عربی سے اردو تراجم کتب کی تعداد:۱۹۔عربی مقالات کے تراجم اردو کی تعداد:22 ہے۔اس طرح زبان فارسی کی پانچ اہم کتب پر آپ نے مقدمات لکھے۔فارسی کی اہم کتب (جن میں اشعۃ اللمعات جیسی کتاب بھی ہے) کے

اردو میں ترجمے کیے۔ ۵ فارسی کتب پر حواشی لکھے۔ آپ کا اصل کام زبان اردو ہی ہے۔ اس زبان کو تو آپ نے اپنے علمی فکری اور تحقیقی شہ پاروں سے نوازا اور آپ کے قلم سے تقریباً پچاس کتابیں منظر عام پر آئیں۔ آپ کے قلم سے برآمد ہونے والا ہر مقالہ اور ہر کتاب مسلک حق کی آواز، اسلام وسنیت کی بیباک ترجمان کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ شرف قبلہ کے زبان وقلم سے برآمد ہونے والے ہر دینی علمی لفظ کو اپنے کرم کے نور سے میزان کر کے شرف قبول بخشے۔ دارین میں ان کے لئے توشہ وسیلہ شرف بنائے۔ انہیں تادیر بصحت وسلامتی ہم میں سرپرستی کرنے والا بنا کر رکھے۔ ان کا اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وخیر یہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۲۸۶

ذوالمجد الشرف حضرت علامہ شرف صاحب قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ——— امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ یہ دور افتادہ بھی آپ جیسے نیکوں متقیوں اور پرہیزگاروں کے صدقے زندہ بخیر ہے۔ کئی ماہ ہوئے آپ کی شخصیت اور کارناموں کے تعلق سے کچھ لکھنا شروع کیا تھا۔ تا ہنوز جیسا چاہتا تھا لکھ کر پورا نہ کر سکا تاہم جیسا تیسا ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ لاہور کے قدردانوں نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں خصوصی تحائف اور ہدایا پیش کیے پڑھ کر خوشی ہوئی۔ بہت بہت مبارک ہو ——— آغاز جولائی میں امید ہے کہ چند روز کے لئے لاہور آنا ہو۔ اگر آیا تو آپ کی عیادت کی سعادت پانا چاہتا ہوں۔ برائے کرم اس بات کی خبر سوائے علامہ منشاء صاحب قبلہ کے کسی کو نہ دیں۔ انہیں بھی عریضہ لکھ رہا ہوں۔ سال آئندہ نعت ونظم شریف کے بارہ مجموعے ایک ساتھ طبع کرانے کا ارادہ ہے۔ ۶ کتابیں بالکل نئی ہیں۔ چاہتا ہوں کہ آپ اور لاہور کے دیگر علماء، ادباء اور ارباب شعر وسخن کی آراء میسر آجائیں۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

صاحبزادہ محمد عاصم قادری، خانقاہ عالیہ قادریہ۔انڈیا

میرے کرم فرما حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب sms اور کبھی E-mail کے ذریعہ خیر خیریت لیتے رہتے ہیں، ان کا sms کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ پڑھتے ہی ہونٹوں پر ایک بے ساختہ تبسم مچل جاتا ہے۔ایک ستمبر کی دوپہر میں حسب معمول مطالعہ کی میز پر تھا کہ اچانک محترم کا میسج موصول ہوا، میسج کھولتے وقت میں ذہنی طور پر مسکرانے کے لئے تیار تھا، بڑی بیتابی سے میں نے میسج پڑھا، خلاف توقع میسج پڑھتے ہی ایسا لگا جیسے کسی نے سینے پر ایک گھونسا رسید کردیا ہو، ''مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب آج وفات پاگئے''۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔میں نے کتاب بند کردی، اور حضرت علامہ شرف قادری صاحب کے بارے میں سوچنے لگا، ان کا سراپا نظروں کے سامنے آگیا، میں ماضی کی یادوں میں گم ہوگیا۔

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے شرف صاحب کے نام سے میں پہلی بار اس وقت واقف ہوا جب میں پہلی جماعت میں ''نحو میر'' پڑھ رہا تھا، میرے زیر درس نحو میر کا وہ نسخہ تھا جو محترم شرف صاحب کے اردو حاشیہ کے ساتھ شائع کیا گیا تھا، شروع شروع میں تو میں نے اس حاشیہ پر زیادہ توجہ نہیں کی لیکن جب استاذ محترم حضرت مولانا رحمت اللہ قادری صاحب نے یہ فرمایا کہ ''اگر تم اس حاشیہ کو غور سے سمجھ کے پڑھ لو تو ہدایت النحو پڑھنے والے طلبہ سے بھی بحث کرسکتے ہو''۔بس پھر کیا تھا ''ہدایت النحو کے طلبہ سے بحث'' کا ایسا جنون سوار ہوا کہ میں نے پوری توجہ سے اس حاشیہ کو پڑھنا اور ضروری باتیں یاد کرنا شروع کردیں، یہ تو یاد نہیں آرہا ہے کہ کبھی ''ہدایت النحو کے طلبہ سے بحث'' کی نوبت آئی یا نہیں اور اگر آئی تو اس کا نتیجہ کیا رہا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ خود میں نے جب ہدایت النحو اور شرح

حاشیہ حامل پڑھنا شروع کی تو اس حاشیہ کی وجہ سے ان کتابوں کو سمجھنا میرے لئے آسان ہو گیا۔ جب شعور پختہ ہوا اور درسیات کے علاوہ بھی ادھر اُدھر کی کتابیں دیکھنا شروع کیں تو استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی کی "تحقیق الفتوی" پڑھنے کا اتفاق ہوا (یہ الگ بات ہے کہ اس وقت وہ کتاب زیادہ سمجھ میں نہیں آئی تھی) اصل کتاب فارسی میں تھی علامہ شرف صاحب نے اس کا سلیس ترجمہ کیا ہے اور ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے، یہ شرف صاحب سے میری دوسری ملاقات تھی، اس کے بعد "باغی ہندستان" میں شامل شرف صاحب کا ضمیمہ دیکھا، پھر سیف الجبار کا مقدمہ پڑھا، "القول الجلی کی بازیافت" کے عنوان سے ان کا تفصیلی مضمون دیکھا، استاذ العلما مفتی عزیز احمد قادری بدایونی کا ترجمۂ قرآن پاکستان سے چھپ کر آیا تو اس پر بھی شرف صاحب کا مقدمہ اور تعارف مترجم موجود تھا، ان کے علاوہ بھی اور بہت سی تحریریں دیکھیں، ان سب کو پڑھ کر شرف صاحب کی شخصیت کا جو خاکہ ذہن میں بنا وہ کچھ اس طرح تھا کہ درس نظامی کے بہترین عالم، مدرس، محقق سنجیدہ اور تعمیری فکر کے حامل، ایک شگفتہ، باوقار، رواں دواں اور عالمانہ قلم کے مالک، وسیع القلب، کشادہ نظر، مشربی تعصبات اور تنگ نظریوں سے پاک، اور جماعت وملت کا حقیقی درد رکھنے والی شخصیت۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ خالص درسگاہی اور دارالافتائی حضرات باغ و بہار اور طلسم ہوشربا کے زمانہ کی اردوئے معلّیٰ لکھنے کے عادی ہوتے ہیں، یہ کوئی قاعدۂ کلیہ نہ سہی لیکن کسی نہ کسی درجہ میں اس کو درست مانا جا سکتا ہے، تاہم اگر یہ قاعدۂ کلیہ ہی ہو تب بھی میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح ہر قاعدۂ کلیہ سے کچھ جزئیات مستثنیٰ ہوتے ہیں اسی طرح اس قاعدہ سے دو لوگ مستثنیٰ ہیں (یہ میرا ناقص خیال ہے، ورنہ اس فہرست میں اور بھی نام ہو سکتے ہیں) ایک مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور دوسرے علامہ عبدالحکیم شرف قادری، ان دونوں حضرات کے قلم میں میں نے یہ خاص بات نوٹ کی کہ خالص درسگاہی ہونے کے باوجود یہ حضرات

ایک شگفتہ ،اور معیاری نثر لکھنے پر قدرت رکھتے ہیں۔شرف صاحب کی تحریروں میں میں نے ایک خاص بات یہ بھی دیکھی کہ وہ جماعت کی ''یک قطبیت'' کے نظریہ کے حامل نہیں تھے، بلکہ تمام اکابر اہل سنت کے کارناموں کا اعتراف، تمام قدیم خانقاہوں اور خانوادوں کی علمی اور تبلیغی خدمات کا تذکرہ ،اور تمام معاصر علما و مشائخ کی قرار واقعی قدر و منزلت کے قائل تھے ۔نہ تو غیر ضروری طور پر کسی کے تذکرے کو طول دیتے تھے اور نہ ہی موقع محل کے تقاضے کے باوجود کسی کے ذکر میں بخل سے کام لیتے تھے ،یہ ان کی ایسی خوبی تھی جو ان کو ان کے بیشتر معاصرین سے ممتاز کرتی ہے ۔اکتوبر ۱۹۹۸ء میں حضرت تاج الفحول شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کے سوسالہ عرس کے موقع پر عالمی پیمانے پر جشن صد سالہ کا انعقاد کیا گیا،اس میں شرکت کے لئے میں نے حضرت شرف صاحب کی خدمت میں دعوت پیش کی ،آپ نے منظور فرمائی ،لیکن قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے ہزار کوشش کے باوجود ان کو ہندستان کا ویزہ نہیں مل سکا ،لہٰذا وہ جشن میں شریک تو نہ ہو سکے لیکن وعدے کے مطابق ماہنامہ مظہر حق بدایوں کے ''تاج الفحول نمبر'' کے لئے ایک مبسوط مقالہ ارسال فرمادیا جو آج نمبر کی زینت ہے ،اور اس کے معیار، ثقاہت اور وقعت میں اضافہ کر رہا ہے۔شرف صاحب نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں ،درجنوں عربی فارسی کتابوں کو اردو کا قالب عطا کیا ،اکابر کی بہت سی نایاب و نادر کتابیں غبار آلود الماریوں سے نکال کر تقدیم و تحقیق کے ساتھ شائع کیں ،بے شمار کتابوں پر مقدمہ ،تقریظ ،تقریب اور تعارف تحریر کیا ،اس کے علاوہ سیکڑوں طویل و مختصر مضامین و مقالات تحریر فرمائے گویا ان کی پوری زندگی لکھنے پڑھنے ہی میں صرف ہوئی۔

ستمبر ۱۹۹۹ء میں ازہر شریف میں میرا داخلہ کروانے کے لئے والد گرامی قدر حضرت شیخ عبدالحمید سالم قادری مدظلہ مجھے مصر لے گئے ،ازہر شریف میں سب سے پہلے جس اردو بولنے والے طالب علم سے ملاقات ہوئی وہ فاضل جلیل ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب تھے ،تعارف کے بعد

معلوم ہوا کہ آپ علامہ عبدالحکیم شرف صاحب کے فرزند ہیں، اور یہاں ازہر میں، اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری پر پی، ایچ ڈی. کر رہے ہیں، ان سے ملاقات کر کے مجھے اپنائیت کا احساس ہوا، اور لا شعور میں اجنبی ملک میں تنہا رہنے کا جو ایک خوف سا تھا وہ ممتاز صاحب سے ملاقات کر کے اطمنان میں تبدیل ہو گیا، ممتاز صاحب نے بتایا کہ چند ہی روز میں پاکستان سے علامہ شرف قادری صاحب اور حضرت سید وجاہت رسول قادری صاحب تشریف لانے والے ہیں، میرے لئے یہ اطلاع کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی، بہر حال یہ دونوں حضرات مصر تشریف لائے، اور ایک دن اچانک ممتاز صاحب دونوں حضرات کو لے کر ہمارے ہوٹل پہنچ گئے، یہ شرف صاحب سے والد گرامی کی بھی پہلی ملاقات تھی، اور میں بھی پہلی بار ان کی زیارت کر رہا تھا، ان کو دیکھ کر، اور ان کی گفتگو سن کر جو پہلا تاثر میرے ذہن پر قائم ہوا وہ یہ تھا کہ۔ ع۔ ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

اس سفر میں ان سے مزید چند بار نیاز حاصل ہوا، ان کی کسر نفسی، تواضع، اخلاق، اور خوردہ نوازی نے بے حد متاثر کیا، علم وفن کی ان ہمالیائی بلندیوں پر فائز ہونے کے باوجود ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کے لئے بھی انکسار، تواضع اور شفقت بھرا سلوک کرنا، عظمت کا یہ پہلو یا تو میں نے اپنے استاذ گرامی امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب میں دیکھا یا پھر اس کی جلوہ نمائی حضرت علامہ شرف صاحب میں نظر آئی۔

مصر میں میرے پانچ سالہ قیام کے دوران محترم ممتاز سدیدی صاحب سے بڑے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے، اگر چہ وہ مجھ سے بہت سینئر تھے مگر انہوں نے کبھی اپنے اس ''بڑے پن'' کا احساس نہیں کروایا، ممتاز صاحب کے ذریعہ شرف صاحب کی خیریت برابر ملتی رہتی تھی، ممتاز صاحب علامہ محمد فضل حق خیرآبادی کی عربی شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر مدرسہ قادریہ بدایوں کے کتب خانہ میں اس سلسلہ میں کچھ مواد ہو تو وہ فراہم کرو، میں جب تعطیل

میں انڈیا آیا تو اپنے کتب خانہ کے حصہ مخطوطات کا جائزہ لیا، حسن اتفاق کتب خانہ میں استاذ مطلق علامہ خیر آبادی کے آٹھ دس غیر مطبوعہ قصائد موجود تھے، میں نے ان کی فوٹو کاپی کروا کے ممتاز صاحب کی خدمت میں پیش کر دی، ایک بار ممتاز صاحب کے توسط سے بذریعہ انٹرنیٹ شرف صاحب سے بات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، ان قصائد کی فراہمی پر بہت دیر تک شکریہ ادا کرتے رہے اور دعاؤں سے نوازتے رہے، میں نے عرض کیا لا شکر علی الواجب یہ تو میرا فرض تھا، میرے دادا حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی دو واسطے سے علامہ خیر آبادی کے شاگرد ہیں، اور ان کے والد حضرت تاج الفحول براہ راست استاذ مطلق خیر آبادی کے شاگرد تھے، ان دونوں نسبتوں کی وجہ سے علامہ پر ہونے والے کسی بھی کام میں تعاون کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ اس جواب پر مزید خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

یہ غالباً جنوری ۲۰۰۴ء کی بات ہے، جب میں مصری دارالافتاء میں "تربیت افتاء" کا کورس کر رہا تھا، یہ مصر میں میرا آخری سال تھا، ایک روز ممتاز صاحب نے بتایا کہ قبلہ شرف صاحب مصر تشریف لا رہے ہیں، مجھے اس خبر سے مسرت ہوئی کہ ایک بار پھر مصر میں زیارت اور استفادہ کا موقع میسر آ گیا۔ ممتاز صاحب کے احباب میں سے کسی کے فلیٹ میں ان کے قیام کا انتظام کیا گیا تھا، میں جب ملاقات کے لئے جانے لگا تو دل میں خیال آیا کہ خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں ہے، کوئی تحفہ لیتا چلوں، سوچا کہ عمدہ قسم کی مصری مٹھائی خرید لوں، پھر معاً یاد آیا کہ پچھلی بار جب تشریف لائے تھے تو ہاتھ میں معمولی قسم کی گھڑی باندھے ہوئے تھے، لہٰذا میں نے سوچا کہ ایک قیمتی گھڑی نذر کر دوں، پھر خیال آیا کہ حضرت پڑھنے لکھنے والے آدمی ہیں گھڑی کے مقابلہ میں ان کے لئے کتابوں کا تحفہ زیادہ مناسب رہے گا، مگر سوال یہ ہے کہ کون سی کتاب پیش کروں وہ ایسے وسیع المطالعہ ہیں کہ دنیا جہان کی کتابیں ان کی نظر سے گذر چکی ہیں، آخر یہ طے کیا کہ کتاب کے بارے

میں خود انہیں سے پوچھ لوں گا محب گرامی مولانا تاج محمد قادری ازہری کے ساتھ ملاقات کے لئے حاضر ہوا، میں جب کمرے میں داخل ہوا تو حضرت بیڈ پر تشریف فرما تھے، دیکھتے ہی از راہ کرم فرمائی کھڑے ہو گئے گلے سے لگالیا، میں نے دست بوسی کرنا چاہی تو مسکرا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اپنے پاس بٹھایا، والد گرامی کی خیریت پوچھی، تعلیم کے بارے میں پوچھا، اور کافی دیر تک مشفقانہ گفتگو کرتے رہے، میں نے کتاب کے بارے میں عرض کیا تو پہلے تو فرماتے رہے کہ اس زحمت کی کیا ضرورت ہے، جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا "ابو حمزہ الازدی کی کتاب بهجة النفوس کی تلاش تھی ، پاکستان میں تو ملتی نہیں ہے اگر یہاں دستیاب ہو تو بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ ایک دو روز میں آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا، یہ کتاب عبداللہ بن سعد ابو حمزہ الازدی متوفی ۶۷۵ھ کی ہے ،مصنف نے اس میں صحیح بخاری کی منتخب احادیث جمع کر کے ان کی فاضلانہ شرح کی ہے، کتاب کا پورا نام "بهجة النفوس وغايتها بمعرفة مالها وما عليها" ہے، اگلے تین چار روز میں مَیں نے قاہرہ کے بیسیوں مکتبے کھنگال ڈالے مگر یہ کتاب نہیں ملی، میرے دوست تاج محمد صاحب نے مشورہ دیا کہ ہمارے کلیہ اصول الدین کی لائبریری میں یہ کتاب موجود ہے وہاں سے فوٹو کاپی کروالی جائے، ہم نے بات کی مگر کچھ ایسی قانونی پیچیدگیاں آڑے آگئیں کہ فوٹو کاپی ممکن نہ ہو سکی ، مجھے بہت ندامت اور شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا، بہر حال میں نے صورت حال سے ان کو آگاہ کر دیا، اور عرض کیا کہ کسی اور کتاب کے بارے میں حکم فرمائیں، انہوں نے پھر فرمایا کہ چھوڑو کیوں زحمت میں پڑتے ہو، میں نے عرض کیا کہ یہ زحمت نہیں بلکہ میری سعادت ہوگی، آپ نے فرمایا اچھا اگر اصرار ہی ہے تو فتح المتعال لے آؤ، یہ کتاب شیخ احمد المغربی کی ہے اس کا پورا نام "فتح المتعال في مدح النعال" ہے، سوئے اتفاق مجھے اگلے دن کسی ضروری کام سے اسکندریہ جانا پڑ گیا، واپس آیا تو ایک دن دار الافتاء میں مصروف رہا اگلے روز کتاب خریدنے نکلا تو کئی جگہ معلوم کرنے پر یہ

کتاب بھی نہیں ملی، ایک مکتبہ والے نے کہا کہ کتاب کے دو تین نسخے گودام میں کہیں رکھے ہیں کل آ جایئے میں نکلوا کر رکھ لوں گا، اگلے دن اس کے پاس پہنچا تو اس نے معذرت کی کہ میں کتاب تلاش نہیں کروا پایا آپ شام کو آ کر لے جائیں میں ابھی تلاش کرواتا ہوں، شام کو میں کسی الجھن کا شکار ہو گیا اور کتاب لینے نہیں جا سکا، اسی طرح شرف صاحب کی روانگی کا دن آ گیا اور میں کتاب نہیں لا سکا، میں نے بڑی ندامت سے کہا کہ دو تین ماہ کے بعد ممتاز صاحب پاکستان جانے والے ہیں میں یہ دونوں کتابیں ان کے ساتھ بھیج دوں گا، ممتاز صاحب کی روانگی کے وقت تک **بهجة النفوس** تو دستیاب نہ ہو سکی البتہ میں نے فتح المتعال ان کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔

ایک روز بعض احباب نے (غالباً برطانیہ کے طلبہ نے) حضرت کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا تھا، ہند و پاک کے علاوہ اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی مدعو تھے، مجھے بھی دعوت دی گئی تھی، میں پہنچا تو حضرت حسب عادت شفقت اور محبت سے پیش آئے، ہال میں کافی طلبہ اور پاکستانی سفارت خانہ کے کچھ افراد موجود تھے، میں اپنے آپ کو "بدنام کنندہ نکو نامے چند" سمجھتا ہوں، میرے قریبی احباب میری اس عادت سے واقف ہیں کہ میں اپنے اسلاف کی عظمت، ان کے کارنامے، اور ان کی خدمات کا جا اور بے جا تذکرہ کر کے اپنا قد اونچا کرنے کی کبھی کوشش نہیں کرتا، میں جب شرف صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بہت دیر تک طلبہ اور سفارت خانہ کے افراد کے سامنے اکابر بدایوں کی خدمات کا تذکرہ فرماتے رہے، مجھے ایک عجیب قسم کی شرمندگی کا احساس ہوا۔

ممتاز صاحب نے بتایا تھا کہ شرف صاحب اردو میں ترجمۂ قرآن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ابھی چند روز قبل ماہنامہ اشرفیہ کا تازہ شمارہ نظر سے گزرا اس میں شرف صاحب کا خط شائع کیا گیا ہے، اس میں حضرت لکھتے ہیں کہ ترجمۂ قرآن کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، یہ پڑھ کر مجھے بڑی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کچھ یادیں، کچھ باتیں

علامہ نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ۔ انڈیا

۶ ستمبر کو میں ایک لمبے سفر سے واپس ہونے کے بعد سخت تکان سے دو چار تھا، رات کے کھانے اور عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد آرام کرنے کے لیے بستر پر دراز ہی ہوا تھا کہ اچانک موبائل کی گھنٹی بجی، میں نے موبائل اٹھایا تو اسکرین پر حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی مدظلہ، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کا نام دیکھا، فوراً فون ریسیو کیا، اُدھر سے حضرت کی آواز آئی السلام علیکم و رحمة الله و بركاته ۔میں نے مسنون طریقہ پر سلام کا جواب دے کر خیریت پوچھی، سلام اور خیریت کے بعد حضرت نے بتایا کہ علامہ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۹۹۸ھ) کے ملفوظات کے ترجمہ اور اس پر آپ کے لکھے ہوئے حالاتِ مصنف کی کمپوزنگ بحمدہٖ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے، آئندہ ہفتے اسے طباعت کے لیے دہلی بھیج دیا جائے گا، پھر فرمایا کہ آپ سے گزارش ہے کہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ والرضوان کے تعلق سے ایک تعزیت نامہ ان کے صاحبزادۂ گرامی مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی مدظلہ کے نام ضرور بھیج دیں، میں نے حیرت وافسوس سے بھرے ہوئے لہجے میں پوچھا کہ کیا علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ والرضوان، اللہ کو پیارے ہو گئے؟ کب یہ حادثہ ہوا؟ مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ وہ تو یکم ستمبر، شنبہ دن ہی رحلت فرما گئے، کیا آپ کو خبر نہیں؟ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں حضرت علامہ کے تعلق سے ان کے صاحبزادگان اور پسماندگان سے ضرور تعزیت کروں گا، کیونکہ حضرت علامہ قادری علیہ الرحمہ والرضوان کا مجھ پر کئی طرح سے حق بنتا ہے، جہاں وہ برصغیر میں اہل سنت و جماعت کے چوٹی کے عالم، اپنے علمی و تصنیفی کارناموں کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت فرمانے والے اور پوری جماعت اہل سنت کے محسن تھے وہیں

حضرت سے میرے ذاتی تعلقات بھی تھے اور جب وہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تھے تو میں نے تبرکا حضرت سے ایک حدیث پڑھ کر شرف تلمذ بھی حاصل کیا تھا۔

یہ جان کاہ خبر سننے کے بعد کچھ دیر تو مجھ پر سکتے کی کیفیت طاری رہی، دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو چھلک پڑے، سخت تھکاوٹ کے باوجود آنکھوں سے نیند اچاٹ ہو گئی اور رہ رہ کے حضرت کی یاد آتی رہی اور اشک رواں کے پانی سے قلب وجگر کی سوزش بجھانے کی سعی لاحاصل کرتی رہی، گویا زبان حال سے کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا:

أمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ · بِذِيْ سَلَمِ

مَزَجْتَ دَمْعًا جَرىٰ مِنْ مُقْلَةٍ · بِدَمِ

أَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ

وَ أَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا

وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

1- کیا تجھے "ذی سلم" کے ہمسائے یاد آرہے ہیں کہ تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو رواں ہیں۔

2- یا کاظمہ کی جانب سے بادِ محبت چلی ہے یا کوہ اضم سے تاریکی میں کوئی بجلی چمکی ہے؟

3- آخر تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ان سے کہو رک جاؤ تو اور اشک بار ہو جاتی ہیں اور تیرے دل کو کون سا روگ لگ گیا ہے کہ اس سے کہو ہوش میں آ جا تو اور مدہوش ہو جاتا ہے؟

اس کے باوجود سوزش نہانی تھی کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

لاکھ برس گئی گھٹا سوزِ دروں نہ کم ہوا

آگ سی ہے لگی ہوئی دیدۂ اشک بار میں

اسی درمیان میں ماضی کی یادوں میں کھو گیا، حضرت علامہ قادری علیہ الرحمہ سے مجھے تین بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

1- پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں جامعہ اشرفیہ سے فارغ ہونے کے بعد دار العلوم قادریہ چریا کوٹ (ضلع مئو، اتر پردیش) میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، یہ کوئی 1991ء کی بات ہے، جب عرس رضوی کا زمانہ آیا تو میں مصلح قوم وملت حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی مصباحی مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم قادریہ کے ہمراہ بریلی شریف کے لیے روانہ ہوا، حضرت نے راستے میں بتایا کہ اعظم گڑھ بس اسٹیشن پر آپ کے استاذ گرامی خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی سے تین بجے شام کو ملنے کا وعدہ ہے۔ وہیں سے حضرت کی قیادت میں یہ سہ رکنی کارواں بریلی شریف کے لیے روانہ ہوگا مگر سوئے اتفاق چریا کوٹ سے ہی ہماری بس تاخیر سے چلی اور ہم لوگ مقررہ وقت پر اعظم گڑھ نہیں پہنچ سکے، ادھر علامہ مصباحی نے کچھ دیر اسٹیشن پر ہم لوگوں کا انتظار کیا، پھر وہ بس کے ذریعہ لکھنؤ اور وہاں سے بریلی شریف کے لیے چل پڑے۔ اس طرح اب ہمارا قافلہ سہ رکنی ہونے کی بجائے دو رکنی ہی رہ گیا، سفر کے دوران علامہ نعمانی صاحب نے بتایا کہ ہم لوگوں کو بریلی شریف کے بعد سرہند شریف (پنجاب) بھی جانا ہے، اس سفر کا ایک مقصد تو مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے مزار پر حاضری دینا ہے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ محقق اہل سنت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی سے ملاقات کرنا ہے، کیونکہ حضرت علامہ، پاکستانی قافلہ کے ہمراہ عرس مجددی میں شرکت کے لیے سرہند شریف تشریف لا رہے ہیں، اگر آپ کا ارادہ بھی ہو تو ساتھ چلیں، میں نے عرض کیا کہ سرہند شریف میں کبھی حاضر نہیں ہوا، اس لیے میں آپ کے ہمراہ وہاں ضرور چلوں گا تاکہ میں مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ علامہ شرف قادری مدظلہ کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہو سکوں، اس طرح ''آم کے آم، گٹھلیوں کے دام'' اور

''ایک پنتھ، دو کاج'' والا معاملہ رہے گا۔

بہر حال بڑی پریشانی سے گاڑیوں پر گاڑیاں تبدیل کرتے ہوئے ہم لوگ کسی طرح بالکل قل شریف کے وقت بریلی شریف، اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں پہنچے جہاں عرس رضوی کی تقریبات ہوتی ہیں، قل میں شریک ہو کر روضۂ اعلیٰ حضرت پر حاضری دی اور باہر نکلے تو حضرت نعمانی صاحب کے شناسا ایک عالم دین سے ملاقات ہو گئی انہوں نے بتایا کہ علامہ محمد احمد مصباحی صاحب مدظلہ ابھی کچھ دیر پہلے پنجاب میل سے سرہند شریف کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، ہم لوگوں کو بڑا افسوس ہوا کہ یہاں سے بھی حضرت کی رفاقت سے محرومی ہی رہی، آخر کار کھانا اور نماز سے فراغت کے بعد ہم لوگ بریلی ریلوے اسٹیشن پر آئے، وہاں مناظر اہل سنت علامہ عبدالمنان کلیمی مصباحی مدظلہ سے ملاقات ہوئی جو مراد آباد جانے کے لیے ٹرین کے انتظار میں تھے، انہوں نے بتایا کہ ابھی ایک گھنٹے بعد سہارن پور جانے والی ایک ٹرین ہے، آپ لوگ اسی سے سہارن پور تک چلے جائیں، پھر بس کے ذریعہ سرہند شریف کا سفر کر لیں، بہر حال کافی انتظار کے بعد ہم لوگوں کو سہارن جانے والی ایک ٹرین ملی، سہارن پور سے بذریعہ بس انبالہ اور وہاں سے پٹیالہ اور پھر سرہند شریف پہنچے۔

سرہند شریف پہنچ کر ایسا محسوس ہوا کہ ہم لوگ اپنے ملک اور اپنے وطن میں بھی اجنبی ہیں، ہر طرف ناشناسا اور اجنبی چہرے، کہیں دور دور تک بھی کوئی شناسا نظر نہیں آرہا تھا، سب سے پہلے آستانۂ مجددی کے قریب ایک مسجد میں داخل ہوئے، وضو کر کے نماز ادا کی، پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار پاک پر حاضری دی۔

اس طرح اس سفر کا ایک مقصد تو پورا ہو گیا، اب دوسرا مقصد حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری سے ملاقات اور شرف نیاز حاصل کرنا تھا، اس میں ایک پریشانی یہ تھی کہ حضرت کی قیام گاہ ہم لوگوں کو معلوم نہیں تھی، اب ہمیں یہ پتہ لگانا تھا کہ پاکستانی زائرین کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، اللہ اللہ

کر کے کسی طرح یہ سراغ لگا کہ پاکستانی زائرین کا قیام دو جگہ پر ہے، ایک تو آستانہ مجددی سے قریب ہی ایک دو منزلہ عمارت میں، اور دوسری جگہ آستانہ سے کافی دور ہے، ہم لوگ اپنا سامان لیے ہوئے اس دو منزلہ عمارت کی بالائی منزل پر پہنچے، وہاں بڑی تعداد میں پاکستان کے زائرین موجود تھے، انہیں میں سے کچھ لوگوں سے پوچھا کہ ہم لوگ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ سے ملنا چاہتے ہیں، وہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ جواب ملا کہ ہم لوگ کراچی کے ہیں، ہم انہیں نہیں پہچانتے، البتہ ہال کے جنوبی حصے میں لاہور کے زائرین کا قیام ہے، ان سے معلوم کر لیں، ہم لوگ ان کا شکریہ ادا کر کے لاہوری زائرین کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت علامہ کے بارے میں دریافت کیا، ایک مولانا صاحب (جن کا نام اس وقت ذہن میں محفوظ نہیں) سے معلوم ہوا کہ ہاں! وہ یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں، لیکن کسی ضرورت سے باہر گئے ہوئے ہیں، ہم لوگ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے، لیکن حضرت واپس تشریف نہ لائے، مجبوراً ہم لوگ وہاں سے اٹھ کر ان کی تلاش میں نکلے، قیام گاہ سے ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عمامہ باندھے ہوئے ہیں، مگر مشکل یہ تھی کہ وہاں عمامہ والے بہت سے لوگ نظر آ رہے تھے اور ہم دونوں میں سے کوئی بھی انہیں چہرے سے پہچانتا نہ تھا، حضرت نعمانی صاحب کا ایک عرصہ سے خط و کتابت کے ذریعہ حضرت سے رابطہ تھا، لیکن ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی۔

ادھر جوں ہی ہم لوگ حضرت کی قیام گاہ سے باہر آئے تھوڑی ہی دیر میں حضرت اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے، وہاں لوگوں نے انہیں بتایا کہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یو-پی) سے کچھ لوگ آپ کی ملاقات کے لیے آئے ہیں، کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد باہر آپ کو تلاش کرنے کے لیے گئے ہیں اور یہ کہہ کر گئے ہیں کہ ابھی کچھ دیر بعد پھر آئیں گے، حضرت صاحب نے جوں ہی مبارک پور کا نام سنا بے چین ہو گئے اور بے چینی اتنی بڑھی کہ ہم لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے پھر قیام گاہ سے باہر نکل پڑے، ادھر ہم لوگ سامان اٹھائے اٹھائے انہیں تلاش کرتے کرتے تھک کر چور ہو چکے تھے اور حالت کچھ یہ تھی کہ:

اب حسنِ جدہ کی زنجیر بنی جاتی ہے
راہ کا شوق یہ کہتا کہ چلتے رہیے

مگر یہ ولولۂ شوق بھی کہاں تک ساتھ دیتا آخر طے یہ ہوا کہ آستانہ شریف کی مسجد میں سامان رکھا جائے اور ایک آدمی سامان کی حفاظت کرے اور دوسرا حضرت کی تلاش میں مصروف ہو، میں سامان کے ساتھ مسجد میں ٹھہرا اور حضرت نعمانی صاحب مدظلہ حضرت کو تلاش کرنے کے لیے نکلے، اتفاقاً سامنے بھیڑ میں ایک بزرگ عمامہ باندھے ہوئے نظر آئے، حضرت نعمانی صاحب نے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور معلوم کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جواب ملا کہ مجھے محمد عبدالحکیم شرف قادری کہتے ہیں، میں لاہور (پاکستان) کا رہنے والا ہوں، پھر نعمانی صاحب نے بلا تامل کہا کہ مجھے محمد عبدالمبین نعمانی کہتے ہیں اور میں چریا کوٹ، مئو (یو۔پی) سے آیا ہوں، اتنا سننا تھا کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور کس قدر خوش ہوئے اس کو صحیح طور پر وہی لوگ بتا سکتے ہیں، پھر حضرت نعمانی صاحب نے کہا کہ آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے چلیں اور میں سامان اور اپنے رفیق سفر (مولانا نفیس احمد مصباحی) کے ساتھ ابھی قیام گاہ پر حاضر ہوتا ہوں، مگر یہ بات حضرت علامہ قادری صاحب کی بلند اخلاقی کو گوارا نہ ہوئی اور فرمایا: نہیں میں بھی آپ کے ساتھ مسجد چلتا ہوں، اور تینوں آدمی ایک ساتھ قیام گاہ پر چلیں گے۔

میں مسجد کے ایک گوشہ میں سامان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دیکھا کہ مسجد کے دروازے سے نعمانی صاحب کے ساتھ ایک بزرگ میری جانب تشریف لا رہے ہیں جن کے سر پر عمامہ شریف کا تاج سجا ہوا ہے، اور چہرے پر عالمانہ وقار اور بزرگانہ شان کے آثار ہویدا ہیں اور لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے، میری نظر جوں ہی آپ کے چہرۂ زیبا پر پڑی دل نے بے ساختہ کہا: ہو نہ ہو، یہی محسنِ ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی ہیں، میں بے ساختہ تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور آگے

بڑھ کر سلام ومصافحہ اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا، حضرت نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور بزرگانہ شفقت کے ساتھ مجھے گلے لگالیا، دعائیں دیں اور بے پناہ خوشی کا اظہار فرمایا۔

نعمانی صاحب نے فرمایا: اب یہاں سے سامان لے کر حضرت کی قیام گاہ پر چلنا ہے، اتنا سنا تھا کہ حضرت خود ہی آگے بڑھ کر ہم لوگوں کا ایر بیگ اور اٹیچی اٹھانے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضور! اس ناچیز کا ضمیر ابھی اتنا مردہ نہیں ہو گیا کہ اپنے بزرگوں سے اپنا سامان اٹھوائے، مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ آپ میرا سامان اٹھائیں، بڑی مشکل سے حضرت نے ایر بیگ چھوڑا مگر تمام تر اصرار کے باوجود ایک چھوٹا سا بیگ خود لے کر چلے، ہم لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ آگے چلیے، جہاں کہیں میں پیچھے ہو جاتا حضرت اصرار کے ساتھ مجھے آگے چلنے کو کہتے، میں ان کی ہر ہر ادا میں تواضع وانکسار کا عنصر، سنت نبوی کی جھلک اور اخلاق کریمانہ کی خوشبو محسوس کر رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ بلاشبہ یہی وہ علمائے ربانیین ہیں جن سے دین کا تقدس اور اخلاق نبوی کا بھرم قائم ہے۔

قیام گاہ پر سامان رکھنے کے بعد حضرت ہم لوگوں کو ایک ہوٹل میں لائے اور فرمایا کہ آپ لوگ لمبے سفر سے آرہے ہیں، بھوکے ہوں گے، اس لیے پہلی فرصت میں کھانا کھا لیجیے پھر دوسرے کام ہوں گے، ہم لوگوں نے حضرت کے ہمراہ ہوٹل میں حسب منشا شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر حضرت ہم لوگوں سے پہلے ہی کاؤنٹر پر پہنچے اور کھانے کا بل ادا کرنے لگے، میں جلدی سے اٹھ کر وہاں پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے شرمندہ نہ فرمائیں آپ میرے ملک میں تشریف لائے ہیں اور وہ بھی پہلی بار، آپ میرے معزز مہمان ہیں، کھانے کا بل ادا کرنا میرا حق ہے، یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: کہنے کو تو میں پاکستان سے آپ کے ملک میں آیا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ مجھ سے دوگنا بلکہ اس سے بھی زیادہ مسافت طے کر کے مجھ سے ملنے آئے ہیں، یہاں سے لاہور کی مسافت چریا کوٹ اور مبارک پور کی بہ نسبت بہت کم ہے، لاہور صوبۂ پنجاب ہی میں ہے جب کہ آپ پنجاب

نہیں، بلکہ اتر پردیش کے مشرقی حصے سے آئے ہیں، اس لیے آپ میرے مہمان ہیں اور آپ لوگوں کی ضیافت کرنا میرا اخلاقی فریضہ ہے، یہ کہتے ہوئے حضرت نے کھانے کا بل خود ہی ادا کیا اور وہاں سے پھر قیام گاہ کے لیے چلے، اور اس شانِ تواضع کے ساتھ کہ ہم دونوں کو آگے رکھتے اور خود پیچھے ہی چلتے، میں جہاں کہیں پیچھے ہو جاتا مسکرا کر مجھے آگے چلنے کو کہتے، اس تواضع، انکسار اور خاکساری کو دیکھ کر حضرت کی قدر و منزلت میری نگاہ میں پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی، اب میرا سر نہیں دل ان کے احترام میں جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا، اور مجھے سرکار اقدس ﷺ کا یہ ارشاد یاد آیا:

طوبى لمن تواضع فى غير منقصة و ذلّ فى نفسه من غير مسكنة و أنفق من مال جمعه فى غير معصية، و خالط اهل الفقه والحكمة، و رحم أهل الذل والمسكنة، طوبى لمن ذلّت نفسه، و طاب كسبه و حسنت سريرته ، و كرمت علا نيته ، و عزل عن الناس شرّه ، طوبى لمن عمل بعلمه ، و أنفق الفضل من ماله ، و أمسك الفضل من قوله ـ (كنز العُمّال، جلد۲ حديث ۴۳۵۸۲، مطبوعه بيت الأفكا الدوليه)

ترجمہ: اس کے لیے خوشخبری ہے جو بغیر کسی عیب کے تواضع اختیار کرے، اور بغیر کمزوری کے خاکساری و فروتنی کرے، اپنا جمع کردہ مال ایسے کاموں میں خرچ کرے جو گناہ نہیں، اور ارباب علم و حکمت سے میل جول رکھے اور عاجزوں اور کمزوروں پر رحم کرے اور اس کے لیے خوش خبری ہے جس کا نفس تواضع والا ہو، کمائی پاکیزہ ہو، باطن اچھا ہو، ظاہر عزت و کرامت والا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے دور رکھے اور خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنے علم پر عمل کرے، اپنی ضرورت سے زائد مال خرچ کرے اور بلا ضرورت بات نہ کرے۔

پھر ہم لوگ حضرت کی قیام گاہ پر ٹھہرے، حضرت علامہ نعمانی صاحب سے مختلف موضوعات

پر گفتگو ہوتی رہی، میں بہت زیادہ تکان محسوس کر رہا تھا اس لیے نماز عشا کے تھوڑی دیر بعد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا، اور یہ دونوں بزرگ رات دیر تک محو گفتگو رہے، دوسرے دن ہم لوگ حضرت سے اجازت لے کر دہلی، پھر وہاں سے اعظم گڑھ کے لیے روانہ ہو گئے۔

-2 دوسری بار ملاقات کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب آپ کو عالمی علماء و مشائخ کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ ملا، اور اس میں شرکت کے لیے پیہم اصرار بھی رہا، یہ کانفرنس ۱۹۹۸ء میں ممبئی میں منعقد ہونے والی تھی، لیکن کسی وجہ سے ملتوی ہو گئی، اب کانفرنس کے ذمے داران پر لازم تھا کہ تمام مندوبین کو اس کے ملتوی ہونے کی اطلاع دیتے، خدا جانے دیگر مندوبین کو اس کی منسوخی کی اطلاع ہوئی یا نہیں، مگر حضرت صاحب کو اس کی اطلاع نہیں تھی، آپ مقررہ پروگرام کے مطابق کانفرنس میں شرکت کے لیے ممبئی تشریف لے آئے، ممبئی پہنچ کر اس کی منسوخی کا علم ہوا تو پریشان ہونا لازم تھا، بہر حال آپ کے پروگرام میں ممبئی کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور بریلی شریف کا سفر شامل تھا، اس لیے ممبئی میں چند دن قیام کرنے کے بعد آپ بذریعہ ٹرین مبارک پور کے لیے روانہ ہوئے، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب دام ظلہ العالی کے حکم پر راقم سطور اور نبیرۂ حافظ ملت، حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی، حضرت کے استقبال کے لیے بنارس ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، مبارک پور سے بنارس کی دوری تقریباً سو کلو میٹر ہے، تین گھنٹے کا سفر کر کے ہم لوگ وارانسی ریلوے جنکشن پہنچے، ادھر انکوائری آفس میں اعلان ہوا کہ وہ ٹرین پلیٹ فارم نمبر ۳ پر پہنچ چکی ہے جس میں حضرت صاحب سفر کر رہے تھے، ہم لوگ جلدی سے پلیٹ فارم نمبر ۳ پر پہنچے تو دیکھا حضرت سامان لے کر ٹرین سے نیچے اتر چکے ہیں، میں نے آگے بڑھ کر سلام، مصافحہ، معانقہ اور دست بوسی کی، حضرت ہم لوگوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، جب میں نے بتایا کہ یہ میرے ساتھ آنے والے حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی ہیں جو حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کے

پوتے اور عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی، سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے بڑے صاحبزادے ہیں تو حضرت نے دوبارہ ان سے معانقہ فرمایا اور بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔

بنارس سے جامعہ اشرفیہ کی مخصوص گاڑی پر سوار ہوکر یہ سہ رکنی قافلہ مبارک پور کے لیے روانہ ہوا، راستے میں ایک مقام پر ہلکا سا ناشتہ ہوا، میں نے فون کے ذریعہ جامعہ کے دفتر میں اطلاع کر دی تھی کہ ہم لوگ ان شاء اللہ آٹھ بجے (صبح) تک مبارک پور پہنچ جائیں گے، جامعہ کے لاؤڈ اسپیکر سے یہ اعلان کرا دیا گیا کہ تمامی طلبہ اور اساتذہ ساڑھے سات بجے جامعہ کے دارالحدیث کے سامنے صدر دروازے پر جمع ہو جائیں، محقق اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی عنقریب جامعہ میں پہنچنے والے ہیں، یہ اعلان سنتے سناتے طلبہ و اساتذہ کرام حضرت کے استقبال کے لیے جمع ہو گئے، طلبہ دو رویہ قطار میں نہایت سلیقے کے ساتھ حضرت کی آمد کے لیے سراپا انتظار تھے، بالکل عید کا سماں تھا، ہر شخص شاداں و فرحاں نظر آ رہا تھا، نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ناظم تعلیمات و صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ ایک اہم جلسے میں شرکت کے لیے نماز فجر کے بعد ہی کہیں تشریف لے جانے والے تھے، مگر اپنے معزز مہمان کی آمد کی اطلاع پا کر انہوں نے اپنا سفر کچھ مؤخر کر دیا تاکہ حضرت محسن اہل سنت سے ملاقات کے ساتھ ہی ان کا شایانِ شان استقبال ہو سکے۔

آٹھ بجے کے قریب جب ہماری گاڑی اپنے معزز مہمان کو لیے ہوئے جامعہ کے احاطے کے قریب پہنچی تو ہم نے دیکھا تقریباً نصف کلو میٹر تک استقبال کرنے والے دو رویہ قطار میں کھڑے ہیں، اور جب گاڑی اور قریب ہوئی تو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی اور محقق اہل سنت زندہ باد، محسن اہل سنت زندہ باد کے پرجوش نعروں سے حضرت کا شاندار استقبال ہوا، حضرت شارح بخاری اور علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی اور دیگر اساتذۂ کرام نے آگے بڑھ کر

گلاب کے سہروں سے حضرت کا استقبال کیا، اساتذۂ کرام سے سلام ومصافحہ اور معانقہ ہوا، طلبہ بھی دست بوسی کے لیے بے چین تھے مگر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت علامہ اس وقت لمبے سفر سے تشریف لائے ہیں، کافی تھکے ہوئے ہیں، اس لیے طلبہ کو بعد نماز ظہر حضرت سے مصافحہ اور دست بوسی کا موقع دیا جائے گا، ناشتہ کرنے کے بعد حضرت نے حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمہ بانی جامعہ اشرفیہ کے مزار پر حاضر ہوکر فاتحہ خوانی کی، پھر مہمان خانے میں آکر آرام فرمانے لگے۔

نماز ظہر کے بعد عزیز المساجد ہی میں حضرت کے لیے استقبالیہ تقریب رکھی گئی تھی، اساتذۂ کرام اور جامعہ کے تمام طلبہ پورے جوش مسرت کے ساتھ حاضر تھے، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ نے حضرت کی شخصیت اور علمی و دینی خدمات کا نہایت جامع انداز میں تعارف کرایا، پھر حضرت کی باری تھی، آپ نے کھڑے ہوکر فرمایا: "آپ لوگوں نے میری اس قدر عزت افزائی کی، میں اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں پاتا، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر دے اور دارین میں اس کا وہ صلہ عطا فرمائے جو اس کی شان کریمی کے لائق ہو، جامعہ اشرفیہ کے بارے میں ایک زمانے سے سنتے اور پڑھتے آرہے تھے کہ وہ برصغیر میں اہل سنت و جماعت کا سب سے عظیم دینی و علمی ادارہ ہے، آج جب ہم اسے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو دل مسرتوں سے لبریز ہے، آنکھیں اس کے احترام میں جھکی جارہی ہیں اور اب میں پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ جامعہ اشرفیہ کو جیسا سنا اور پڑھا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا، یقیناً یہ حافظ ملت ابوالفیض علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مخلصانہ جدوجہد اور محنتوں کا ثمرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس گلشن کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے، اور اس کی علمی بہاروں کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے"۔

دوسرے دن حضرت نے جامعہ کے تمام شعبوں کا معائنہ فرمایا اور خوب خوب دعاؤں سے

نوازا، پھر آپ نے مبارک پور سے گھوسی (ضلع مئو) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی رضوی علیہ الرحمہ والرضوان کے مزار مبارک پر حاضری دی اور چند گھنٹے وہاں قیام کر کے مبارک پور واپس تشریف لائے اور دوسرے دن بریلی شریف کیلئے روانہ ہو گئے۔

3- تیسری بار آپ سے ملاقات کا موقع بھی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہی نصیب ہوا، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ۱۹۹۹ء میں "مجلس برکات" کے نام سے جامعہ اشرفیہ میں ایک تصنیفی و اشاعتی ادارہ قائم ہوا جس کا مقصد درج ذیل امور کا اہتمام کرنا ہے:

(الف) درس نظامی کے وہ کتب وحواشی جو علمائے اہل سنت کے لکھے ہوئے ہیں اور ان سے مصنف، شارح اور محشی کا نام اڑا کر شائع کیا جا رہا ہے انہیں اصلی شکل میں لایا جائے، ان کے سرورق پر نہ صرف یہ کہ مصنف ومحشی اور شارح کے نام صاف صاف لکھے جائیں بلکہ ابتدائی صفحات مقدمہ اور پیش لفظ بھی لکھا جائے جس میں فن اور کتاب سے متعلق بنیادی اور ضروری معلومات لکھنے کے ساتھ ہی مصنف، شارح اور محشی کے حالات زندگی اور دینی وعلمی کارناموں کو بھی اجاگر کیا جائے۔

(ب) اہل سنت کے جن کتب وحواشی کی اشاعت موقوف ہے، انہیں پھر سے شائع کیا جائے۔

(ج) جن کتابوں پر حواشی کی ضرورت ہے ان پر نئے حواشی لکھے جائیں اور اگر کسی فن پر نئی کتاب کی ضرورت ہے تو نئی کتابیں تیار کر کے طباعت واشاعت کے مراحل سے گزاری جائیں۔

مجلس برکات کے ان اغراض ومقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے باضابطہ منصوبہ بندی کی ضرورت تھی تا کہ یہ کام اچھا، نفع بخش اور با مقصد ہو، اس کی منصوبہ بندی کے لیے جامعہ اشرفیہ کے اصحاب بست وکشاد نے جامعہ کے باصلاحیت، محنتی اور باذوق علمائے کرام کی ایک میٹنگ رکھی جس میں الحاج محمد رفیق پردیسی برکاتی زید مکارمہ کے ہمراہ حضرت علامہ شرف قادری صاحب بھی

شریک ہوئے، اس کی مسلسل کئی نشستیں ہوئیں، تمام نشستوں میں علامہ قادری علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی اور مفید وگراں قدر مشوروں سے نوازا، راقم سطور (نفیس احمد مصباحی) بھی ان تمام نشستوں میں شریک رہا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ قدرت نے حضرت علامہ کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے، ان میں علمی گہرائی وگیرائی، دینی پختگی، جماعتی درد اور جذبۂ خلوص کے ساتھ عالمانہ بصیرت بھی ہے، آپ مجلس میں جو رائے بھی دیتے وہ مفید اور بامقصد ہونے کے ساتھ ہی دوررس نتائج کی حامل بھی ہوتی، آپ اس مجلس میں زیادہ تر خاموشی اور توجہ کے ساتھ شرکا کی باتیں سنتے اور جہاں بولنے کی ضرورت محسوس کرتے وہاں بولتے اور ایسی نپی تلی بات بولتے جو تجربات ومشاہدات اور اخلاص پر مبنی ہونے کی وجہ سے سب کے لیے قابلِ قبول ہوتی۔

اس سفر میں جامعہ اشرفیہ میں حضرت کا قیام ایک ہفتہ سے بھی زائد رہا، اس موقع پر اساتذۂ جامعہ کے ساتھ میں بھی آپ کی مجلسوں میں برابر شریک رہا، گفتگو کے دوران پاکستان کے بہت سے علمائے اہلِ سنت اور دانشورانِ ملت کے متعلق آپ سے سوالات ہوئے حضرت نے ہر ایک کی خوبیاں ہی بیان فرمائیں، کبھی اشارے اور کنایے میں بھی کسی کی کوئی خامی بیان نہ کی، آپ کی اس ادا نے ہم لوگوں کو بہت متاثر کیا، اس زمانے میں بڑے بڑے صاحبانِ جبہ ودستار بھی پس پشت غیبت کی برائی میں آلودہ نظر آتے ہیں، ایسے میں دوسروں کی برائیوں، خامیوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر کرنا اور صرف خوبیوں کو بیان کرنا وہ مومنانہ وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کے انہی پرہیزگار بندوں میں نظر آتا ہے جنہیں قدرت نے توفیق خاص سے نوازا ہے۔

اس دوران بعض اساتذۂ اشرفیہ نے یہ پروگرام بنایا کہ حضرت سے حدیث شریف کی اجازت لی جائے، جس میں یہ راقم سطور پیش پیش تھا، مفتی زاہد علی سلامی مصباحی اور علامہ صدر الوریٰ قادری مصباحی کے ساتھ میں بھی حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا اور حضرت سے گزارش کی گئی

کم از کم ایک حدیث شریف پڑھا کر آپ ہم لوگوں کو اجازت سے نواز دیں۔ حضرت نے فرمایا:
”آپ لوگ باصلاحیت عالم ہو چکے ہیں، درسِ نظامی کی تعلیم تو پوری ہو چکی ہے، کئی سال تدریس میں سیکڑوں طلبہ
کو قال اللہ و قال الرسول کا درس دے چکے ہیں، اس لیے آپ لوگوں کو ایک حدیث بھی پڑھانے کی ضرورت
محسوس نہیں کرتا۔“ ہم لوگوں نے عرض کیا: ”حضور! تبرک کے طور پر ہی ایک حدیث پڑھا دیجیے۔“
آپ نے جب محسوس کیا کہ یوں ہی اجازتِ حدیث دینے میں ہم لوگوں کی دل شکنی ہوگی تو آپ
نے زبانی ہی ایک حدیث پڑھائی، کچھ قیمتی نصیحتیں بھی فرمائیں اور پھر اجازتِ حدیث سے
سرفراز فرمایا۔ اس موقع پر آپ نے جس محبت اور اخلاص کے ساتھ ہمیں نصیحتیں فرمائی تھیں ان کی
چاشنی کو آج بھی ہمارے ذہن و دماغ محسوس کر رہے ہیں اور آپ کے کلماتِ طیبات آج بھی
ہمارے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔

ایسے بلند پایہ، مخلص، صاحبِ درد اور سراپا حرکت و عمل عالمِ ربانی کی رحلت سے جہاں اہلِ سنت و
جماعت کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے علما و مشائخ، اساتذہ و طلبہ اور عوام و خواص غم زدہ
ہیں وہیں جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ و طلبہ اور ذمہ دار حضرات کا غم زدہ ہونا ایک فطری بات ہے۔
میں جامعہ اشرفیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے حضرت کے فرزندانِ گرامی اور پسماندگان کو
تعزیت پیش کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ و طلبہ اور ذمہ داران اس غم میں
آپ کے برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ حضرات کو ہم سب کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا
فرمائے اور دارین کی نعمتوں، سعادتوں اور کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ کیونکہ حضرت کی رحلت
کا سانحہ صرف آپ حضرات کے لیے عظیم سانحہ نہیں بلکہ پوری جماعتِ اہلِ سنت کے لیے ناقابلِ
تلافی نقصان ہے۔

فما كان قيس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

محمد احمد مصباحی
اکتوبر 2007

مجسم عمل علامہ شرف صاحب کی یاد میں

مفسر قرآن محدث جلیل، شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

یہ غالباً ۱۹۶۲ء کی بات ہے جب میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ سے پڑھنے کے لئے بندیال گیا ہوا تھا، وہاں میں حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ سے متعارف ہوا اور ان کا ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کیوں کہ ہم دونوں کے مزاج اور ذہنی رجحانات بہت زیادہ ملتے جلتے تھے، اس لئے بہت جلد ہم ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ بندیال کے دیوبندیوں نے لائل پور سے ضیاء القاسمی کو تقریر کے لئے بلایا اور وہاں رات کو جلسہ ہوا میں اور علامہ شرف صاحب ہم دونوں بھی جلسہ سننے گئے کہ دیکھیں کہ یہ دیوبندی مقرر ہمارے بارے میں کیا کہتا ہے، اس نے ہمارے مسلک کے علماء کے خلاف طعن و تشنیع سے بھرپور تقریر کی اور کہا:

یہ لوگ صرف دین کے نام پر چندے بٹور کر مدرسے چلا رہے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ان کا کوئی لٹریچر نہیں، دین کے کسی موضوع پر ان کی کوئی تصنیف نہیں درسی کتب پر ان کے حواشی نہیں، درسی کتابیں ان کی چھاپی ہوئی نہیں، ہم نے درسی کتابیں چھاپیں ان پر حواشی لکھے ان کی شروحات تصنیف کیں اب حال یہ ہے کہ ان کے مدارس میں وہ درسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن پر ہمارے دیوبندی علماء کے حواشی لکھے ہوئے ہیں، یہ ہمارے حواشی اور شروحات دیکھ کر اسباق پڑھاتے ہیں، متنبی کے اشعار کا ترجمہ ہمارے مولانا اعزاز علی کا لکھا ہوا ہے۔ میبذی اور صدرا پر ہمارا حاشیہ ہے، سراجی پر ہمارا حاشیہ ہے، ان کا کوئی ٹھوس علمی کام نہیں ہے اور عنقریب وہ وقت آئے گا کہ مدارس ان کے ہوں گے اور ان میں پڑھانے والے مدرسین ہمارے علماء ہوں گے یہ لوگ تو گیارہویں، بارہویں، سوئم، چہلم اور بزرگوں کے اعراس کے نام پر پیسے اینٹھ کر زردہ، بریانی، شیر مال اور قورمہ کھانے والے ہیں۔“

اس دل خراش تقریر کا ہم پر بہت اثر ہوا ہم دونوں بہت رنجیدہ ہوئے اور دل میں اس خواہش

نے انگڑائی لی کہ کاش ہم اس کا منہ توڑ جواب عملی طور پر دے سکیں اس وقت ہم بندیال میں متوسط کتابیں پڑھ رہے تھے اور اس وقت ہمارے ایسے وسائل نہیں تھے کہ اس سلسلے میں ہم کوئی ٹھوس اقدام اٹھا سکیں بہرحال وقت گزرتا گیا اور علامہ شرف صاحب رحمہ اللہ مجھ سے ایک سال پہلے فارغ التحصیل ہو کر جامعہ نعیمیہ لاہور میں مسند تدریس پر فائز تھے اور فنون کی متوسط اور منتہی کتب پڑھا رہے تھے، ایک سال بعد جامعہ نظامیہ لاہور کے مہتمم حضرت مفتی عبدالقیوم رحمہ اللہ نے انہیں اپنے مدرسے میں بلا لیا۔ چند مہینے بعد شرف صاحب ہنستے مسکراتے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ میں ایک کتاب تھما دی، میں نے دیکھا وہ حمد اللہ کی درسی کتاب پر مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ کا لکھا ہوا حاشیہ تھا جو بہت عرصے سے نایاب تھا اور اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ اس پر بطور ناشر مولانا عبدالحکیم شرف صاحب رحمہ اللہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ یہ ضیاء القاسمی کی اس زہریلی تقریر کا علامہ شرف صاحب کی طرف سے پہلا منہ توڑ جواب تھا، آپ غور کیجئے کہ ۱۹۶۶ء میں ۱۲۰ روپے تنخواہ پانے والا مدرس ایک درسی کتاب کے عربی میں لکھے ہوئے حاشیے کو کیسے چھاپ سکا ہوگا، مادی وسائل کے اعتبار سے اس کے چھاپنے کے کوئی آثار نہ تھے لیکن جب مسلک کی اشاعت کی لگن اور دین کے تصلب کا جذبہ جنون کی شکل اختیار کر لے تو ایسے بڑے بڑے کام آسانی سے ہو جاتے ہیں یہ بارش کا پہلا قطرہ تھا پھر تو حضرت شرف صاحب کی کوششوں سے دینی کتابوں کی اشاعت کا ایک سیلاب اُمڈ آیا، وہ خود بھی حواشی اور شروح لکھتے تھے اور دوسرے علماء اہلسنت کو بھی لکھنے کی ترغیب دیتے تھے کہ آپ میدان عمل میں آئیں اور دشمن کی للکار کا بھرپور جواب دیں، انہوں نے استاذ العلماء مولانا محمد اشرف سیالوی دام ظلہم سے کہہ کر کوثر الخیرات لکھوائی اس ناکارہ فقیر کو بھی مہمیز (چوٹ) لگاتے رہتے تھے اور کہتے تھے اگر آپ یوں نہیں لکھیں گے تو میں آپ کو رائلٹی دے کر لکھواؤں گا وہ نہ جانے کتنے علماء اہلسنت کی کاوشوں کو زیور طبع سے آراستہ کر گئے۔" آج ایسے لوگ کہاں۔

اب ایسا مسلک کا درد رکھنے والا مجسم عمل ہم کہاں سے لائیں"

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا رضویات کے فروغ میں مخلصانہ حصہ

علامہ منظر الاسلام الازہری

اہلسنت وجماعت کے حلقہ میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام کوئی نیا نہیں ہے۔آپ نے اسلام اور سنیت کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں،وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔رضویات کے فروغ میں جس قدر آپ کا حصہ ہے، کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں، حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت وجماعت کی نمایاں شخصیات پر کئی مضامین لکھے، بلکہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب "تذکرہ اکابر اہل سنت" بھی تصنیف فرمائی۔شخصیات پر آپ کی تحریریں جمع کی جا چکی ہیں جو کئی جلدوں میں چھپیں گی۔"نور نور چہرے" اور "عظمتوں کے پاسبان" کے نام سے دو جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور باقی بھی منتظر طباعت ہیں۔الغرض حضرت علامہ شرف قادری نے زندگی بھر قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کی نمایاں شخصیات پر قلم اُٹھایا بالخصوص امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی تابناک زندگی اور اصلاحی فکر کو اجاگر کرنے کے لئے تحریر وطباعت کے علاوہ اکثر اہل قلم کی رہنمائی کی۔خدائے پاک کو آپ کی یہ مخلصانہ کاوشیں کچھ اس طرح پسند آئیں کہ اس کے فضل وکرم سے آپ کی حیات میں ہی آپ کا تذکرہ تفصیل سے مرتب ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو گیا اور یہ سعادت بہت ہی کم لوگوں کو میسر آتی ہے۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے توجہ دلانے پر،مولانا عبدالستار طاہر نے محسن اہل سنت کے نام سے آپ کا تذکرہ مرتب کر دیا۔اس

کے علاوہ مختلف ارباب قلم دانشوروں نے حضرت علامہ شرف قادری کے بارے میں جو تاثرات قلم بند کیے ہاں کا مجموعہ "تذکار شرف" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ یہ بھی عبدالستار طاہر نے مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ علما اہل سنت کی زندگیوں میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

حضرت علامہ شرف قادری کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر عام فہم اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ فکر انگیز ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں ایسی ہی سنجیدہ بامقصد اور دلنواز تحریروں کی ضرورت ہے۔ آپ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت اور فکر سے متعلق نہایت اہم مضامین لکھے جو مقالات رضویہ کے نام سے طبع ہوئے، درجنوں کتابوں پر مقدمے تحریر کیے جو مقدمات رضویہ کے نام سے شائع ہوئے "یاد اعلیٰ حضرت" جیسی اہم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ رضویات کے باب میں آپ کی پانچ کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

(۱) البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ (۲) من عقائد اہل سنت۔ (عربی)

(۳) مقالات رضویہ (۴) مقدمات رضویہ

(۵) امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس، بریڈفورڈ

آپ نے اول الذکر دو کتابیں اس وقت تصنیف فرمائیں، جب احسان الٰہی ظہیر نے بے بنیاد الزامات اور بہتان تراشیوں کے ذریعے امام اہل سنت کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی اس وقت علامہ شرف قادری نے امام اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے دفاع کا حق ادا کر دیا اور انتہائی متانت اور عالمانہ اسلوب سے احسان الٰہی ظہیر کے اعتراضات کے جوابات دیئے۔

حضرت علامہ شرف قادری نے تصنیف و تالیف کے علاوہ نشر و اشاعت کے میدان میں بھی قدم رکھا اور امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے علاوہ دیگر علمائے اہل سنت کی کتب

چھپوائیں۔نشرواشاعت کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، آپ نے مکتبہ قادریہ، لاہور سے اپنی نگرانی میں جو کتب طبع کرائی ہیں، ان کی ایک طویل فہرست ہے، لیکن دو کتابیں "من عقائد اہل السنۃ اور بساتین الغفران" خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے طباعتی معیار کے اعتبار سے بڑی عمدہ اور خوب ہیں، دیدہ زیب طباعت دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً ان کتابوں پر زر کثیر صرف کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ کتاب کی طباعت کتنے کٹھن مرحلوں کے بعد ہوتی ہے، اس کا کچھ راقم الحروف کو بھی اندازہ ہے۔تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ دینی مدرسے میں پڑھانے والا ایک استاد بیک وقت لکھنے، چھپوانے اور مکتبہ چلانے کے لئے کیسے وقت نکال لیتا تھا۔یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت کے قائم کردہ اشاعتی ادارے کو فنڈز مہیا کر کے ایک ٹرسٹ بنادیا جائے تا کہ یہ ادارہ رضویات کے فروغ میں زیادہ فعال کردار ادا کرسکے اور خوب سے خوب تر لٹریچر منظر عام پر لاسکے۔

حوصلہ افزائی اور رابطے کی کس قدر اہمیت ہے، اس کا بھی آپ نے خوب اندازہ فرمایا، ہندو پاک اور جامعہ ازہر شریف، مصر میں امام اہل سنت پر ریسرچ کرنے والے کسی بھی شخص نے آپ سے رہنمائی طلب کی تو آپ نے نہ صرف اس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ مراجع و مصادر کی نشاندہی بھی کی بلکہ بقدر استطاعت مراجع مہیا بھی فرمائے، اس کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں امام احمد رضا فاضل بریلوی پر کام کرنے والے اداروں کے ساتھ بڑا فعال رابطہ بھی رکھا جس کی بدولت بڑے علمی کام ہوئے۔

راقم کو پتا چلا ہے کہ مصر میں رضویات کی بنیاد بھی آپ ہی کے ہاتھوں سے پڑی وہ اس طرح کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مبارز ملک مرحوم ۱۹۸۹ء میں اردو زبان پڑھانے کے لیے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں بھیجے گئے تو حضرت علامہ شرف قادری نے

ان کے ذریعے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی حیات و خدمات کے متعلق کچھ کتب شعبہ اردو کے اساتذہ کے لئے ارسال کیں، اُن کے ذریعے جناب ڈاکٹر حازم محمد محفوظ، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی ہمہ جہت شخصیت سے متعارف ہوئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر عربی زبان میں کئی کتابیں لکھیں، مضامین لکھے اور دیگر ادباء اور ڈاکٹروں سے بھی لکھوائے۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اور بہت سے لوگوں کو امام احمد رضا خاں بریلوی کی حیات و خدمات پر لکھنے کے لئے متوجہ کیا، وہیں آپ نے اپنے بیٹے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو بھی خصوصی طور پر ہدایات سے نوازا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے ایک علمی مقالہ "امام احمد رضا اور ردِ عیسائیت" کے عنوان سے لکھا اور پھر جب الازہر یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو عربی زبان و ادب میں ایم فل کی ڈگری کے لئے "الشیخ احمد رضا البریلوی الھندی شاعراً عربیاً" کے عنوان سے موضوع منظور کروایا اور سوا سات سو صفحات پر مشتمل ضخیم علمی مقالہ لکھ کر ایم فل کی ڈگری بھی حاصل کی، انتہائی خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی (مدیر ماہنامہ الازہر) پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری، پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید، اور پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس کی تقریظوں کے ساتھ شائع بھی ہو چکا ہے۔

رضویات کے فروغ کے لئے حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے جہاں اور کئی ذرائع استعمال کیے وہیں ایک بڑا انوکھا اور منفرد طریقہ بھی استعمال فرمایا ہے، اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ علم حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے عرب حضرات آج بھی بڑے شوق سے روایت حدیث کی اجازت لیتے اور دیتے ہیں اور برصغیر کے علماء سے حدیث کی اجازت لینے میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں، قارئین کرام کے علم میں ہوگا کہ جس وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ حج کے لئے حرمین شریفین

حاضر ہوئے تو وہاں موجود جلیل القدر علماء نے امام اہل سنت سے روایت حدیث کی اجازت لی اور بعض حضرات تو بیعت وخلافت سے شرف یاب ہوئے۔

اس کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے خود بھی حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان، حضرت علامہ عبدالرحمٰن سراج اور حضرت علامہ حسین بن صالح سے روایت حدیث اور فقہ کی اجازت حاصل کی، جبکہ ہندوستان میں اپنے پیرومرشد حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی اور والد گرامی حضرت علامہ محمد نقی علی خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی اجازات دو کتابوں کی صورت میں محفوظ فرمائی ہیں۔ "الاجازۃ الرضویۃ لمبجل مکۃ البہیۃ" اور "الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ"۔

بات طویل ہوگئی کہنا یہ تھا کہ حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی اجازت کے ذریعے سے بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے اہل سنت کو عرب علماء میں متعارف کروایا ہے۔ کئی عرب علماء سے حدیث کی اجازت لی اور بہت سے حضرات کو دی ہے۔ الحمدللہ راقم الحروف کو بھی حضرت سے حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت علامہ شرف قادری کی سند ہندوپاک کے علماء کے علاوہ علماء عرب کے ذریعے بھی امام احمد رضا خاں قدس سرہ تک پہنچتی ہے، چند طرق کی طرف اشارہ کرتا ہوں، تفصیل کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے

(۱) حضرت علامہ شرف کو حدیث کی اجازت دی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی نے ان کو اجازت دی۔ ان کے والد حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی نے جنہیں امام احمد رضا سے حدیث کی اجازت اور سلسلہ قادریہ میں خلافت حاصل تھی۔

(۲) علامہ شرف قادری کو حدیث کی اجازت دی۔ حضرت علامہ ڈاکٹر علوی مالکی نے

انہیں کثیر مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت ملی۔ ان میں سے ایک حضرت علامہ محمد ضیاء الدین مدنی ہیں، جنہیں امام اہل سنت سے براہ راست اجازت وخلافت حاصل تھی۔

(۳) حضرت علامہ شرف قادری کو پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین کردی مصری، پروفیسر ڈاکٹر سعد جاویش مصری، اور علامہ ابوبکر الباقوی نے روایت حدیث کی اجازت دی۔ ان تینوں کو اجازت دی حضرت علامہ محمد یاسین الفادانی المکی نے، انہیں الشیخ عمر حمدان مکی اور قاضی محمد المرزوقی مکی سے اجازت ملی اور ان دونوں کو امام احمد رضا قدس سرہٗ سے اجازت حاصل تھی۔

(۴) حضرت علامہ شرف قادری کو اجازت ملی۔ الشیخ محمد علی مراد سے (جو اصلاً شامی اور اقامت کے اعتبار سے مدنی تھے) انہیں دوسرے مشائخ محدثین کے علاوہ اجازت دی۔ حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی نے، انہیں امام احمد رضا بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

اس کے علاوہ علامہ شرف قادری کی سند ہندوپاک کے کئی علماء کے واسطے سے بھی امام اہل سنت تک پہنچتی ہے کسی سند میں واسطے کم ہیں اور کسی میں زیادہ لیکن ایک سند ایسی ہے۔ جو صرف ایک واسطہ سے امام احمد رضا محدث بریلوی تک پہنچتی ہے، یہ اجازت حضرت علامہ شرف قادری کو اپنے پیرومرشد حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری برکاتی اشرفی سے ملا اور انہیں براہ راست امام احمد رضا محدث بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

اس طرح براہ راست حضرت علامہ شرف قادری نے عرب وعجم کے علماء کو حدیث کی اجازت کے ذریعے بھی امام احمد رضا محدث بریلوی کے علاوہ اہل سنت کی سرکردہ شخصیات سے متعارف کروایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

خالق حکمت و دانش کا بندہ۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

علامہ عبد الحق ظفر چشتی

رات کا وقت تھا۔ میں کسی کام سے باہر نکلا، دیکھا سٹریٹ لائٹ روشن ہے۔ درمیان میں ایک کھمبا تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کی روشنی ختم ہو چکی تھی۔ میں قریب پہنچا، غور سے دیکھا، اس کا سارا ظاہری نظام درست تھا، اس کی لائٹ بجھی ہونے کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، قریب سے گزرنے والے ایک دانشور سے پوچھا۔ تو اس نے کہا چشتی صاحب اس کی اندر سے تار ٹوٹ گئی ہے۔ اب یہ کبھی روشن نہیں ہو سکتا، ہاں یہ رابطہ اور نسبت ہی خیر و شر میں تمیز کی صلاحیت سے نوازتی ہے، اگر ہوا کی جان کا مالک سے رابطہ نہ ہوتا تو وہ قوم ثمود و عاد کے نیک و بد میں امتیاز نہ کر سکتی، دریائے نیل فرعونیوں اور موسویوں میں فرق نہ کر سکتا۔ اسے خبر تھی کہ موسویوں میں سے کسی ایک کا پاؤں بھی گیلا ہو گیا اور فرعونیوں میں سے ایک بھی بچ کر نکل گیا تو مالک کے ایک عظیم نمائندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا پھر تیار ہے۔ نمرودی آگ کے انگاروں کو پہچان ہو گئی تھی، کہ یہ شخص وہی ابراہیم ہے جس کے لئے ہمیں گلزار ہونے کو کہا گیا ہے۔

اے کاش، اس بھری دنیا میں لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ میں امتیاز کی صلاحیت مجھ میں بھی پیدا ہو جاتی اور میں اصحاب الجنۃ ھم الفائزون کے ساتھ ہو کر فائزون میں شامل ہو جاتا میرے سامنے میری ہی گلیوں اور بازاروں میں خالق حکمت و دانش کا ایک بندہ صرف اسی کا بندہ ہونے کا شرف رکھنے والا، پھرتا پھراتا رہا، ہمارے ساتھ ہی اٹھتا بیٹھتا رہا، کھاتا پیتا رہا، سوتا جاگتا رہا، لیکن کیا خبر تھی کہ جس کو گاہے گاہے بے قدری سے ہم مذاق بھی کر لیا کرتے تھے، بے تکلفی سے ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔ یہ شخص کوئی عام سا انسان نہیں، یہ تو وہ شخص ہے جس کے وصال پر

سمندر اور دریاؤں کی مچھلیاں اور دیگر آبی جانور بھی آٹھ آٹھ آنسو بہائیں گے، جس کے اس دنیا سے آنکھیں بند کر لینے سے پوری کائنات پر موت طاری ہو جائے گی شاید ہم بے قدروں کی صفت بے قدری ہی کی وجہ سے ہی مالک نے اسے جلد ہی ہمارے ہاں سے اٹھا لیا۔ اور اپنی خصوصی آغوش محبت میں لے لیا اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتوں کا نزول ہو اس کی تربیت پر۔

کیا آپ کو حیرت نہیں ہوتی کہ اس نے جب بھی قلم اٹھایا، اس کے قلم کی نوک نے ہر لحہ یا قرآن مقدس کا کوئی حرف لکھا یا فرمان رسول ﷺ کا کوئی خوبصورت اور مہکتا ہوا جملہ لکھا۔ اندر جو کچھ ہوتا ہے باہر بھی تو وہی کچھ نکلے گا، اس سینہ بے کینہ پر ہزاروں سلام ہوں جس کے ہر داغ سینہ سے محبت رسول ﷺ کی روشنی ٹپکتی تھی وہ خالق حکمت و دانش کا بندہ یعنی عبدالحکیم اسی چراغ کی روشنی اندھیری قبر کی رات میں لے کر اتر گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ

لحد میں عشق شہ رخ شاہ کا داغ لے کر چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

وصال سے تین دن پہلے فون فرمایا محمد نواز صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا، بندہ پرور، میں خود انہیں لے کر حاضر ہو جاؤں گا انشاء اللہ، میں نے محسوس کر لیا تھا، کہ وہ کہیں آنے جانے اور سفر کے متحمل نہیں۔ چند روز پیشتر حضرت العلام شیخ الحدیث والتفسیر رفیق محترم حضرت مولانا محمد اشرف صاحب کے ساتھ عیادت کیلئے حاضر ہو چکا تھا۔ میرے دل نے کئی بار چاہا تھا کہ محمد نواز صاحب کو بتاؤں کہ حضرت شرف صاحب کی طبیعت زیادہ علیل ہے لیکن کوتاہوں کی کتاب کا سرورق انسان راقم الحروف یہاں بھی کوتاہی کا شکار ہوا۔ جب آپ نے فون کیا تو نواز صاحب سے پوچھے بغیر ہی ان کو ساتھ لے کر حاضر ہونے کا وعدہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے وفا کی توفیق عطا کی اور میں ان کو ساتھ لیکر حاضر ہو گیا۔ تقریباً گھنٹہ دو گھنٹہ گفتگو پیار و محبت اور الفت کی باتیں ہوتی رہیں، نواز رضا صاحب نے آپ کے بڑے صاحبزادہ صاحب جناب ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کو مشورہ دیا۔ کہ حضرت

صاحب کے سرہانے قصیدہ بردہ شریف کی کیسٹ لاکر رکھیں، کہ ذکر محبوب میں درد اور تکلیف کا احساس
کم ہو جاتا ہے۔ اور اگر یادوں کی اگنی کے سلگنے کے دوران محبوب خود آجائے تو انگلیوں کے کٹ جانے
تک کا احساس بھی نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ جان کی نظر پیش کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

بدکار انسان جبہ و دستار پہن بھی لے، تو ایک دن پہچان ہو جاتی ہے۔ اور نیک انسان گدڑی میں
بھی پہچان لئے جاتے ہیں، یہ گدڑی پوش انسان، سادگی کا لباس پہنے شخص، میرے مصطفےٰ آباد لاہور کی
ایک چھوٹی سی مسجد جامع مسجد ڈولیا میں خطیب بھی رہا، یہ بہت پرانی بات ہے غالباً ابھی بھرپور ریش
مبارک بھی نہیں اتری تھی، کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ایک دن خطبہ جمعۃ المبارک سے پہلے آپ
کے ہاں جانا ہوا، تو دیکھا منبر پر کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، حیرت سے پوچھا، یہ کیا تو دوستوں نے بتایا
، تقریر کے دوران خطبہ جمعہ المبارک کے دوران حوالہ جات دکھانے کیلئے رکھی گئی ہیں، ہم جیسے لوگ جو
رٹی رٹائی اور فرسودہ موضوع پر تقاریر کرنے والے ہیں، یہ انداز خطابت کیا جانیں، لیکن احساس ضرور ہوا
، کہ یہ شخص یقیناً تحقیق و تدقیق میں کوئی نام پیدا کرے گا۔ خدا کی شان دیکھے وہی ہوا جس کی امید تھی۔
ان کی تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف کا مرکزی نکتہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ترین رسول ﷺ کی
ذات بابرکات تھی۔ ان کی تصانیف چھان کر دیکھ لیں، کوئی ناول، کوئی افسانہ، کوئی ڈرامہ وغیرہ لکھا ہوا
نہیں ملے گا، کہ ان کی سوچ فکر سمجھ اور تدبر کی آنکھ کا مرکز و فکر میں ڈوبنا یا دوسروں کو ڈوبتے دیکھنا ہے یہی
وجہ ہے کہ قرآن پاک کے ترجمے کے ساتھ ساتھ دیگر سینکڑوں کتابیں لکھیں، یا ان کے دیباچے لکھے یا
شذرات تحریر فرمائے، میری کتاب، جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے، دیکھی تو فرمایا، حضرت لوگ
توحید سے پہلے ہی دور ہو رہے ہیں اس سے لوگوں کی توجہ دوسری جانب ہو جائیگی، اور شاید مالک کی چوکھٹ
سے دور نہ ہو جائیں۔ میرے دل میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ کتاب اپنے موضوع کی سب
سے پہلی کتاب ہے۔ اور انتہائی مقبول ترین اور زندہ کتاب ہے، اور ارباب محبت نے اس سلسلہ کو مزید

آگے بڑھانے کے منصوبے بھی دیئے لیکن شاید ان کی زبان سے نکلے جملے تاثیر کے اعتبار سے اتنے اثر

رکھتے تھے کہ میں اس مضمون کو آگے بڑھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں ان کی تدریس کا زمانہ ان کی زندگی کا

ایک حصہ ہے جب بھی ان کی خدمت میں حاضری ہوئی تو تصنیف و تالیف کے حوالے سے ہی ہوئی۔ کوئی

نئی پمفلٹ یا کتاب ہی شائع ہو کر آتی تو خود پیش فرماتے نام احمد ﷺ جس کا یار ہو جاتا ہے وہ شخص

ایک مضبوط قلعے کے حصار میں آ جاتا ہے۔ اگرچہ زندگی میں ان کے بھی بڑے نشیب و فراز دیکھے ہیں

دکھوں بھری کہانیاں ، حالات کے گھمبیر سناٹوں کو اور بھی گھمبیر بناتی رہی ہیں لیکن زبان پر حرف

شکایت کبھی نہیں سنا۔ مسائل کا مداوا کرنا تو فرائض میں شامل ہے لیکن شکوہ حرام ہے۔ میرے محسنوں

میں ایک بزرگ اقبال احمد دیوانہ صاحب تھے اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کا

ذکر روحانی شفاخانے میں پڑھ کر ان سے ملنے کو بے چین رہنے لگے، میری کوتاہیاں درمیان میں

حائل رہیں لیکن آخر کار ہم دونوں ان کے ہاں جانے میں کامیاب ہوئے، میں نے تعارف کرایا

آپ اپنے اور اپنی ایک بیٹی کے حوالے سے کچھ مسائل پیش کر کے دعا کیلئے درخواست کی، تو دیوانہ

صاحب کی آنکھوں کی جھیلیں آبشار سے بھر گئیں صاف ظاہر ہے یقیناً کرم ہوا ہو گا۔

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

طویل زندگی کی داستان بہت سی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ آخر سمندر کا پانی سمندر میں ہی جا کر

گرتا ہے، یہ علم کا سمندر، حسن عمل کا سمندر، حسن کردار کا سمندر، ہم چاہنے والوں کو کنارے پر سوگوار

چھوڑ کر سمندر ہی میں اتر گیا،

اس بار جو ایندھن کے کیلئے کٹ کے گرا ہے

چڑیوں کو بڑا پیار تھا اس بوڑھے شجر سے

ادیب شہیر، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی

مسند تدریس کے شہسوار، بحر تصنیف و تالیف کے غواص، رفعت منبر کے حسن و جمال سجادہ ارشاد و اصلاح کی زینت تحقیق و تدقیق کی دنیا میں دُرِ یکتا، تواضع کے لبادہ میں پنہاں رفعتوں کے امین، حسن سادگی کا بہترین نمونہ، زہد و تقویٰ کے زیور سے مرصع اور حق گوئی کے طرہ امتیاز کے حامل استاذ شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، زندگی کی تریسٹھ بہاریں گزارنے کے بعد چھپن سال کا طویل عرصہ تعلیم و تعلم کے حوالے کرتے ہوئے یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ دن ایک بج کر پینتالیس منٹ پر نیر تاباں کی صورت میں اس عالم فانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت علامہ شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۴ رشعبان ۱۳۶۳ھ/۱۳ راگست ۱۹۴۴ء کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) میں ایک علمی روحانی خانوادہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸ رشعبان ۱۴۲۸ھ/یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ لاہور میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان کی طرف ہجرت کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی۔ پاکستان کے دل لاہور میں اقامت و سکونت اختیار کی، آپ نے گیارہ سال کی عمر میں پرائمری تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت محدث پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کی خوش بختی کہ منطق کا ابتدائی رسالہ ''صغریٰ'' حضرت محدث اعظم پاکستان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہوئے ان سے پڑھا۔

دیگر کتب درس نظامی حضرت کے قائم کردہ ادارہ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد کے علاوہ دارالعلوم ضیاء شمس العلوم سیال شریف، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف میں جید علماء سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد رحمہ اللہ، حضرت

علامہ صوفی حامد علی، شیخ الاساتذہ علامہ غلام علی رضوی، مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، شیخ الفقہ علامہ محمد شمس الزمان قادری، استاذ الاساتذہ رئیس المناطقہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہم اللہ اور عمدۃ المدرسین حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی شامل ہیں۔

۱۹۶۴ء میں تکمیل علوم کے بعد آپ کے سر پر دستار فضیلت سجائی گئی اور یوں علم کا پہلا مرحلہ "تعلم" مکمل کرنے کے بعد آپ نے تعلیمی اور تدریسی زندگی کا آغاز دنیائے اسلام کی معروف دینی درسگاہ، جامعہ نعیمیہ، لاہور سے ۱۹۶۵ء لاہور میں مسند تدریس پر فائز ہو کر کیا۔

علاوہ ازیں جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) دارالعلوم جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو شرف ملت سے یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی تدریسی زندگی کا اکثر حصہ اسی جامعہ میں گزرا۔ ۱۹۷۳ء میں آپ نے دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں علوم اسلامیہ کے تشنگان کو سیراب کرنا شروع کر دیا اور وصال سے چند سال پہلے جب آپ اندرون شہر لاہور سے لالہ زار کالونی ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور میں منتقل ہوئے تو کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ میں علمی فیضان جاری رکھا لیکن اس کے بعد علالت کی وجہ سے تدریسی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات عظمت نشان کا نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور قومی و ملی تحریکی خدمات کو کبھی فراموش نہ کیا، چنانچہ جب آپ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے تو آپ نے "جمعیت علماء سرحد پاکستان" قائم کرنے کے ساتھ ساتھ رسالہ "احسن الکلام فی مسئلۃ القیام" "غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط"، "الحجۃ الفائحۃ" (مترجم)، "اتیان الارواح" اور "شرح الحقوق" کے نام کتب جو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف ہیں شائع فرمائیں اور آپ کی حیات مبارکہ پر مختصر رسالہ "یاد اعلیٰ حضرت" کی طباعت فرمائی۔ اس سے پہلے ۱۹۶۷ء میں اپنی

رہائش انجن شیڈ لاہور میں اسلامی کتب کی اشاعت کے لئے مکتبہ رضویہ قائم کر چکے تھے۔

جب آپ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں صدر مدرس مقرر ہوئے تو آپ وہاں تدریسی فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ''جماعت اہل سنت'' قائم فرمائی اور مجدد ملت دوقومی نظریہ کے عظیم پاسبان حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ کی یاد میں ''یوم رضا'' کا آغاز فرمایا اور مجاہد تحریک آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ کا یوم منا کر ملت اسلامیہ کو ان کے محسنوں کی خدمات جلیلہ سے آگاہی کا سامان فراہم کیا۔

جب آپ نے ۱۹۷۳ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور دوبارہ تدریس کا آغاز کیا تو علم و دانش کے مرکز لاہور میں آپ کو کام کے مواقع زیادہ میسر ہوئے، چنانچہ آپ نے جامعہ کے اندر ہی مکتبہ قادریہ کے نام سے اشاعتی ادارہ قائم کیا جو آج کل گنج بخش روڈ پر واقع ہے۔

اس ادارے کے تحت آپ نے اپنی تصانیف اور دیگر اہل قلم کی کاوشوں کو نہایت عمدہ پیرائے میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا جو الحمد للہ جاری ہے اور آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ نثار احمد قادری یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی تصانیف جو ایک سو سے تجاوز کر چکی ہیں ان میں درس نظامی میں شامل کتب کے حواشی، عربی کتب کے تراجم، بے دین طبقہ کی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائیوں کے مثبت اور مدلل جوابات اور عوامی ضرورت کی تصانیف شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت علامہ شرف قادری رحمہ اللہ نے دیگر مصنفین کی کتب پر نہایت علمی اور وقیع مقدمات لکھے جو الحمد ''مقالات شرف قادری'' کے نام سے یکجا شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت علامہ شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہاں خود تدریسی، تصنیفی اور اشاعتی کام بھرپور طریقے سے کیا وہاں آپ نے مختلف تنظیموں کی سرپرستی بھی فرماتے رہے جن میں ''مجلس رضا''، ''رضا اکیڈمی'' اور ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' نمایاں ہیں آپ کی سرپرستی اور تربیت کی وجہ

سے بے شار طلباء اور فضلاء میدان تحریر میں نمایاں مقام پیدا کر چکے ہیں، بیرون ملک جہاں کسی لائبریری کی ضرورت پڑی تو آپ نے اپنی ذاتی خرچ پر ان کو پاکستان سے کتابیں بھجوائیں علاوہ ازیں آپ نے قومی اور بین الاقوامی سیمناروں میں نہایت پر مغز مقالات پڑھ کر داد تحسین وصول کی۔

۱۹۵۸ء میں آپ حضرت محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے ۱۹۷۰ء میں حضرت مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل ۱۹۸۷ء میں آپ کو خانوادہ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضا خاں رحمہ اللہ سے اجازت وخلافت آپ نے مصر کے علماء سے روایت حدیث کی اسناد حاصل کیں اور ۱۹۸۶ء میں حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی روایت حدیث کی سند حاصل کی، جس میں راقم (محمد صدیق ہزاروی) اور حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ بھی آپ کے ہم درس ہوئے اور سند حاصل کی، جماعت اہل سنت پاکستان نے آپ کی علمی اصلاحی خدمات کے پیش نظر آپ کو ناظم تبلیغ مقرر کر رکھا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ آپ مرجع علماء تھے، جو مسئلہ کسی سے حل نہ ہوتا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ نہایت خندہ پیشانی سے اس کا مسئلہ حل کرنے میں مدد فرماتے۔

حضرت شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ نے جہاں اپنے تلامذہ اور ملت اسلامیہ کے دیگر افراد کی علمی روحانی تربیت کی طرف توجہ دی وہاں اپنی اولاد کو نظر انداز نہ فرمایا، آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے فاضل ہیں، اسلامی یونیورسٹی فیصل مسجد اسلام آباد میں حصول علم کے بعد جامعہ ازہر، مصر سے پی ایچ ڈی کر کے واپس آئے اور فیصل آباد کی مدینہ یونیورسٹی میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں، آپ کے دوسرے صاحبزادے مشتاق احمد قادری جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے فارغ ہیں اور اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں زیر تعلیم ہیں جب کہ تیسرے صاحبزادے نثار احمد قادری اسلامی کتب کی اشاعت میں آپ کے جانشین ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ کراچی

می روی و گریہ می آید مرا
ساعتے بنشیں کہ باراں بگذرد

محبی و مخلصی بکنارِ شکیبائی آرام گرفتہ باشید، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو علی الصبح عزیزانِ گرامی ابوبکر و عمر سلمہما نے یہ غم ناک خبر سنائی کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ انتقال فرماگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آئے بھی اور گئے بھی دل وہ لے کر غمگیں
ہائے کیا کیا نہ ہوا ہم کو خبر ہونے تک

مولیٰ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ قدس میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے اور تمام پس ماندگان، محبین، مخلصین و مریدین کو صبر و استقامت اور اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ یادگارِ سلف تھے۔ افتخارِ خلف تھے۔ استاد الاساتذہ تھے۔ آبروئے اہلِ سنت تھے۔ ملّتِ اسلامیہ کا انمول سرمایہ تھے۔ انہوں نے دین و مسلک کی خوب خدمت کی اور خدمت کا حق ادا کر دیا۔ آپ سب برادران سلمھم الرحمان۔ تلامذۂ کرام اور علمی آثار ان کی یادگار ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان یادگاروں کو قائم رکھے اور اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔ آمین!

حضرت علیہ الرحمہ حق گو تھے، حق پسند تھے۔ انہوں نے کبھی حق گوئی میں نہ شاگردوں کی رعایت کی، نہ مریدوں کی اور نہ احبابِ اہل سنت کی۔ انہوں نے ہمیشہ شریعت کی پاسداری فرمائی۔ وہ اپنے دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا کرتے تھے۔ بدخواہوں سے ملتے تھے، صلۂ رحمی کے داعی تھے۔ انہوں نے مسلسل ۳۵ سال فقیر سے مراسمِ محبت قائم رکھے۔

شدید علالت کے زمانے میں بھی مراسلت کا سلسلہ نہ ٹوٹا۔ انہوں نے آخر دم تک محبت کو نبھایا۔ وہ بڑے وفا شعار اور دلدار تھے۔ جب بھی فقیر نے کوئی علمی کام سپرد کیا تو کبھی معذرت نہ فرمائی۔ بڑے سے بڑا کام کیا۔ فتح مبین (مطبوعہ کراچی ۲۰۰۶ء) کا مسودہ دکھایا تو فرمایا "پڑھ کر بہت محظوظ ہوا"۔ فقیر

جب لاہور حاضر ہوتا تو جامعہ نظامیہ لاہور میں ملاقات کیلئے جاتا اور فقیر کی اقامت گاہ (لاہور) پر بھی تشریف لاتے۔ وہ جب کراچی تشریف لاتے تو ضرور شرف ملاقات سے نوازتے اور فقیر کے غریب خانے پر تشریف لاتے۔ مختلف محافل میں بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان کی یادیں دل میں رہیں گی۔

انہوں نے کبھی جدید علماء و مشائخ کی طرح توپ و بندوق کا سہارا نہ لیا۔ اللہ کا سہارا ہی ان کا سہارا تھا۔ ان کے اندر خود پسندی اور خود نمائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اور کام روشن کر دیا۔ فرزند طریقت محمد عبد الستار طاہر زید مجدہ نے حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ان کے حالات، دینی خدمات اور علمی آثار کو اپنی تصانیف میں اجاگر کیا جو شائع ہو چکی ہیں۔ وہ قابل مبارکباد اور لائق تحسین ہیں

ضبط کن تاریخ را زندہ شو   از نفس ہائے رمیدہ پائندہ شو

حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے شدید علالت کے دوران بھی دینی خدمات کو جاری رکھا۔ ترجمہ قرآن ان کا عظیم کارنامہ ہے جو علالت کے دوران ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ آلام و مصائب کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

تیری مرضی جو دیکھ پائی ہے   خلش درد کی مت آئی ہے

وہ نہایت بلند ہمت اور صاحب استقامت تھے۔ [illegible] ایک عرصہ جامعہ نظامیہ لاہور میں پڑھایا پھر جامعہ اسلامیہ لاہور میں [illegible] طور پر اس منصب پر فائز رہے۔ حافظ زاہد محمود مرحوم [illegible] بھی وصال [illegible] قریب ہی ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے   سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

صاحبزادہ: آپ حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے لائق و فائق فرزند ہیں۔ آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ [illegible] سے کام لے رہے ہیں۔ خدمت کرنے والوں کی خدمت سے خوش ہوں اور قدر کرنے والوں کی قدر سے [illegible] [illegible]

مردِ مومن۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

خطیب العصر حضرت علامہ خان محمد قادری

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تیرہ و تار شب تھی ایک سن رسیدہ درویش ہاتھ میں مشعل لئے کوچہ و بازار کی خاک چھانتا پھر رہا تھا جیسے اس کی نگاہ دوررس کسی گم شدہ متاع گرانمایہ کی تلاش میں ہو۔ میں نے ہمت کر کے پوچھا کہ حضور!

کس کی تلاش میں یوں حیران اور سرگرداں ہیں؟ درویش نے جواب دیا۔ درندوں اور چوپایوں کی بستی میں رہتے رہتے طبیعت عاجز آ گئی ہے۔ اب اس وسیع کائنات میں کسی "انسان" کی تلاش میں نکلا ہوں ایک ایسا انسان جس کی شخصیت سے میری بے قرار روح کو قرار ملے۔ یعنی

نہ ہوائے عیش و نشاط میں مجھے سیم و زر کی تلاش ہے
جو سکون قلب عطا کرے مجھے اس نظر کی تلاش ہے

میں نے کہا۔ اے درویش خود آگاہ و خدامست!

یہ تو عنقا کی تلاش ہے...... اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالیے...... میں نے اس راہ میں در در کی خاک چھانی ہے۔ کاخ و کو میں پھرا ہوں...... آبادی اور ویرانے دیکھے...... نہ جانے کتنے زمانے دیکھے۔ دشت و دریا میں نظر دوڑائی مگر جسے آپ ڈھونڈتے ہیں اسے کہیں نہیں پایا...... درویش نے کہا کہ مجھے اس نادرالوجود...... وجود کو ہر قیمت پر پانا ہے۔

اس کے پیچھے بہت دور بہت ہی دور تک جانا ہے۔ میری طلب صادق ہے...... میرا جذبہ بلند ہے...... میری جستجو انتھک ہے...... میری امید کا پنچھی اس کی طلب میں سدا پرواز میں ہے میں اس "انسان کامل" کو ڈھونڈ کر ہی دم لوں گا...... درویش اپنی دھن کا پکا تھا...... اس کی لگن سچی تھی...... اس نے گمشدہ انسان ڈھونڈ ہی لیا...... اس گمشدہ انسان کا نام "انسان کامل" یا مردِ مومن ہے...... وہ مرد مومن جس کے ایمان کی طاقت اور یقین کی حرارت ناقابلِ تسخیر ہے۔ جو اپنے مضبوط یقین کی بنیاد پر شک و ریب میں مبتلا انسانوں سے ممتاز ہے...... جو حیلہ جو اور بزدل انسانوں سے اپنی شجاعت

و مردانگی اور بے پناہ روحانی قوت کی وجہ سے واضح امتیاز رکھتا ہے۔

جس کی زندگی سراسر تحریک ہوتی ہے...... جس پہ انقلاب زمانہ اور گردش لیل ونہار اثر انداز نہیں ہوتی...... جس کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ پیغام حق سے عبارت ہوتا ہے...... جس کے پائے ثبات کو حوادث زمانہ...... دنیا کے اٹھائے ہوئے طوفان بے اماں جادۂ حق سے متزلزل نہیں کر سکتے۔

کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء

اس کی مثال ایسے پاک درخت کی سی ہے جس کی جڑیں مضبوطی سے جمی ہوں اور شاخیں فرازِ فلک کو چھو رہی ہوں۔

نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقین — اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز (اقبال)

وہ مردِ مومن جس کا وجود انسانی تو خاکدانِ ہستی سے جڑا ہوتا ہے مگر وجودِ ایمانی ہماری دنیائے خاک سے وراء ہوتا ہے...... جس کا سینہ زندۂ جاوید امانت کا امیں ہوتا ہے...... اسی لئے وہ مر کر بھی زندہ و باقی ہوتا ہے...... اللہ کی زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے...... کائنات کے تمام خزانوں کا وارث مردِ مومن ہی ہے۔

یہ عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث — وہ مومن ہی نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

بے دھرم اور مصلحت کیش دنیا کا مشہور ترانہ ہے:

چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

مگر صداقت مآب مومن کے سینے کی صدا کچھ اور ہوتی ہے۔

حدیثِ کم نظراں ہے "تو بازمانہ ساز" — زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ ستیز (اقبال)

مردِ مومن کی عادات وصفات کے عناصر اربعہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح مختلف و متضاد ہوتے ہیں اسی لئے وہ کسی کے لئے تو آنکھ کا تارا ہوتا ہے اور کسی کے لئے دھکتا ہوا انگارہ...... اس کے لئے کسی کے دل میں پیار ہوتا ہے تو کوئی اس پر سنگبار ہوتا ہے۔ بقول حضرت اقبال

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اس کے قہر و غضب اور مہر و محبت صفات خداوندی کے مظاہر ہوتے ہیں یعنی اسے "بندۂ مولیٰ

صفات'' کہتے ہیں۔

حضرات! جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں یہ حشر بداماں دور ہے..... انسانیت مرگئی ہے انسان زندہ لاش کی مانند زمیں کے سینے پہ بوجھ بنا ہوا ہے آدمیت زندہ درگور ہوگئی ہے..... اُترن باقی ہے..... حسد وبغض کے انگاروں نے گلشنِ مہر ووفا کو بھسم کردیا ہے۔ حضرتِ رومی کا دور تو خیر وبرکت کا دور تھا اب تو چراغ رخِ زیبا لے کر نکلو۔ شہر وبستی پھرو..... دست نوردی کرو شاید ہی کوئی ''حضرت انسان'' ملے..... بھری دنیا میں خال خال وہ صاحبِ قال وحال ملتے ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور بے قرار دل قرار پاتا ہے..... انہیں میں ایک قابل صد رشک شخصیت..... حضرت قبلہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات تھی۔

جن کی زیارت کرکے چہروں کی رونق بڑھ جاتی تھی..... ان کی محفل میں بیٹھنے سے زندگی خوبصورت لگتی تھی۔ دلوں کے پژمردہ چمن میں بہار انگڑائیاں لینے لگتی تھی۔ ان سے مل کر تھک ہار کر اور پاؤں توڑ کر بیٹھنے والے جادۂ حق کے راہی نئے حوصلے پاتے تھے۔

ایک ہی مصلے پر علم شریعت کا نابغۂ روزگار محقق اور بحرِ فقر ودرویشی کا عظیم شناور بیٹھا نظر آتا تھا۔

جسے بیگانوں کو اپنا بنانے کا ڈھنگ بھی آتا تھا اور اپنوں کے لئے حریر وپرنیاں بن بن جاتا تھا۔

چھوٹوں پہ وہ شفقت..... کہ..... ان سے جو بھی ملتا اسے حضرت بایزید بسطامی کی خانقاہ یاد آتی تھی۔ اور بزرگوں سے ملاقات کرتے تو گنج شکر اور سلطان الہند کا زمانہ نظروں میں گھوم جاتا۔ حسد کے آتشِ دوزخ نے کس کس سینے کو داغ داغ نہیں کیا۔ کتنے ہیں جو حسد کی وادی پُرخار سے دامن بچا کے نکلے ہیں..... حرص وہوس کی دہکتی ہوئی بھٹیوں کے شعلوں نے قلوب واذہان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ کئی کوہ قامت ذروں کو مسلنے میں اپنی بلند قامتی کا راز سمجھتے ہیں۔

ہمسری اپنی کسی کو کب گوارا ہوسکی دل ہی دل میں آدمی سے آدمی جلتا رہا

یہاں تک کہ محدثین کو یہ اصول وضع کرنا پڑا کہ ''ہم عصر کی جرح قابل قبول نہیں''

جو شخص ہمیں آج ملا..... غور سے دیکھا تو اس کا سلسلہ صدیوں قبل گذرے ہوئے پاکباز انسانوں سے جڑا ہوا تھا سینہ ہر قسم کے کینے اور حسد سے پاک تھا..... کمال تھا وہ شخص..... کہ اس دور میں بھی حرص

وہوس سے بھری ہوئی دنیا میں صاف صاف گزر گیا...... عجز و انکساری تو اس فردِ فرید کا زیور تھا جو اسے ہی پھبتا اور سجتا تھا...... گویا تواضع ان کی فطرت تھی...... جبلت تھی...... تکلف نام کی چیز قریب سے ہو کر نہیں گزری تھی...... ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان یاد آتے تھے اس بے برکتی کے دور میں وہ سراپا برکت بھی تھے اور ان کے اوقات بھی برکت سے لبریز تھے...... زندگی ہمیں گذار رہی ہے وہ زندگی کو گذار گئے ہیں...... زندگی کی بازی میں سرخرو ہو کر نکلے ہیں...... حق و صداقت کی جولانگاہ میں کبھی روباہی نہیں دکھائی حق کہا اور برملا کہا...... نشتر زنی بھی کی مگر کمال یہ ہے کہ کسی دل پہ خراش نہیں آئی...... وہ علم و حکمت کے طبیب تھے اور کامیاب طبیب تھے۔ وہ پنچھی بنے تو علم و حکمت کے افلاک پر اُڑے۔ انکی جولانگاہ بھی عجیب ہے درس نظامی کی ابتدائی کتاب کریما سعدی سے لے کر کائنات علم و دانش کی سب سے بڑی پاک اور لاریب و بے عیب کتاب کتاب زندہ قرآن حکیم کا ترجمہ کر ڈالا...... یعنی

میں کہاں کہاں نہ پہنچا تیری دید کی لگن میں
سر دار بھی پکارا لب بام بھی صدا دی

اور ایسا ترجمہ کیا کہ رازی و غزالی کو بھی پیار آئے آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب کا ترجمہ انکی زندگی کا آخری تحفہ تھا۔ گویا وہ اسی لمحہ دلکشا کے لئے جی رہے تھے اُدھر ترجمہ مکمل ہوا ادھر سانس کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ تمنا کا دامن چھوٹ گیا...... گویا حریم حق سے یہی دعا مانگی تھی کہ:

اگر کچھ تھی تو بس یہ تھی تمنا آخری اپنی
کہ تم ساحل پہ ہوتے اور کشتی ڈوبتی اپنی

انکی موت پر ایک زمانہ اشکبار دیکھا ہے...... انجمن انجمن ان کے لئے دعاؤں کی صدائیں بلند ہوئی ہیں اور سدا ہوتی رہیں گی ...... یہ سوچ کر چاہنے والوں کے آنسو خشک ہو گئے کہ رویا تو مردوں کو جاتا ہے وہ تو زندہ ہیں...... کیونکہ وہ ستارہ نہیں سورج تھے اور سورج پردۂ شب میں چھپ تو جاتا ہے مرتا نہیں...... ادھر ڈوب رہا ہوتا ہے ادھر طلوع ہو رہا ہوتا ہے۔ بقول علامہ اقبال

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

حضرت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری حضرت علامہ مشتاق احمد قادری جناب حافظ نثار احمد قادری حضرت قبلہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا طلوع ہے، اس بحر علم و حلم سے اتنے دریا اور چشمے پھوٹے ہیں کہ ہر طرف انکا ظہور نظر آتا ہے اس لئے ان کا نام، کام اور پیغام سدا امر رہیگا۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ایک غیور عالم دین

علامہ محمد مظفر اقبال ھاشمی مصطفوی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہوری نام ہے ایک غیور عالم دین کا، جس نے مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ہمیشہ کلمۂ حق بلند کیا۔

اتوار ۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ۔ ۵ اگست ۲۰۰۷ء کو حضرت فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند شیر پنجاب، سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر مدیر ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے وصال سے دل پر لگنے والا زخم ابھی مندمل ہونے نہ پایا تھا کہ چھبیسویں روز ہفتہ ۱۸ ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو دنیائے اہلسنت کے مقبول ومحبوب، شرف ملت حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور علیہ الرحمۃ کے انتقال پر ملال نے اس زخم کو پھر سے ہرا کر دیا، اس صدمے کے آثار ابھی تک اثر انداز ہو رہے ہیں۔

شرف ملت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہوری علیہ الرحمۃ کی زندگی میرے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہے۔ انکا زمانہ طالب علمی، ودورِ تدریس، تصنیف وتالیف، تبلیغ وارشاد کو دیکھا، پڑھا اور سنا ہے اس جوان ہمت جوان نے یہ سارے کٹھن مراحل بڑی پامردی سے سر کیے۔ قدرت کی فیاضی نے انہیں بہت سے انعامات سے نواز رکھا تھا۔ بعض لوگ ایسی شخصیت کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اُس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں لیکن اس اللہ کے بندے کی خوبیوں کا مجھے شروع ہی سے اعتراف تھا یہی وجہ ہے کہ میں اس نیک سیرت کا دل سے احترام کرتا تھا۔

علم دین کے حصول کے شوق نے جب اس نوجوان کے دل میں انگڑائی لینا شروع کی اور اس نے علم کی پُر خار وادی میں قدم رکھا تو قدرت نے اس بادیہ پیما کے لئے راستہ ہموار کر دیا اور کشاں

کشان وقت کے مشاہیر علماء ربانی جلیل العلم محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد، ملک المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول رضوی جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کے حضور زانوئے تلمذ طے کیے۔ ان مقدس ہستیوں نے جوہر قابل دیکھ کر بڑی فراخ دلی سے علم پڑھایا بھی اور پلایا بھی اور اس طالب صادق نے بھی بڑی قدر دانی کے ساتھ اور بلند حوصلگی سے علم پڑھا بھی اور پیا بھی اور خوب خوب سیراب ہوا۔ اور اپنے خالی دامن کو علمی جواہر سے مالا مال کیا۔

ظاہری علوم کی خوشہ چینی کے بعد روحانی منازل طے کرنے کے لئے شیخ العلماء مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پیر روشن ضمیر نے بھی اس کی روحانی تربیت کما حقہ کی۔ ان نفوس قدسیہ کی دعائیں اس طالب صادق کے سر پر ابر رحمت کی طرح سایہ فگن رہیں جس کے نتیجہ میں یہ اللہ کا بندہ اگر ایک طرف اپنے ہم عصروں و ہم سفروں سے گوئے سبقت لے گیا تو دوسری جانب اکابر علماء کی نگاہ التفات کا مرکز بن گیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ پھر ان منازل کو طے کرنے کے بعد جب اس عالم دین نے عملی دنیا میں قدم رکھا تو اگر ایک طرف مسند تدریس کو رونق بخشی اور ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے مرتبہ پر فائز ہوا تو دوسری جانب قلم و قرطاس کے میدان میں بھی خوب خوب جولانیاں دکھائیں تصنیف و تالیف و تراجم کی دنیا میں بھی اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ تقویٰ و پرہیز گاری میں وہ سلف صالحین کا نمونہ تھا انہی اوصاف کے پیش نظر وہ اصحابِ علم و دانش کے ہاں سند کا درجہ پا گیا۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آج ایک المیہ یہ بھی ہے کہ جس شخص کو علم کی کچھ شد بد ہو جاتی ہے تو پھر اس کا اس زمین پر رہنا

ٹھہرنا دشوار ہو جاتا ہے وہ جھوٹی اور ناپائیدار شہرت کے حصول کے لئے علامہ، فہامہ، مفتی اور نہ جانے کون کون سے لاحقوں اور سابقوں کا اپنے نام کے آگے پیچھے اضافہ کر کے مصنوعی علمی قد کاٹھ کو بڑھانا چاہتا ہے۔ اور بے بضاعتی کی پونجی لے کر وہ شاہین کی سی پرواز کرنے کی سعی لاحاصل کرتا ہے جس کا خمیازہ وہ شرمندگی وندامت کی صورت میں بھگتتا ہے۔ اور اگر کوئی مشفق ومہربان اس کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کے نحیف وکمزور جسم کو اس بھاری بھرکم بوجھ سے گلوخلاصی اور اسے اس عذاب سے نجات دلانے کے لئے اس کے حسب حال اور اس کی توانائی کے سزاوار اس کا تعارف یا اس سے مخاطب ہوتا ہے تو مارے غصہ کے وہ آگ بگولا ہو کر دانت پیستا ہے جس سے اس کے چہرے کا جغرافیہ بگڑ جاتا ہے اور پھر سزا کے طور پر اپنے اس مشفق ومہربان سے علیک سلیک بھی ختم کر بیٹھتا ہے۔

مگر آفرین ہے شرف ملت قادری صاحب کو کہ اتنے اعزازات ومناصب حاصل ہونے کے باوجود اس اللہ کے بندہ نے اپنے دامنِ شرف کو تکبر وغرور کی دھول سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔

زندہ باد اے شرف لاہوری زندہ باد

علم کے لئے عجب وخودنمائی وخودستائی ایک ایسی دیمک ہے جو کہ اسے کھوکھلا اور بے جان کر دیتی ہے۔ اور عاجزی، انکساری وفروتنی ایسے حسین اوصاف ہیں کہ اسے بامِ عروج تک پہنچا دیتے ہیں للہ الحمد! کہ شرف قادری جس کے سر پر بزرگوں کی دعاؤں کا سائبان تنا ہوا تھا وہ اس موذی ومہلک مرض سے بچا رہا۔ عجز وانکساری کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑوں کے ادب اور چھوٹوں پر شفقت نے اس کی شخصیت کو شرف کے چار چاند لگا دیے تھے۔ اس اللہ کے بندہ کو پہلی نظر دیکھنے والا اسے عالم گمان ہی نہ کرتا تھا، لیکن جب وہ لب کشائی کرتا تو دیکھنے والا انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتا۔

علم دین حاصل کرنے بعد اگر اس کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تو یہ علم وبال جان بن جاتا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے علماء کی شان بیان کرتے ہوئے یہ نشانی بیان فرمائی ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہوتے ہیں۔

علم دین پڑھنے کے بعد اگر خشیت الٰہی پیدا نہیں ہوتی تو وہ شخص قرآن کی رو سے عالم دین کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کا شمار علماء کے اس گروہ سے تھا جن کے دل میں خشیتِ الٰہی جلوہ گر ہوتی ہے اس غیور عالم دین نے اس گروہ کے سرخیل امام احمد رضا کے اس نظریہ کو اپنایا ہوا تھا۔

کروں مدح اہل دُوَل رضا

پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم

کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

اس اللہ کے بندے شرف قادری نے یہ اٹل فیصلہ کر رکھا تھا کہ دنیاوی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر بلا خوف لومۃ لائم کڑے سے کڑے وقت میں بھی دین کی سربلندی کے لئے ظالم و جابر کے سامنے امام احمد رضا کے افکار کی روشنی میں کلمۂ حق کہہ گذرتا ہے ہر چہ بادا باد۔

اس مردِ حق آگاہ کی کتاب زندگی کی جب ورق گردانی کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کہیں وہ وقت کے گورنر میاں اظہر کو اُس کی موجودگی میں تقریر کرتے ہوئے یاد دہانی کرا رہا ہے کہ ملک پاکستان لاکھوں شہداء کی قربانیوں اور ہزاروں بیٹیوں کی عصمتیں لٹنے کے بعد معرض وجود میں آیا ہے آپ کی حکومت کو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نظام مصطفیٰ کا نفاذ کرنا چاہیے۔

اور کبھی وہ علاقہ کے کونسلر بشیر خان اور گورنر پنجاب میاں اظہر کو مسجد میں گروپ فوٹو بنانے پر شریعت مطہرہ کا حکم سنا کر تنبیہ کر رہا ہے۔

ایک عرس کے موقع پر اس عالم باعمل کو مدعو کیا گیا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک لڑکے نے آ کر پیر کو سامنے سے سجدہ کیا پھر پچھلی جانب جا کر سجدہ کیا تو اس نے اس لڑکے کو بلا کر سمجھایا کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا منع ہے اور پھر پیر کو مخاطب کر کے حدیث رسول سنائی تو وہ بگڑ گیا اس پر اس عالم ربانی نے فقر غیوری کا مظاہرہ کیا کہ اُس پیر کو ملے اور کھانا کھائے بغیر احتجاجاً وہاں سے چلا آیا۔

محکمہ اوقاف لاہور نے امام الاصفیاء حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ عرس مبارک کے موقع پر اس عالم جلیل سے مقالہ کی تیاری کے لئے کہا تو اس بندۂ خدا نے بڑی جانفشانی سے وہ مقالہ تیار کیا اور موقع کی مناسبت سے مقالہ میں یہ لکھ دیا کہ بعض لوگ حضرت داتا صاحب کے مزار کو سجدہ کرتے ہیں کچھ رکوع کی حد تک جھکتے ہیں، اور مسجد میں جب جماعت ہوتی ہے تو کچھ لوگ مزار سے چپکے رہتے ہیں یہ ناجائز ہے محکمہ اوقاف کو انہیں سختی سے منع کرنا چاہیے۔ جب مقالہ پڑھنے کی تقریب منعقد ہوئی تو دیکھا کہ محکمہ اوقاف نے مقالہ چھاپ کر تقسیم کر دیا ہے مقالہ کو دیکھا تو اس میں سے توجہ دلائی گئی باتیں حذف کر دی گئی تھیں، محکمہ نے اپنی کوتاہی کو چھپانے کے لئے اعلان کیا کہ مقالہ نگاروں کو پانچ پانچ منٹ دیے جائیں گے۔ اس مردِ حق آگاہ کو جب مائیک پر آنے کی دعوت دی گئی تو اس نے اُن باتوں کو مائیک پر زبانی بیان کر دیا جو محکمہ نے حذف کر دی تھیں اس کی پاداش میں اس فاضل جلیل کو یہ سزا ملی کہ آئندہ محکمہ اوقاف نے اس کو کسی تقریب میں مدعو نہ کیا۔

نواز شریف کے پہلے دورِ حکومت میں علماء لاہور کو گورنر ہاؤس مدعو کیا گیا یہ مرد قلندر بھی مدعو تھا، نواز شریف تو نہ آئے اُن کے ایک وزیر با تدبیر چوہدری محمد حسین سے اس غیرتمند عالم دین کی ملاقات ہو گئی۔ دوران گفتگو اس حق گو عالم دین نے وزیر با تدبیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جناب آپ کی حکومت کو جرأت کا ثبوت دینا چاہیے، وزیر اعظم نواز شریف نے امریکہ کے سامنے صفائی پیش کی ہے کہ ہم بنیاد پرست مسلمان، یعنی کٹر مسلمان نہیں ہیں۔ بھلا اس پر معذرت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس پر وہ وزیر بے مزہ ہوئے اور رُخ پھیر کر چلے گئے۔

مرکزی جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ جہاں فقیہ عصر حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خان صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم انجمن نعمانیہ و شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور عرصہ دراز تک درس رشد و ہدایت دیتے رہے اُن کے وصال کے بعد آپ یہاں شرف لاہور علمی جواہرات لٹا رہا تھا۔

حضرت فقیہ عصر مفتی اعجاز ولی خان صاحب رحمۃ اللہ کے عرس کا موقع تھا مجھ فقیر کو مدعو کیا گیا ،جلسہ اس مرد حق گو کی صدارت میں شروع ہوا، کچھ دیر بعد ایک فوٹو گرافر اپنا کیمرہ اور فلش گن سنبھال کر فوٹو اتارنے لگا تو اس مرد مجاہد نے فوٹو بنانے سے روکا ایک صاحب مجمع سے اُٹھے جنہیں میں جانتا ہوں بولے کہ یہ فوٹو گرافر خود نہیں آیا میں نے بلایا ہے، آپ نہیں روک سکتے تو اس مرد درویش نے آگے بڑھ کر گرجدار آواز میں کہا کہ مسئلہ میں جانتا ہوں یا تم میری ذمہ داری ہے کہ میں اسے روکوں یہ یہاں تصویر نہیں بنا سکتا، اتنا کہنا تھا کہ فوٹو گرافر اور وہ صاحب ناراض ہو کر مسجد سے چلے گئے ،ایسے حق گو علماء دین کے وجود با مسعود سے دین کی رونق اور ملت کا وقار وابستہ ہے۔

قیامت کے آثار ہویدا ہو رہے ہیں ایسی ایسی عظیم ہستیاں ہم سے رخصت ہو رہی ہیں علم کے دریچے بند ہو رہے ہیں، یہ مرد حق آگاہ اور غیور عالم دین بھی یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو بساطِ علم لپیٹ کر خاموشی سے اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف سدھار گیا۔ اور ایک عالم کو سوگوار چھوڑ گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خدا رحمت کند ایں پاسبانان شریعت را

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے نورمند

علامہ محمد اسلم شہزاد

استاذ العلماء، شیخ الحدیث، محقق دوراں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال سے اہل سنت ایک ایسا خلا محسوس کر رہے ہیں، جو شاید ہی پورا ہو سکے، راقم ناچیز کی یہ خوش بختی ہے کہ اسے حضرت موصوف کی ہمسائیگی کا شرف نصیب ہوا ہے اور ان کی شخصیت کے روز و شب اور اخلاق و اطوار نہایت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے، وہ بلاشبہ ایک جامع الصفات شخصیت تھے، انہوں نے انتہائی بامقصد زندگی بسر کی، کہنے کو تو یہ ۶۳ سالہ زندگی تھی لیکن انہوں نے اس عرصۂ حیات میں جتنے بڑے بڑے کام کیے، شاید کوئی پانچ سو سال کے عرصے میں بھی نہ کر سکے،، ویسے بھی وہ اپنی سادگی، منکسر المزاجی، تقویٰ و طہارت، محنت و ریاضت اور صدق و اخلاص کے باعث چھٹی صدی ہجری کے انسان دکھائی دیتے تھے، ان کی سیرت سے امام نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسی ہستی کی خوشبو آتی تھی، ان کی شخصیت کے کس کس گوشے کا تذکرہ کیا جائے، عقائد و اعمال کی اصلاح اور درستگی ان کا نصب العین تھا، جس کے لیے انہوں نے تدریس بھی کی اور تبلیغ بھی، تحقیق و اشاعت کا کام بھی کیا اور رشد و ہدایت کا منصب بھی سنبھالا، دینی کام کرنے والوں کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے، بالخصوص تصنیف و تالیف سے وابستہ افراد کی حوصلہ افزائی اور تحسین کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، اصاغر نوازی کا تو یہ عالم تھا کہ ان کی بے پایاں شفقتوں اور اکرام کے باعث بعض دفعہ کئی لوگوں کو یہ گمان ہونے لگتا کہ ہم نے واقعتاً بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے، اس عاجز نے بارہا یہ مشاہدہ کیا کہ وہ لینے والے ہی نہیں تھے بلکہ دینے والے بھی تھے، جب بھی کوئی دنیاوی آسائش یا نعمت میسر آتی تو ان پر یہ خوف طاری ہو جاتا کہ کہیں اللہ رب العزت

نے ان کی خدمات کا صلہ اس نعمت یا آسائش کی صورت میں اسی دنیا میں ہی نہ دے دیا ہو، ان کی رہائش گاہ کی تعمیر کی نگرانی کی سعادت بحمداللہ تعالیٰ میرے حصے میں آئی تھی اس لیے اسی بہانے سے آپ سے بعض دفعہ دن میں کئی کئی بار ملاقات ہو جاتی، جب یہ رہائش گاہ مکمل ہوئی تو ان کی آنکھیں برسنے لگیں اور وہ رو رو کر اس خوف کا اظہار کرنے لگے کہ اللہ رب العزت نے کہیں مجھے اس نعمت کی صورت میں میری ٹوٹی پھوٹی خدمات کا اجر اس دنیا میں تو نہیں دے دیا، جس پر راقم نے خوش طبعی کرتے ہوئے کہا کہ حضرت آپ کا اجر آخرت میں آپ کو ضرور ملے گا، (انشاء اللہ) اور یہ تو اس خدمت کا بھی اجر نہیں ہے جو آپ نے ساری زندگی نحو میر پڑھانے کی صورت میں ادا کی، اپنے مشائخ اساتذہ کی محبت تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، نہایت ادب سے ان کا تذکرہ فرماتے، کمال درجہ کے خلیق اور مہمان نواز تھے، علالت اور ضعف طبعی کے باوجود مہمانوں کو دروازے تک چھوڑنے آتے، حق گوئی اور بے باکی اُن کا طرۂ امتیاز تھا، شریعت کے معاملے میں بلاخوف ملامت حق بات کر دیتے، البتہ ان کا انداز ہمیشہ ناصحانہ ہوتا اور ان کا محرک خیر خواہی ہوتا وہ کج بحثی اور مجادلہ سے اجتناب فرماتے، لوگوں کے دکھ سکھ میں اہتمام کے ساتھ شریک ہوتے، آج ہم لوگ اپنی خود ساختہ مصروفیات کی وجہ سے تعزیت اور بیمار پرسی کے مواقع گنوا دیتے ہیں، لیکن وہ حقیقی معنوں میں ایک بھرپور اور مصروف زندگی گزارنے کے باوجود اپنے حلقۂ احباب کے بارے میں پوری طرح آگاہ اور باخبر رہتے اور حسب موقع بیماروں کی مزاج پرسی یا فوت شدگان کی تعزیت کے لیے ان کے لواحقین کے پاس تشریف لے جاتے، انہوں نے اپنا یہ معمول شدید بیماری کے ایام میں بھی جاری رکھا، حالات حاضرہ پر بھی خوب نظر رکھتے تھے، آخری ایام میں وظائف کی ایک کتاب کی تالیف کی، تو اس کا انتساب معروف ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام کیا، ''روزنامہ نوائے وقت'' میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بارے میں شائع ہونے والے اشتہار میں انہیں پاکستانی

قوم کا ہیرو قرار دیا گیا تو انہوں نے ایڈیٹر صاحب کو خط لکھا کہ ڈاکٹر صاحب پاکستانی قوم کے ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کے ہیرو ہیں، عامر چیمہ شہید کے کارنامے پر فخر کرتے اور اپنی ایک کتاب کا انتساب اس عظیم نوجوان کے نام کیا، جس کا شباب بے داغ اور ضرب کاری تھی، اپنی زندگی کے بالکل آخری ایام میں جب چیف جسٹس آف پاکستان کو غیر فعال کیا گیا تو شدید بیماری اور ضعف کے باجود اس معاملہ کے ہر ہر پہلو سے باخبر رہتے اور ہر کسی سے افتخار محمد چوہدری کی جرات کا ذکر کرتے، پھر جب عدلیہ نے ان کی بحالی کا فیصلہ کیا تو بے حد مسرور ہوئے، ان کی زندگی اعلیٰ درجے کے ضبط وانقیاد کا نمونہ تھی، دنیا کی نامور علمی شخصیات سے ان کی مراسلت رہی تمام آمدہ اور روانہ کیے گئے خطوط کا ریکارڈ رکھتے، آمدن وخرچ کا تفصیلی ریکارڈ تیار فرماتے، وقت کی تقسیم فرماتے اپنے کاموں کی ترجیح ان کے ذہن میں نقش ہوتی اور بلحاظ اہمیت انہیں سرانجام دیتے، ترجمہ قرآن پاک کی شدید خواہش رکھتے تھے، اللہ رب العزت اپنے خصوصی لطف وکرم سے ان کی بیماری کے بالکل آخری ایام میں اس مقدس خواہش کی تکمیل فرمادی۔

اتباع شریعت کا یہ عالم تھا کہ وہ چلتا پھرتا اسلام نظر آتے تھے، انتہائی تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہوئے لیکن بیماری کے اس عرصے میں کبھی کوئی شکوہ یا واویلا نہ کیا، بلکہ ہر حال میں اللہ کا شکر بجا لاتے، جان لیوا بیماری کا مقابلہ بڑی جوانمردی اور استقامت کے ساتھ کیا، شدید بیماری میں بھی اپنی عبادات اور وظائف جاری رکھے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چل سکیں اور ان کے مشن کی تکمیل میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

شیخ الحدیث علامہ شرف قادری اور محبت الٰہی

صاحب طرز لکھاری محمد شہزاد مجددی

حضرت علامہ شرف قادری علیہ الرحمۃ کی ذات خدا عزوجل و مصطفیٰ ﷺ سے والہانہ محبت

ہمارے استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو قسام ازل نے متعدد خصائل حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔ آپ کی شخصیت علم و حلم، زہد و تقویٰ، غیرتِ ایمانی، حق گوئی، سوز و گداز، جذبات روحانی، اسرار و عرفان اور محبت خدا و مصطفیٰ (عزوجل ﷺ) جیسے ان گنت محاسن کا حسین مرقع تھی۔

حضرت شرف صاحب علیہ الرحمہ کو قریب سے دیکھنے اور جاننے والا ہر شخص گواہ ہے کہ انہوں نے حتی المقدور اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ فی سبیل اللہ صرف کیا اور اپنی جلوت و خلوت کو ذات باری تعالیٰ کی خشیت اور اس کے محبوب اکبر و اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے انوار سے آراستہ کرنے میں مشغول رہے۔

راقم نے آنجناب کو سالہا سال سفر و حضر، جلوت و خلوت اور خوشی و رنج کے مواقع پر بہت قریب سے دیکھا ہے اس لیے اگر ان کے مثالی کردار کے تمام پہلو اور روشن سیرت کی جملہ جہات کی ایک ایک جھلک بھی پیش کروں تو صفحات کم پڑ جائیں گے لہٰذا احباب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے تعلق باللہ اور تعلق بالرسول (جل جلالہ ﷺ) کے حوالے سے چند معروضات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

"شیخ الحدیث علامہ شرف قادری اور محبت باری تعالیٰ"

کسی بھی شخص کے تعلق باللہ یا اس کی ذات لاشریک سے قلبی و باطنی محبت کا درست اندازہ لگانے

کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود پروردگار سے پوچھ لیا جائے کہ تیرے سچے عاشق اور محب کی نشانی کیا ہے؟ وہ کون اور کیسا ہوتا ہے؟ تو محبوبِ حقیقی جواب ارشاد فرماتا ہے:

والّذین اٰمنوا أشدُ حبًا للّٰہ۔

اور ایمان والے ٹوٹ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

یعنی اہلِ ایمان اپنے رب کے سچے عاشق ہوتے ہیں اور عاشق صادق کی سب سے پہلی اور بڑی علامت اپنے محبوب کا مطیع وفرمانبردار ہونا ہے۔

بقول شاعر:

لو کان حُبّك صادقًا لأطعتهٗ

انَ المُحبَ لمن یُحب مطیعُ

ترجمہ: اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور تو اپنے محبوب کا مطیع ہوتا۔ بلاشبہ ہر محب اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں علم والوں کے بارے میں ارشاد ہے:

انّما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو اہلِ علم ہیں۔

حضرت ممدوح اس آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں:

''فرق یہ ہے کہ مخلوق سے ڈرنے والا، اس سے دور بھاگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا زیادہ سے زیادہ اس کے قریب ہونا چاہتا ہے، اس کا اطاعت شعار بندہ بن جاتا ہے اور اس کی نافرمانی سے کوسوں دور بھاگتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی معصیت سے منع کرتا ہے''۔ (خدا کو یاد کر پیارے: صفحہ ۴۸)

ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بخدا! میں ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف اور خشیت رکھتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ کے خوف و خشیت الٰہیہ کے حوالے سے چند اقتباسات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"خوف اور خشیت کی بنیاد علم ہے، بچے کے سامنے سانپ رکھ دیا جائے، تو چونکہ وہ اس کے خطرے سے نا آشنا ہے اس لیے فوراً اسے پکڑنے کی کوشش کرے گا، جبکہ اس کے والدین جو اس سے واقف ہیں اس کے قریب بھی نہیں جانے دیں گے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۸)

افکار شرف ہی کی روشنی میں اگر بات کی جائے تو معلوم ہوگا کہ محبت اور خوف دونوں سچے محبّ کا خاصہ ہوتے ہیں اور قرآن و سنت بھی اس جذبۂ صادقہ کی تائید کر رہے ہیں۔

دوسری صفت اور علامت اللہ کے عاشق اور سچے محب کی یہ ہے کہ وہ علم و عشق کا پیکر ہوتا ہے یعنی اس کی ذات میں جمع ہو کر علم و عشق باہم متصادم ہونے کی بجائے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور یہی وہ اعلیٰ وارفع وصف ہے جو حضرت شرف صاحب مرحوم کی ذات میں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

الایمان بین الخوف والرجاء۔

ترجمہ: ایمان خوف اور امید کے مابین ہے۔

بقول حضرت عارف کھڑی قدس سرہٗ:

جنہاں بھرے سر تے دھرے اوہ پیر دھرن ڈر ڈر کے

یعنی جس کے دل کا برتن ایمان کے نور اور محبت کے سرور سے بھرپور ہوتا ہے وہ اتنا ہی خوف زدہ رہتا ہے۔

علامہ شرف صاحب ان افکار و کیفیات کے پرچارک اور مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی بدرجۂ اتم ان ایمانی و روحانی کیفیات کا عملی نمونہ تھے۔ آپ عشق خدا و مصطفیٰ کا چلتا پھرتا پیکر تھے اور آپ کا حال ہمیشہ آپ کے قال کی صداقت پر شاہد عادل بن کر موجود رہتا تھا۔ گویا آپ کی ذات ستودہ صفات احکام و اسرار اور علوم و معارف کا دلکش مجموعہ تھی اور آپ علوم ظاہری و باطنی کا مجمع البحرین بن چکے تھے۔

آپ کا عشق انوار اتباع سے معمور تھا اس لیے آپ نے اپنے خالق و مالک کے ذکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ ذکر دائمی اور اسم ذات کے فیوضات سے آپ کا ذاکر و شاغل قلب ہمیشہ یاد حق میں محو رہتا اور آپ دست بکار دل بہ یاد (ہتھ کار ولے دل یار ولے) کی عملی تفسیر بن کر حلقۂ یاراں میں ''خلوت در انجمن'' کے معانی زبان حال سے بیان فرماتے رہتے تھے۔

بعض اوقات تو ایسے مراحل بھی آئے کہ دیکھنے والوں نے اشارے کیے، باتیں بنائیں، فقرے کسے کہ یہ شرف صاحب گردن کیوں ہلاتے رہتے ہیں؟ لیکن آپ کسی درویش خدامست کی طرح اپنے محبوب جل جلالہ کی یاد میں محو رہے اور لوگوں کی ملامت کو جادۂ معرفت پر چلتے ہوئے اپنے لیے مہمیز کے طور پر استعمال کیا کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

اللہ کا ذکر ایسے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔

آپ نے خود بھی ذکر الہٰی کیا اور انفرادی و اجتماعی سطح پر ذکر اللہ کے حلقے بھی قائم فرمائے اور سالہا سال باقاعدگی سے مختلف مقامات پر طالبان خدا کو ذکر اسم ذات کی تلقین فرماتے رہے۔

آپ جہاں زینت مسند تدریس تھے وہاں آپ مسند ارشاد کی رونق بھی تھے۔ آپ کتاب و

حکمت کی تعلیم و تدریس کے ساتھ تزکیہ و تصفیہ کے جوہر سے بھی واقف تھے اور نعمت باطنی کی دولت سے مالا مال تھے۔ اور یہی وہ سعادت عظمیٰ ہے جو کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں ظاہر و باطن کو آراستہ کرنے والی اس نعمت کو انبیاء کرام علیہ الصلوات والتسلیمات کی وراثت کہا گیا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی (مکتوب نمبر ۲۶۸ دفتر اول) میں فرماتے ہیں:

"العلماء ورثة الانبیاء۔"

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ سے مراد وہ علماء ہیں جنہیں پوری وراثت عطا ہوئی اور انہوں نے علم احکام اور علم اسرار سے وافر حصہ حاصل کیا۔ تو وہی علماء انبیاء کے کامل وارث ہیں۔ (تفصیل کے لیے اصل مکتوب ملاحظہ فرمایئے)

سچی محبت کا ایک نشانی غیرت بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"شبلی علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو [illegible] دیکھا تو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تو [illegible] سے زیادہ غیرت رکھے"

یعنی [illegible] والوں کو ترک محبت تو کجا آپ محبت میں غفلت بھی گوارا نہیں ہوتی [illegible] [illegible] ہیں۔

چنانچہ امام قشیری [illegible] لکھتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فرمایا: ''مومن نے اللہ کا ذکر غفلت سے کیا تھا مگر کتے کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و ان من شیءٍ الّا یسبّح بحمدہ۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

اسی قسم کے بیشتر واقعات اہل اللہ کے حوالے سے ملتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح ذات باری تعالیٰ کے حوالے سے سرزد ہونے والی قولی اور فعلی لغزشوں پر بروقت مؤاخذہ کرتے ہوئے موقع پر ہی ان کی اصلاح فرمائی، چنانچہ علامہ شرف صاحب علیہ الرحمہ نے بھی اس فریضہ محبت وشریعت کو ہمیشہ ادا کیا اور تقریر وتحریر میں اس اہم معاملے کی طرف عوام وعلماء کو متوجہ کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں ان کا یہ درد اس قدر شدت اختیار کر چکا تھا کہ انہوں نے اپنے تقریری وتحریری مواد کو جو ان موضوعات پر مبنی تھا، کتابی شکل میں ''خدا کو یاد کر پیارے'' کے عنوان سے شائع کروا کے تقسیم کیا۔ افکار شرف کی اس جہت سے واقفیت کے خواہش مند حضرات اس رسالہ کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

''حضرت شرف کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت''

علامہ شرف صاحب کا عشق رسول، اتباع رسول کے خمیر میں گندھا ہوا تھا وہ ایسے دعویٰ عشق کو جو انوار اتباع سے مزین نہ ہو محض دعویٰ ہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ہم نے بارہا دیکھا کہ کسی اہم سے اہم علمی مجلس یا انتظامی امور پر مبنی میٹنگ کے مقابلے میں مؤذن کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے ''حیّ علی الصلوٰۃ'' پر اٹھ کھڑے ہوتے اور اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں جبین نیاز خم کرنے کے لیے حاضر ہو جاتے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی برکت سے حاضرین محفل بھی ان کے ساتھ باجماعت نماز مسجد میں ادا کر لیا کرتے تھے۔

مکتبہ قادریہ پر دوران بیع وشرا بھی ان کا یہی حال تھا۔ ایک دن آپ نے ایسے ہی ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''محض اذان کے الفاظ کا جواب دے لینا اور الفاظ اذان کو دہرا لینا ہی اجابت نہیں ہے

بلکہ حقیقی معنی میں اجابتِ اذان یہ ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو سامع اٹھ کھڑا ہو اور قول کے ساتھ اپنے عمل سے بھی اس کا جواب دے"۔

اسی طرح دورانِ محافل و مجالس بھی خلافِ شرع یا غیر تحقیقی بات کی فوری اصلاح فرمایا کرتے تھے اور عشقِ خدا و عشقِ مصطفیٰ (عزوجل ﷺ) کی ہم آہنگی و یکجائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی ملامت یا مخالفت کی پروا نہیں فرماتے تھے۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی سے عشق اور والہانہ محبت ہی تھی کہ وہ میلاد اور نعت کے پلیٹ فارم پر ایک مصلح کی طرح فریضۂ عشق و محبت ادا کرتے ہوئے ایک ایک روایت، حکایت، قول اور شعر بلکہ لفظ و حرف کو بغور سنتے اور بوقتِ ضرورت اصلاح فرمایا کرتے تھے۔

علامہ شرف صاحب مرحوم بارگاہِ رسالت کی نزاکتوں اور آداب کے حوالے سے بیحد حساس تھے اور کوئی سچا محب ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے محبوب کی عزت و ناموس کا محافظ اور پہریدار نہ ہو، اور سچا تعلقِ خاطر ہی یہ غیرت اور حساسیت پیدا کرتا ہے۔

شرف صاحب قبلہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے اس مشہور مقولے کے قائل تھے۔ "با خدا دیوانہ باش و با مصطفیٰ ہشیار باش"۔

یعنی آقا کریم ﷺ کی محبت کوئی مظاہرہ اور کیفیت ایسی نہ ہو جو اتباع و اطاعتِ نبوی کے تقاضوں کے منافی ہو اور ادب سے خالی محبت کا نتیجہ سوائے محرومی کے ہو بھی کیا سکتا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

علامہ شرف صاحب نے اس پہلو سے بھی متعدد امراض کی تشخیص ایک حاذق طبیب کی طرح فرمائی ہے: آپ رقم طراز ہیں:

''موجودہ دور میں دو قسم کے طرزِ عمل ہمارے سامنے آتے ہیں جو افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ اللہ کو مانو اور کسی نہ مانو...... دوسرا طبقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کو مانتا ہے لیکن جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہونی چاہیے اور جتنا تعلق رب کریم جل مجدہٗ کے ساتھ ہونا چاہیے وہ دکھائی نہیں دیتا۔ پہلا طبقہ اس معاملے میں افراط کا شکار ہے تو دوسرا طبقہ تفریط کا''۔ (صفحہ ۲۴)

یہاں ایک وضاحت کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ عرفاء و صلحاءِ امت کے نزدیک محبت باری تعالیٰ کا کمال، فیضان محبت مصطفیٰ (ﷺ) سے حاصل ہوتا ہے یعنی رب ذوالجلال کی بارگاہ سے حقیقی تعلق سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سے گہرے تعلق کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کیونکہ

؎ اگر باؤ نرسیدی تمام بولہبی است

بطور مثال خود اسم ''محمد'' کے مادۂ اشتقاق ح-م-د- پر ہی غور کر لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ نعت کے ساتھ حمد باری تعالیٰ کس قدر ضروری ہے۔

؎ یہ راز منکشف ہوا حا، میم، دال سے
تحمید لم یزل کا اشارہ ہے ان کا نام

علامہ شرف صاحب علیہ الرحمہ نے توحید و رسالت کے حوالے سے پائے جانے والے ناجائز تجاوزات اور اشکالات کا ازالہ فرماتے ہوئے ان کا حل بھی نکالا ہے۔

راقم کی عرض کردہ وضاحت کی تائید قبلہ شرف ملت علیہ الرحمہ کی نقل فرمودہ اس حکایت سے بھی ہوتی ہے: آپ پیر علاء الدین صدیقی مدظلہٗ (نیریاں شریف) کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"قرآن پاک کی آیت کہتی ہے کہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرو اور حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے کرو، تو کیا آیت و حدیث شریف میں مخالفت پائی جاتی ہے؟

انہوں نے فرمایا: آیت و حدیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرے گا تو وہ کامل مومن ہوگا اور جو شخص کامل مومن ہوگا وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا۔

حضرت شرف ملت نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار مختلف النوع جہات سے کیا ان میں سے ایک جہت ان کا ذوق تحقیق ہے، جس نے انہیں بعض ایسے ناپسندیدہ امور کی نشان دہی پر ابھارا جو بظاہر عشق و محبت کے نام پر ہی ہو رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث کی مسند کا حق ادا کرتے ہوئے انہوں نے محافل میلاد میں پڑھی جانے والی بعض بے سروپا اور غیر مستند روایات کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ربیع الاول شریف کے مہینے میں بعض خطباء حضرات علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کی طرف منسوب اور جعلی کتاب "النعمة الكبرىٰ على العالم في مولد سيد ولد آدم" سے بعض غیر مستند روایات سنا کر اپنے سامعین سے داد و تحسین حاصل کرتے تھے، راقم (شرف صاحب) نے اس کا اردو ترجمہ بھی دیکھا ہے، اس میں مذکورہ روایات میرے نزدیک ناقابلِ فہم تھیں"۔ آپ نے مکمل تحقیق کے بعد علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی جواہر البحار کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ ان روایات کا نام و نشان بھی اصل کتاب میں نہیں ہے۔

حضرت شرف ملت علیہ الرحمہ کا سچا عشق رسول (ﷺ) ہی تھا کہ وہ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اُمت کے بہتر مستقبل اور اصلاح کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ اصلاح محافل

نعت کے حوالے سے بھی آپ نے اہل محبت کی رہنمائی فرماتے ہوئے بہترین اصلاحی مقالہ تحریر فرمایا جو اس سلسلے میں ہمیشہ کیلئے خضر راہ کا کام دیتا رہے گا۔

شرف صاحب علیہ الرحمہ نے تصوف کی وادی میں بھی خوب سیر کی اور روحانیت کے سرچشموں سے بھرپور استفادہ کیا اور اس وادی کا دوسرا نام "وادی عشق" ہے۔لیکن آپ "عشق بے زمام" کی بجائے "عشق بالا تباع" کے قائل چنانچہ آپ کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی بات یاد آتی ہے۔

"شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

میرے شیخ عبدالوہاب شاذلی علیہ الرحمہ نے جب مجھے (مکہ سے) رخصت کیا تو فرمایا:

کن فقیہا صوفیا ولا تکن صوفیاً فقیہا۔

ترجمہ: فقیہ صوفی بننا، صوفی فقیہ نہ بننا۔

یعنی شریعت کو طریقت پر غالب رکھنا ایسا نہ ہو کہ طریقت شریعت پر غالب آجائے۔

حضرت شرف ملت کی زندگی کا ہر رخ اس قول کی عملی تفسیر نظر آتا ہے آج ہمیں افکار شرف کو عمل سے زندہ رکھنے کی ضرورت ہے اور ہمارے دنیا میں باوقار طریقے سے جینے کی یہی بہترین صورت ہے۔

☆☆☆

شرف راصاحب عشق وجنوں کن
شریک زمرۂ لایحزنوں کن

ممتاز دانشور محمد یسین چوہدری۔چکوال

اگر یادوں کے گرد لپ میں ماضی کی طرف لوٹ کر دیکھیں تو یہ غالباً 1994 کے ابتدائی مہینوں میں سے کسی ایک کا ذکر ہے۔کسی حوالے سے داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جانے کا اتفاق ہوا۔حوالے اور اتفاق کا ذکر میں اس لیے کر رہا ہوں کہ گھر کا ماحول اگرچہ اس حد تک اسلامی تھا کہ نماز ادا کرنے کی سختی اور حلال حرام کا فرق سمجھا دیا گیا تھا مگر ایسا کوئی پس منظر نہیں تھا کہ منزل کی نشاندہی یا پھر اسکا تعین ہی ہوسکتا۔نیکی کے معیار اور برائی کے پیمانے میں ظاہری طور پر نظر آنے والے فرق تو معلوم تھے مگر اس سے آگے شعور کی بینائی کام نہیں کرتی تھی۔ تعلیم کا خزانہ بھی فقط دنیاوی تھا۔کاروبار بھی فرنگی لباس اور فرنگی زبان میں ہی چل رہا۔نہ کبھی کسی نے بتایا تھا کہ مزارات اولیاء پر جایا کرو اور نہ کبھی دل میں جستجو اور ذہن میں سوچ پیدا ہوئی تھی کہ لوگ مزارات اولیاء پر کیوں نہیں جاتے۔ایسی متغیر صورتحال میں داتا صاحب جانے کا اتفاق ہوا اور پھر تو گویا تیزی سے اتفاقات ہوتے چلے گئے۔جن کا عروج چند دنوں میں حاصل ہوا اور ایک نوجوان جس سے داتا صاحب ہی میں ملاقات ہوئی تھی اور ایک دو معاملات میں خالی بحث و تکرار بھی ہو چکی تھی کیونکہ مختلف موضوعات پر کتب پڑھنے کے شوق کی وجہ سے میں اس قابل ہو گیا تھا کہ خالصتاً جاہلوں کی طرح بحث کر کے مصنوعی رعب قائم کرنے کی کوشش کروں۔میری ایسی کوششوں پر ہنستے ہوئے ایک دن وہ نوجوان کہنے لگا کہ آج جمعرات ہے آؤ میں آپ کو ایک جگہ لے کر چلتا ہوں شاید آپ کے مسائل اور سوالوں کے جوابات کے ساتھ ساتھ حق و باطل کی تفریق اور منزل کا تعین ممکن ہو سکے۔

پیدل ہی داتا صاحب سے نکلے اندرون لاہور کی کبھی دائیں کبھی بائیں کبھی وسعت اور کبھی تنگی اختیار کرتی گلیوں کے مختصر سے سفر کے اختتام پر ایک چوکھٹ پر پہنچے جس پر غالباً ایک ڈیڑھ درجن جوتیوں کے جوڑے پڑے تھے۔ اندر سے کسی بچے کی نہایت میٹھی آواز میں نعت مبارک سنائی دے رہی تھی۔ دروازے پر ایک پردہ نما کپڑے کی ایک طرف سے داخل ہوا تو ملی جلی عمروں کے لوگوں کا ایک مختصر سا گروہ بیٹھا تھا۔ لیکن ان سب میں سے فوری طور پر میری نظر جس پر گویا جا کر ٹھہر سی گئی۔

ع آئی صدائے جبریل تیرا مقام ہے یہی
اہلِ فراق کیلئے۔ عیشِ دوام ہے یہی

اگر وہ شخصیت اپنی نظر سے بیان کرنے کی کوشش کروں تو سب میں سب سے نمایاں کالی شیروانی جس کے تمام بٹن خوبصورت سلیقے سے بندھے تھے۔ آنکھوں پر ایک عام سی عینک عجیب وجاہت پیدا کر رہی تھی۔ انتہائی متناسب چہرہ جیسے کہ سب کو سلجھے ہوئے طریقے پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہو۔ انتہائی شاندار طریقے سے باندھی گئی سفید پگڑی، چہرے کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہوئی داڑھی، نیم جھکی آنکھیں اور اللہ اللہ کی پکار لگاتے ہوئے ہونٹ اور ساتھ رسول ﷺ کی مدح سرائی کرتا ہوا خوبصورت بچہ۔ اس تمام ماحول میں ذرا بھی اجنبیت نہ تھی یوں محسوس ہوا کہ شاید میں یہ سب کچھ پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے مجھے آگے بلایا۔ مٹھاس بھرے لہجے میں خیریت پوچھی اور ساتھ ہی ذکرِ خفی کے بارے میں مختصر مگر جامع گفتگو فرمائی اور ذکر دیا۔ پھر کھانے اور نماز کے بعد اجازت کا وقت آیا تو بلا کر کہنے لگے کہ آپ ہر جمعرات کو آیا کریں ایک ناقابل بیان سکون و سرور لیے میں وہاں سے نکلا اور یہ تھی 1994ء میں عالم اسلام کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب سے ہونے والی میری پہلی ملاقات اور پھر باقی عمر کیلئے ان سے ایک اٹوٹ رشتہ قائم ہو گیا۔ اور وہ

خوبصورت آواز میں نعت پڑھنے والا بچہ آپ کے بیٹے نثار احمد صاحب تھے جو کہ حضرت صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کا مرید بننے کی عزت بھی خدا کی ذات نے بخشی اور پھر یہ رشتہ آج تک قائم و دائم ہے۔ آج شرف ملت محسن اہلسنت ہم کم نظروں کی ظاہری بینائی سے پردہ فرما چکے ہیں اگرچہ دل کو یہ سمجھانا اور ذہن کو یہ منوانا خاصا دشوار ہے مگر خدا کا قانون ہے کہ آنے والے کی واپسی اٹل ہے۔ آج اگر صحیفہ ماضی کی اوراق گردانی کروں تو ایسے واقعات قطار در قطار کھڑے نظر آتے ہیں جن میں حضرت صاحب کے کردار و گفتار کی عظمتیں سر اٹھائے کھڑی نظر آتی ہیں۔

ع کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی

کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا!

ان کو اگر بطور انسان دیکھتا ہوں تو انسانیت کی اعلیٰ معراج پر کھڑے نظر آتے ہیں اگر ایک عالم کے طور پر دیکھتا ہوں تو اپنے اندر ہر سوال کے جواب کا ایک عالم سمیٹے نظر آتے ہیں۔

اگر مرشد کی صورت میں نظر دوڑاؤں تو محبت و حفاظت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔

اگر مصنف بنے تو ایسی بیسیوں کتب لکھ ڈالیں جو پوری امت مسلمہ کیلئے رہنما ثابت ہوئیں

اگر محدث کا مقام حاصل کیا تو فقط زبان سے نہیں بلکہ کامل وجود سے محدث ہونا ثابت کر دیا۔

اگر تحقیق کے میدان پر قدم جمائے تو وہ مقام حاصل کر لیا کہ آج تک ان کا بڑے سے بڑا دینی مخالف بھی ایک حجت تک نکال کر نہ لا سکا۔

اگر استاد رہے تو ایسے کہ شاگردوں کے نام کے ساتھ بھی "صاحب" کا اضافہ کر کے نام لیا ان کی پوری زندگی میں سے ان کا ایک بھی شاگرد ایسا ایک بھی لفظ نہیں لا سکتا جو ان کی زبان سے نکلا ہو جسے کہ کسی لحاظ سے بھی سخت یا غلط کہا جا سکے، اگر ایک راہنما اور واعظ سمجھوں تو ہمہ وقت مقام توحید اور عشق رسول ﷺ ہی بیان کرتے دیکھا تھا۔

ع کھول کر کیا بیاں کروں سرِ مقام مرگ و عشق
عشق ہے مرگ باشرف، مرگ حیات بے شرف!

اگر ایک والد محترم کی صورت میں غور کروں تو شاید ہی کوئی ایسا خوش نصیب عالم دین ہوگا جس کی پوری اولاد دین کی بھرپور خدمت کرتی نظر آتی ہے، جو ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب، مشتاق احمد ضیاء صاحب اور حافظ نثار احمد قادری صاحب کی صورت میں اعلیٰ دینی اور تعلیمی تربیت کا نمونہ نظر آتے ہیں۔

جب مہمان نوازی کا عالم دیکھوں تو عجیب محبت وانکساری نظر آتی ہے ایک عام انسان اور کسی بھی شاگرد سے لے کر بڑے سے بڑے عالم دین یا دنیاوی عہدے کے حامل انسان سے یکساں طور پر ملتے تھے بھرپور توجہ سے بات سنتے، مکمل خاطر مدارت کرتے اور بیماری کے دنوں میں بھی، گھر کے گیٹ تک رخصت کرنے آتے۔ آدھی رات کو بھی اگر کوئی آجاتا تو کمال خوشی سے استقبال کرتے۔

کبھی سفر میں ہوتے تو فرماتے کہ راستے میں درختوں اور سرسبز چیزوں پر غور کیا کرو کہ خدا نے کس خوبصورتی سے ان کو بھی تخلیق کیا ہے اس سے بھی خدا کی یاد بڑھتی ہے اگر شاگرد ہے تو ایسے کہ استاذ الاساتذہ علامہ عطاء محمد گولڑوی صاحب جیسے جلیل وقدر استاد گرامی بھی ان کے استاد ہونے پر فخر کرتے تھے اور حضرت صاحب کی محبت و ادب کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راقم آپ کے ہمراہ پدھراڑ جیسے دور دراز گاؤں میں استاد گرامی کو ملنے گیا، کسی وجہ سے پدھراڑ پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ شدید سردیوں کی رات تھی تو بھی استاد گرامی کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور ایک چھوٹی سی مسجد میں صفوں کو لحاف بنا کر رات گذار ڈالی۔

یا حیرت فارابی، یا تاب و تب رومی
یا فکر حکیمانہ، یا جذب کلیمانہ!

پھر جب سوچ کا محور ان دنوں کی جانب ہوتا ہے جب مرض اپنی شدت اختیار کر چکا تھا تو سوچ میں پڑ جاتا ہوں تکلیف کی انتہا اور صبر کی انتہا میں ہر مرتبہ صبر جیت جاتا۔ کسی نے تکلیف کے بارے میں پوچھا تو جواب آخری وقت تک "الحمد اللہ" ہی رہا۔ ایک مرتبہ بہت پیچیدہ اور تکلیف دہ آپریشن میں ان کی زبان کی مکمل اوپری سطح کو کاٹ کر علیحدہ کر دیا گیا۔ سرجن نے آپریشن کے بعد ندیم حسن صاحب اور راقم سے باہر آ کر پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ ہم نے حضرت صاحب کے بارے میں سرجن کو بتایا تو وہ کہنے لگا کہ میری پوری پیشہ ورزندگی میں یہ چند ایک مشکل ترین آپریشنز میں سے تھا مگر کمال آسانی سے ہوا اور ان بزرگ کے ماتھے پر شکن تک نہیں دیکھی حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ایسے آپریشن کو برداشت کرنا مریض کیلئے بہت مشکل ہوتا ہے مگر حضرت صاحب آپریشن تھیٹر سے پر سکون اور پر متانت چہرہ لیے ہمارے سامنے آئے اور آپریشن کے بعد والی تکالیف میں بھی آنے والے دنوں میں کبھی تکلیف کی جھلک بھی ان کے چہرے پر نہ تھی۔

تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں!

میں نے انہیں بطور امام اس دور میں بھی دیکھا جب وہ ایک مسجد میں باقاعدگی سے جمعہ کا خطبہ دیتے اور امامت کرواتے تھے۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی جیسی عظیم اور نڈر ہستی بھی اکثر ان کا خطاب سننے اور جمعہ پڑھنے کے لئے وہاں آنا فخر محسوس فرماتے۔ ان خطبوں میں ہمیشہ موضوعات کا انتخاب امت مسلمہ کی بھلائی اور راہنمائی کو سامنے رکھ کر کیا کرتے تھے اگرچہ وہ موضوع حاکم وقت کیلئے بھی بھاری کیوں نہ ہو۔

اگر بطور سخن شناس ان کی شخصیت کا احاطہ کرنے کی جسارت کروں تو وہ ایسے کلام، نعت یا حمد کو پسند کرتے تھے جس میں خدا کی شان یا رسول ﷺ کی عظمت کی طرف اشارہ ہو جس میں

صفاتِ خداوندی اور اطاعت محمدی ﷺ کی جھلک نظر آئے وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اور ڈاکٹر علامہ اقبال سے بھرپور محبت اور ان کی شاعری کے مداح تھے اور اکثر بیان بھی فرماتے تھے۔

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر میرا کیا ہے، شاعری کیا ہے!

اگر ان کو انسانی تعلقات کے پیمانے میں دیکھا جائے تو اپنے ہم عصروں کے بہترین دوست، اپنے ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے والے اور بعض شدید دنیاوی اختلافات کے باوجود بھی صلہ رحمی کی اعلیٰ مثال تھے۔ علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب سے حضرت صاحب کی محبت کی بہت ساری وجوہات میں سے ایک ان کا ہمسائیگی کا قرب بھی شامل ہے اور علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب نے بھی حضرت صاحب سے ہر رشتے کو بھرپور طریقے سے نبھایا اور یہ فرض آج بھی وہ حضرت صاحب کے دنیاوی پردہ فرما جانے کے بعد بھی کامل طریقے سے نبھا رہے ہیں۔

جب ان کے روحانی مقام کی طرف غور کیا جائے تو اس میں بھی کمال مقام پر نظر آتے ہیں تزکیہ نفس کیلئے اپنے مریدین کو ذکر خفی کا مسلسل سبق باقاعدہ دیا کرتے تھے۔ اور بالخصوص جمعرات اس کیلئے مختص کر رکھی تھی۔ ان کا روحانی فیض حاصل کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ کمال محبت اور فرض شناسی یہ ہے کہ جمعرات کو تمام شرکاء محفل کیلئے باقاعدہ لنگر کا بھی انتظام ہوتا تھا اور یہ لنگر حضرت صاحب اپنے گھر سے اپنے ہاتھ میں اٹھا کر لاتے تھے۔ واہ واہ کمال عروجِ انسانیت ہے۔

اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب و فراز پس و پیش سے

الغرض زندگی کا کون کون سا پہلو بیان کروں ہر چیز میں کاملیت کی معراج نظر آتی ہے اور اس

میں بھی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سنتوں کے ایسے پابند کہ جیسے ان کے وجود کو بنایا ہی سنتوں کی ادائیگی کیلئے ہو۔ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، ان کی خاموشی ان کی گفتگو، ان کی زبان ان کی نظر، ان کا چلنا ان کا ٹھہرانا، نارا‌ضگی و مسکراہٹ پر غلامی رسول کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالمِ من و تو

پلا کے مجھ کو مے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ

پھر وہ گھڑی بھی آن پہنچی جس پر دنیا کے تمام مذاہب و فرقے اور معاشرے اتفاق کرتے ہیں یعنی اس وقتی عالم سے دائمی زندگی کی طرف کا سفر۔ کئی سالوں پر محیط طویل علالت آخرِ کار ختم ہوئی۔ دنیاوی آنکھیں بند ہوئیں اور تمام حجابات اٹھا دیئے گئے۔ حضرت صاحب ہماری ظاہری بصارت سے پردہ فرما گئے۔ اس میں یقین محکم ہے کہ وقتِ مقررہ پر پھر ان سے ملاقات ہوگی جسمانی نہ سہی روحانی آنکھوں سے یا پھر اس دنیائے فانی کے مختصر سے سفر کے اختتام پر ہی سہی۔ راقم ان پانچ چھ خوش نصیبوں میں شامل ہو گیا جنہیں حضرت صاحب کو آخری غسل دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے خوبصورت چہرے کے گرد نور کے ہالے کی گواہی داتا صاحب میں ان کے جنازے میں شریک ہزاروں لوگوں میں سے ہر کوئی دے رہا ہے۔ حضرت صاحب کا وصال بھی تریسٹھ سال چند ماہ اور چند دنوں کی عمر میں ہوا، حضرت صاحب کو ان کے حجرے سے ملحقہ جگہ پر دائمی آرام گاہ نصیب ہوئی، خدا آپ کو کروٹ کروٹ جنت کے باغات اور دیدارِ الٰہی نصیب کرے اور امتِ مسلمہ کو آپ کے نقشِ قدم پر چل کر خداوند رسول ﷺ تک رسائی کو مزید آسان فرمائے۔ آمین ثم آمین !!!

موتُ العالِم ...... موتُ العالَم

علامہ محمد ارشد القادری (لاہور)

آہ مولانا علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ علم وعرفان کا منبع، شریعت وطریقت کا شناور، علم دینیہ میں ایک سند، عاشق حبیب خدا جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم ایک عرصہ تک علم وفن کی خدمت کر کے بہت ساری تصانیف یادگار چھوڑ کر رخصت ہوا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن ۔ خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

اوائل 1981ء کی بات ہے میں ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔ اے کا طالب علم تھا میں نے ایک کتاب ''تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کی روشنی میں'' لکھی جب اس کو چھاپنے کا مرحلہ آیا تو مختلف پبلشرز حضرات کے پاس مسودہ لے کر گیا آخر داتا پبلشرز والوں نے چھاپنے کا وعدہ کیا اور یہ شرط لگائی کہ چونکہ آپ ایک طالب علم ہیں اور یہ کتاب کا معاملہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مستند عالم دین اس پر دیباچہ لکھ دے تو اس کو شائع کرنا آسان ہو جائے گا۔

اگرچہ میں نے اس سے پہلے بھی حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری کی زیارت کی ہوئی تھی۔ مگر آج میں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوا اس وقت آپ کلاس لے رہے تھے۔ میں نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو مجھے اشارے سے اندر بلا لیا اور تدریس فرماتے رہے کلاس ختم کر کے مجھے فرمایا کیسے تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ کتاب لکھی ہے اور اس پر آپ سے پیش لفظ لکھوانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ میری جانب ہاتھ بڑھایا اور مسودہ پکڑ کر دیکھنا شروع کر دیا پھر فرمایا۔ آپ مسودہ چھوڑ جاؤ دو چار دن کے بعد رابطہ کرنا چنانچہ میں دو تین دن کے بعد حاضر ہوا تو مجھے مسودہ دیتے ہوئے فرمایا اس کو دیکھ لو میں نے

دیکھنا شروع کیا تو سارا مسودہ مولانا دیکھ چکے تھے۔ اور جگہ جگہ خط کھینچے ہوئے تھے مجھے فرمانے لگے ہمارے اکابر اس مقام پر یوں لکھتے آئے ہیں۔ مثلاً جہاں اللہ و رسول کا ذکر اکٹھا آ گیا تو وہاں میں ﷺ لکھا ہوا تھا۔ مجھے فرمایا ہمارے بزرگ ایسے مقام پر جل وعلا ﷺ لکھتے ہیں۔

اسی طرح کئی اور مقامات پر بھی قلم پکڑ کر اصلاح فرمائی اور عبارت کی نوک پلک درست فرما دی نیز ایک صفحہ الگ سے عنایت فرمایا جس پر کچھ قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ ارشاد فرمایا ان کو دیکھ لو اور ان پر بھی کچھ لکھ لو تا کہ کتاب کا حسن بڑھ جائے۔ چنانچہ میں نے ان سب آیات کو اپنی کتاب میں نقل کیا از سرِ نو مسودہ ترتیب دیا اور وہ کتاب "تعظیم مصطفیٰ ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں" کے نام سے ... نا پبلشرز گنپت روڈ انار کلی لاہور سے شائع ہوگئی۔ اس کتاب پر گورنمنٹ کالج کے پروفیسر جناب حافظ اجمل خان صاحب، جناب محمد چاولہ صاحب، جناب محمد افضل صاحب، جناب محمد شریف اصلاحی صاحب، جناب محمد سلیم صاحب جناب محمد رفیق صاحب، جناب آغا یمین صاحب اور جناب ڈاکٹر عبدالمجید اعوان صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور نے مجھے مبارک باد دی اور اس کتاب کی تقریب رونمائی سر فضل حسین تھیٹر گورنمنٹ کالج لاہور میں ہوئی۔

جتنی عزت مجھے زمانہ طالب علمی میں کتاب لکھنے پر ملی یقیناً حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت ہی کا نتیجہ تھی۔ ایسے شفیق استاد اور مہربان معلم کم ہی دیکھنے میں آئے ہیں آپ علم فن میں راسخ تھے لیکن سادگی کا یہ عالم تھا کہ عام آدمی ان کو ایک نظر میں پہچان ہی نہ سکتا تھا۔ کہ یہ اتنے بڑے محقق، صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں۔ اس زمانہ میں آپ اولیاء اللہ کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ لب و لہجہ نہایت نرم، گفتگو نہایت شائستہ اور طرز استدلال انتہائی عمدہ تھا۔ اگر کبھی کسی کی اصلاح بھی مقصود ہوتی تو کبھی رعب وداب سے نہ فرماتے بلکہ دوران گفتگو غیر محسوس طریقے سے سب کچھ سمجھا دیتے تھے۔

کئی مرتبہ میں دقیق سے دقیق مسئلہ لے کر حاضر ہوا تو آپ نے نہایت ہی آسان اور عام فہم لب ولہجہ میں حل فرمادیا۔ مثلاً بعض لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ نماز کو ہمیں اپنی زبان میں پڑھنا چاہیے پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔ لہذا ہم لوگوں کو نماز اردو میں پڑھ لینی چاہیے عالم لوگوں میں سے بعض نے اس موقف کی تائید کی کہ عربی زبان میں جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو پڑھنے والے کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کیا عرض کر رہا ہے۔ پھر اس پر بطور دلیل امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی پیش کر دیا گیا کہ ترکی میں جب انقلاب آیا تو وہاں کمال اتاترک نے بھی نماز غیر عربی میں مقامی لوگوں کو مقامی زبان میں پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ اور اس کے جواز کے طور پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا تھا اب تحقیق یہ کرنا تھی کہ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایسا قول ہے۔۔۔؟

یہی سوال علامہ اقبال مرحوم سے بھی ایک انگریزی اخبار کے رپورٹر نے کیا تھا کہ آپ کیا کہتے ہیں کہ نماز اپنی مقامی زبان میں پڑھ لینی چاہیے اور کیا امام ابوحنیفہ کا اس پر کوئی قول موجود ہے علامہ اقبال نے جواب دیا امام صاحب کا قول تو ہے مگر آپ نے اس قول سے بستر مرگ پر رجوع کر لیا تھا اس بات کا ذکر جسٹس جاوید اقبال نے زندہ رود حیات اقبال میں کیا ہے۔ سوال پھر یہی تھا کہ امام صاحب نے جو رجوع کیا ہے اپنے اس قول سے اس کا حوالہ کہاں ہے۔

میں نے مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب سے عرض کیا مولانا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اس طرح کا قول ہے اور اگر قول ہے تو اس پر عمل کیوں نہیں اور اگر قول سے رجوع کر لیا گیا تو اس کا ثبوت چونکہ علامہ اقبال مرحوم نے صرف رجوع کا ذکر فرمایا تھا حوالہ انہوں نے نہیں دیا۔ جب میں نے یہ ساری بات عرض کی تو فوراً کتاب منگوا کر تلویح توضیح سے حوالہ نکال کر دکھایا کہ یہ موجود ہے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مذکورہ قول سے رجوع فرما لیا تھا۔ لہذا نماز عربی زبان میں پڑھنی چاہیے

بھی دوسری زبان میں نماز ادا نہیں کرنی چاہیے۔ میں کئی ماہ سے اس نقطہ کی تحقیق میں الجھا ہوا تھا تب مولانا نے فوراً حل فرما دیا۔

ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے محسوس ہوتا ہے جہاں وہ ایک زبردست عالم دین تھے وہاں وہ ایک صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ ان کی عبارت نہایت شستہ اور تسنیم وکوثر سے دھلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بات کرنے میں کسی لمبی چوڑی تمہید کا سہارا نہیں لیتے فوراً مدعا پر آجاتے ہیں۔ بات کو اس قدر آسان اور عام طریقے سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں پڑھنے والے کے دل و دماغ میں پڑھتے پڑھتے ہی اتر جاتی ہے۔ وہ اپنے کردار کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ آدمی تھے ان کی زندگی نہایت سادگی اور پروقار طریقے سے بسر ہوئی وہ طبعاً نرم خو، ملنسار، صاحب نظر اللہ تعالیٰ کے ولی معلوم ہوتے تھے۔

نظریہ پاکستان کے زبردست حامی تھے، تعمیر پاکستان کے لئے ساری زندگی سرگرم عمل رہے جب طلبہ کو درس دیتے تو کسی نہ کسی طریقے سے تحریک پاکستان کی حمایت اور نظریہ پاکستان کی وضاحت فرماتے اور اپنے موقف کو دلائل سے واضح کرتے۔ وہ اتحاد امت کے زبردست داعی تھے وہ چاہتے تھے یہ امت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے اور اس کا وقار مجموعی طور پر سربلند ہو صداقت اسلام کا جھنڈا اونچا ہو اور ساری دنیا میں اہل اسلام کی عزت کو چار چاند لگ جائیں۔

پاکستان کے استحکام وترقی کے نہ صرف خواہاں تھے بلکہ اس کے لئے عملی جدوجہد فرماتے تھے۔ انکا قلم ہمیشہ اعتدال کی پالیسی پر قائم رہا کبھی اصول سے ہٹ کر کوئی بات نہ کرتے تھے جس چیز کو انہوں نے قوم کے سامنے رکھنا ہوتا ابتدا میں اس کی بنیاد مضبوط اصولوں پر رکھتے اور آخر تک دلائل کا بہاؤ تیز سے تیز تر ہوتا چلا جاتا قاری کو کبھی اکتاہٹ نہ ہوتی تھی بلکہ پڑھنے والا ان کی تحریر کو پڑھتا ہی چلا جاتا اور اول سے آخر تک مطالعہ کر لیتا اور ساتھ ہی ساتھ تفہیم بھی ہوتی چلی جاتی یہ ان کی تحریر کا ایک ایسا جوہر تھا جو کہیں اور کم ہی دیکھنے میں آیا ہے وہ اپنی بات نہایت عام فہم اور آسان انداز میں کرتے تھے یہی خوبی ان کی ہردلعزیزی کا باعث تھی جو بھی ان کی تحریر پڑھتا تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

ماہنامہ الشرف لاہور اکتوبر 2007

مولانا عبدالحکیم شرف قادری اپنی ذات میں انجمن تھے۔ وہ اہل اسلام کے لئے ایک درد رکھتے تھے دن رات اسی کوشش میں ہوتے تھے کہ کسی طرح اس ملت کے نوجوانوں کی اصلاح ہوجائے اور وہ اپنا وقت انٹ بنٹ شنٹ میں ضائع کرنے کی بجائے اصلاحی کاموں میں صرف کریں تاکہ ان کی صلاحیتیں امت کی ترقی کا سبب بنیں۔

مولانا جامع معقول و منقول تھے وہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ جدید علوم پر بھی نظر رکھتے تھے ان کو بڑے بڑے قلم کاروں کے پڑھنے کا موقعہ ملا تھا بلکہ کوشش کر کے ان کو پڑھا تھا تاکہ ان لوگوں کے افکار ان کی فکر اور طرز تحریر بھی پیش نظر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں وہ نکھار پیدا ہوگیا تھا جس نے ہر طبقہ کے لوگون کو متاثر کیا۔

اللہ تعالیٰ نے قوت حافظ کمال درجے کا عطا فرمایا ہوا تھا کوئی بات کہیں سے ملی ہو، وہ اسی طرح یاد ہوتی تھی، حوالہ بالکل درست مستحضر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ میں ان کی عیادت کے لئے حاضر تھا تو کسی حدیث شریف کے مضمون و مفہوم پر بات ہورہی تھی آپ نے اس حوالے سے کوئی زیادہ گفتگو نہ فرمائی، میں نے دوبارہ تذکرہ کیا تو بڑی متانت کے ساتھ فرمانے لگے آپ کیا سمجھتے ہیں مجھے وہ حدیث نہیں آتی، مطلب یہ تھا کہ تمہارا استدلال اس روایت سے ایسا نہیں کہ اس کی طرف نظر کی جائے اور کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد مجھے خود احساس ہوگیا کہ میرا موقف اتنا قوی نہ تھا جتنا حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کا تھا۔ قرآن و حدیث کے مدلولات پر ایسا کمال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہر وقت تمام آیات مقدسات اور احادیث مبارکہ ان کے پیش نظر رہتی تھیں۔

خلوص کے پیکر

مولانا دیگر کمالات کے علاوہ ایک بہت بڑا کمال جو رکھتے تھے وہ تھا خلوص وہ خلوص کے پیکر تھے۔ ہر شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے تھے وہ یہ سمجھنے لگ جاتا تھا کہ حضرت مجھ ہی سے زیادہ پیار فرماتے ہیں، یہی وہ چیز تھی جو مولانا کو ان کے ہم عصر علماء کرام میں ممتاز کرتی تھی جو ایک بار ان سے مل

لیتا بار بار ملنے کی تمنا کرتا تھا اور اس کی خواہش ہوتی تھی کہ پھر بھی جلد حضرت سے شرف ملاقات حاصل ہو جائے۔ میں ایک مرتبہ زیارت کے لئے حاضر ہوا تو اپنے ساتھ چند پڑھے لکھے نوجوانوں کو لے گیا اگرچہ آپ بیمار تھے مگر اس قدر خلوص کے ساتھ پیش آئے خیریت معلوم کی ایک ایک نوجوان کو بڑے ہی پیار کے ساتھ ملے اور دعائیں دیں وہ اتنا متاثر ہوئے کہ دوبارہ بھی زیارت کی آرزو کرنے لگے ان نوجوانوں میں میرا اپنا بیٹا احمد سعید بھی شامل تھا وہ اب تک حضرت کے حسن خلق کے معترف ہیں یہ سب خلوص کی تھی کہ جو کوئی بھی آپ سے مل لیتا تھا وہ آپ کا مداح بن جاتا تھا۔ مجھے آپ کی شفقت اور عنایت آج تک یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گی وہ واقعی رہبر قوم تھے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز   یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

قوت برداشت

اگر کبھی کوئی بات ان کی طبیعت کے خلاف ہو جاتی تو اس کو کمال حوصلے کے ساتھ برداشت کر لیتے دوسروں کا شکوہ کرنے کی بجائے رضاء رب پر راضی رہتے یہی کمال ان کو ان کے معاصرین میں بلند رکھتا تھا۔ علماء کرام اور عوام الناس سب ہی ان کی عظمت و جلالت علمی کے قائل تھے اور ہیں ان کا تذکرہ ان کے پیچھے بھی نہایت عزت و احترام سے کرتے اور اکثر علماء کرام بھی آپ کو استاذ شرف صاحب کہہ کر یاد کرتے۔ انکی زندگی میں چند مرحلے ایسے بھی آئے جہاں پیمانہ صبر لبریز ہو کر چھلک سکتا تھا مگر ان کی عالی ظرفی برضا رہنے کی عادت نے ان کا پیمانہ صبر چھلکنے کی نوبت نہ آنے دی۔ بلکہ نہایت ہی نفیس انداز میں یہ سب برداشت کر گئے اور اپنے آپ کو مطمئن رکھا۔

انکی قلبی کیفیات کا عالم تو یہ تھا کہ وہ اتنے پرسکون نظر آتے تھے گویا ان پر ان کے رب نے سکینہ نازل کر دیا ہو۔ واقعی جس طرح کی بیماری اور تکلیف سے وہ گزر رہے تھے اس میں کبھی شکوہ زبان پر آ جانا کوئی بڑی بات نہ تھی مگر کیا مجال جو کبھی لمحہ بھر کو بھی شکوہ زبان پر آیا ہو میں نے یہی دیکھا جب بھی کوئی عیادت کے لئے گیا وہ وہاں جا کر ایک ایسے تحقیقی دور سے گذر گیا جو شاید کبھی کسی دوسری جگہ

میسر نہ آتا مولانا تحقیق علم اور فن کے حوالے سے گفتگو فرماتے بالخصوص خوف خدا، آخرت کی جوابدہی اور روحانیت پر بھی ایسی گفتگو فرماتے جس سے آنے والے کی توجہ آپ کی صحت کی طرف جانے ہی نہ پاتی بلکہ ایک خاص روحانی وجدان سا محسوس ہونے لگتا۔

ایک دن میں زیارت وملاقات کے لئے حاضر ہوا، جب میں حضرت کے کمرے میں داخل ہوا تو مولانا محمد اسلم شہزاد صاحب آپ کی خدمت میں موجود تھے آپ کی طبیعت خاصی خراب تھی میرا خیال تھا آج تو شاید بات بھی نہ ہو سکے مگر اللہ گواہ ہے مولانا نے اپنی طبیعت کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ مجھے فرمانے لگے آج کل کیا کر رہے ہو کوئی تحقیقی کام بھی ہو رہا ہے میں نے عرض کیا حضور! میں شرح ترمذی پر کام کر رہا ہوں فرمایا شرح میں ایک بات کا خاص خیال رکھنا، امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو واضح کرتے چلے جانا پھر مجھے دعائیں دیں۔ ایک کتاب بطور تحفہ پیش فرمائی اور اس کے اوپر اپنے قلم سے میرے لئے کلمات خیر عربی زبان میں رقم فرمائے اور میرے نام کو اس طرح لکھا "مولانا محمد ارشد القادری" اس دن کے بعد میں نے اپنا نام اسی طرح لکھنا اور بولنا پسند کر لیا۔ اب مجھے اتنی خوشی اس پر نہیں ہوتی کہ کوئی مجھے رانا محمد ارشد کہے جتنی خوشی اس پر ہوتی ہے کہ کوئی مجھے محمد ارشد القادری کہہ کر پکارے۔

سفر آخرت

یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ محمد علی رضوی نے مجھے فون پر بتایا کہ حضرت شرف ملت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری وصال فرما گئے آپ نے 2.00 بجے انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ کا اعلان ہوا کہ 10.00 بجے رات حضرت داتا گنج بخش کی بارگاہ اقدس میں ادا کیا جائے گا۔ چنانچہ میں اپنے احباب سمیت 9.00 بجے کے بعد حضرت داتا صاحب کی مسجد میں پہنچ گیا لوگ پہلے ہی سے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے ہر طرف سے لوگ جوق در جوق نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کشاں کشاں چلے آرہے تھے جب حضرت شرف ملت کا جنازہ حضرت داتا صاحب کی بارگاہ اقدس میں لایا گیا اس وقت تا حد نظر لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے تمام اہل محبت کی آنکھیں پرنم تھیں بعض علماء کرام تو دھاڑیں مار مار

کررو رہے تھے یا اللہ تیرا قانون ہے جو دنیا میں آیا ہے اسے واپس جانا ہے جب جنازہ لاکر رکھا گیا تو ہزار ہا لوگوں نے زیارت کی وہ منہ جو قرآن وحدیث کی ترجمانی کے لئے وقف تھا، بظاہر خاموش تھا ایک خاموشی طاری تھی مگر چہرے پر ایک اطمینان تھا ایک نور سا برس رہا تھا ہلکی سی مسکراہٹ زیر لب تھی بعینہ جیسا اقبال نے کہا تھا۔

نشان مرد مومن باتو گویم چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

گو آج علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری خاموش تھے مگر ان کی زندگی کے وہ اعمال جو انہوں نے خدمت دین کے لئے سرانجام دیئے تھے وہ بول بول کر کہہ رہے تھے۔ شرف قادری مرنہیں گیا وہ زندہ ہے۔ اس کے افکار زندہ ہیں اس کی تحریر زندہ ہیں اس کی زندگی بھر کی محنت اس کے ہزار ہا شاگرد زندہ ہیں انکا کام رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور شرف ملت کا نام بھی زندہ و تابندہ رہے گا۔ عموماً ایسے موقعوں پر جنازہ وغیرہ کے ڈسپلن قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا بلکہ قائم نہیں رہتا مگر حضرت شرف ملت کے جنازہ میں کمال نظم وضبط تھا بڑے اطمینان کے ساتھ لوگ حاضر تھے اور اپنی اپنی جگہ مں میں دعائیں کررہے تھے۔ چنانچہ انتظامیہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ نماز جنازہ کی امامت استاذ الاساتذہ سید السادات حضرت مولانا علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب کروائیں گے۔ حضرت مولانا سر پر سفید عمامہ سجائے غم کی تصویر بنے ہوئے کھڑے تھے اور پھر آگے بڑھ کر نماز جنازہ کی امامت کی بعد نماز جنازہ انہوں نے بہترین دعا مانگی اس طرح حضرت شرف ملت کی نماز جنازہ ادا ہوگئی اور آپ کی میت کو تدفین کے لئے لے جایا گیا آپ کی تدفین آپ کے گھر کے قریب والے خالی پلاٹ میں کی گئی وہیں پر مدرسہ قائم کردیا جائے گا۔

انہوں نے ساری زندگی خدمت دین متین میں صرف فرمائی رب کریم ان کو جوار رحمت میں جگہ دے ایک چراغ تھا جو بجھ گیا، ایک چاند تھا جو چھپ گیا، ایک آفتاب تھا جو ڈوب گیا، ایک عہد تھا جو ختم ہوا ایک دور تھا جو گذر گیا۔

ماہنامہ الشرف۔ لاہور اکتوبر 2007

دنیا میں تم سے لاکھ سہی تو مگر کہاں؟

علامہ محمد عمر حیات قادری، برطانیہ

اللہ رب العزت جن شخصیات سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اور دین کا کام لینا چاہتا ہے انہیں دین کی صحیح فکر اور کامل شعور عطا فرما کر لوگوں کی رہبری و راہنمائی کے لئے منتخب فرمالیتا ہے اور پھر وہ برگزیدہ اور عظیم شخصیتیں اپنے پاکیزہ کردار و عمل اور علمی عبقریت و قابلیت کی بدولت قوم کی صحیح راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔

انہی قابل قدر اور عظیم شخصیتوں میں ایک شخصیت محسن اہل سنت استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی جو گزشتہ دنوں اس دار فانی سے آغوش رحمت میں چلے گئے۔ قبلہ شرف صاحب کو اس زمانے کے سب سے بڑے عالم استاذ العلماء، امام المناطقہ مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اکتساب علم کی سعادت حاصل تھی۔ بلکہ بارہا قبلہ شرف صاحب کے حوالے سے امام المناطقہ فرمایا کرتے تھے کہ

''مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری سے تو میرا دل بھی خوش ہے اور میری روح بھی راضی ہے۔''

آپ کا شمار ان عظیم شخصیتوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اسلام کا پیغام عام کرنے میں گزاری۔ میدان تدریس کے شہسوار، اخلاقی قدروں کے بہترین حامل، عالم باعمل، عاشق رسول ﷺ، خدمت دین کے جذبہ سے سرشار، پیکر تقویٰ و پرہیزگاری اور نہ جانے کتنی خصوصیات سے اللہ رب العزت نے انہیں نوازا تھا۔ ان کی شخصیت یقیناً امت مسلمہ کے لئے بے مثال نعمت، انمول جوہر اور سرمایہ افتخار تھی۔

ہندوستان کے عظیم محدث اور فقیہ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی

میں جب قبلہ شرف صاحب نے حضرت سید محمد شاہ دولہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ، کراچی کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب سے خطاب فرمایا تو بعدازاں اپنے صدارتی خطاب میں شارح بخاری، فقیہ ہند فرمانے لگے: "مجھ سے پہلے رئیس القلم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب تقریر فرما رہے تھے وہ تقریر کے بھی بادشاہ ہیں وہ تحریر کے بھی بادشاہ ہیں اور اللہ نے چاہا تو وہ روحانیت کے بھی بادشاہ ہوں گے۔"

قبلہ شرف صاحب نے عقائد واعمال کی اصلاح کے لئے درجنوں کتابیں تصنیف کیں، آپ کی تحریر کے حوالے سے استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مبارک پر خطاب کرتے ہوئے سجادہ نشین درگاہ گولڑہ شریف پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب نے فرمایا:

"میں لوگوں کی کتابیں کم پڑھتا ہوں مگر مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی کتابیں ضرور پڑھتا ہوں کیونکہ انہیں لکھنے کا سلیقہ آتا ہے۔"

تصانیف کے ساتھ دوسرا اہم کام جو انہوں نے نصف صدی سے زائد عرصہ میں انتہائی جانفشانی سے سرانجام دیا وہ افراد سازی کا کام ہے۔ انہوں نے رجالِ دین تیار کئے تشنگانِ علم کو سیراب کیا۔ معاشرے کے لئے مفید اور فائدہ مند افراد کی وہ جماعت تیار کی جو آج پاکستان کے چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور دنیا بھر میں خدمت دین متین میں مصروف عمل ہے، قبلہ شرف صاحب کے سینے میں ایک دھڑکتا ہوا دل تھا جو ہر دم انہیں جماعت کے غم میں بے چین رکھتا دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں یہی فکر دامن گیر رہتی کہ باطل کی یلغار کا مقابلہ اور دفاع کس طرح کیا جائے، متحرک اور فعال افراد کی ان کو ہمیشہ تلاش رہتی انہیں وہ شخص بہت پسند تھا جو جماعت کے لئے درد اور کچھ کر گزرنے کا عزم رکھتا ہو۔ ہم نے جب بھی صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے اشاعت دین کا کوئی پروگرام بنا کر ان سے مشاورت کی انہوں نے ہمیشہ کی طرح انتہائی محبت وخلوص سے

حوصلوں اور ہمتوں کو بلند کیا مجھے بارہا ان کی زیارت اور صحبت میں حاضر ہونے کا موقع ملا، ہر بار ان کی شخصیت نے از حد متاثر کیا اور ان کی مجلس نے ایک نیا ولولہ اور جذبہ عطا کیا۔

وہ علم و عمل کے خورشید تاباں اور خلوص وللہیت کا مجسمہ تھے علم پرور اور علماء وطلباء پر یکساں شفقت فرمانے والے تھے۔ بالخصوص تحریر و تصنیف کا کام کرنے والوں اور اشاعت کے میدان میں سرگرم افراد کو خصوصی توجہ دیتے اور ان کی حوصلہ افزائی اس انداز میں فرماتے کہ ان میں مزید کام کرنے کی لگن اور جذبہ اور زیادہ پیدا ہو جاتا۔ درجنوں دینی و ملی اداروں، تحریکوں، تنظیموں اور اشاعتی و تحقیقی محاذوں پر سرگرم عمل اداروں کے سرپرست قبلہ شرف قادری صاحب کی ذات یقیناً جماعت اہل سنت کی آبرو تھی۔ ایک ایسے ہمہ جہت عالم دین تھے کہ دور دور تک ان کا کوئی مماثل نظر نہیں آتا۔ افسوس کہ قبلہ شرف صاحب کی رحلت سے ان کے تلامذہ اور وابستہ علماء وطلباء سمیت وہ ادارے بھی یتیم ہو گئے جن کی آپ سرپرستی فرماتے تھے۔

قبلہ شرف صاحب کو سلسلہ قادریہ میں حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے شرف بیعت حاصل ہوا، حضرت امین شریعت حضور سید امین میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف (انڈیا) اور حضرت ریحان ملت حضرت مولانا ریحان رضا قادری بریلوی سمیت ستر سے زائد جلیل القدر علماء ومشائخ سے حدیث نبوی، علوم دینیہ اور متعدد سلاسل طریقت شاذلیہ، تیجانیہ، رفاعیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی، اور بہت سے جید وجلیل القدر علماء نے ان سے روایت حدیث کی اجازت لی اور بہت سے علماء کو آپ نے خلافت سے بھی نوازا۔

ہمارے ہاں دستور یہ ہے کہ کسی اہم شخصیت کے وصال کے بعد ان کے عرس کا اہتمام کرتے ہیں اور ان کی سوانح پر کوئی کتاب شائع کر دیتے ہیں یا کسی ماہنامے کا نمبر۔ اور یہ بھی خال خال

اہتمام ہوتا ہے، جبکہ علم اور اہل علم کی قدر کرنا اور ان کی خدمات کا اعتراف کرنا ہی اہل شعور کا طریقہ ہے یہ قبلہ شرف صاحب کا جذبہ اخلاص تھا کہ اہل سنت کے مختلف اصحاب فکر و دانش نے ان کی زندگی میں ہی انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کیا اور ان کی شخصیت پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کا نہ انکار ممکن ہے اور نہ ہی فرار ممکن ہے، ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے جو اس دنیا میں آیا ہے، وہ اک دن ضرور جائے گا، اصل سانحہ تو یہ ہے کہ جانے والے جا رہے ہیں مگر ان کی جگہ لینے والا کوئی پیدا نہیں ہو رہا۔ قبلہ شرف صاحب کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے شاید کبھی پر نہ ہو سکے ان کا وصال جماعت اہل سنت کے لئے ایک اعصاب شکن صدمہ اور ملت اسلامیہ کا نا قابل تلافی نقصان ہے۔ ۲۴ر شعبان ۱۳۶۳ھ/ اور ۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہونے والے قبلہ شرف صاحب اس دار فانی میں ۶۳ سال گزار کر یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو ایک بج کر ۴۵ منٹ پر آغوش رحمت میں چلے گئے، ساری دنیائے سنیت سوگوار ہے کیونکہ یہ فرد یا افراد کا غم نہیں، یہ جماعت کا غم ہے۔ کون کس کے غم میں شریک ہو کون کس کے سامنے آنسو بہائے کہ سب ہی اشکبار ہیں ہم جملہ احباب صفہ فاؤنڈیشن (برطانیہ و پاکستان) صاحبزادگان قبلہ شرف صاحب، وابستگان، علماء کرام وطلباء، مریدین سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت قبلہ شرف صاحب کو اپنے مقام قرب میں بلند سے بلند درجے عطا فرمائے۔ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

بڑے لوگ بڑی باتیں

صاحبزادہ محسن سلطان دربار حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ تعالیٰ

جس خاندان سے میری نسبت ہے ہر طبقہ کے لوگوں سے ملاقات اور قربت رہتی ہے۔ میں بہت کم لوگوں سے متاثر اور نزدیک ہوتا ہوں اور اس جگہ تو بیٹھنا ہی محال ہو جاتا ہے جہاں تھوڑی سی اجنبیت محسوس ہو۔ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات بھائی محمد اسلم شہزاد صاحب کے ذریعے ہوئی سادہ طبیت سادہ گفتگو اور سادہ لباس، بھائی نے بتایا کہ یہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہوں نے کئی کتابیں لکھیں اور شیخ الحدیث ہیں مجھے ذرا بھی یقین نہ آیا کہ یہ حضرت صاحب ہیں کیونکہ میرے نزدیک تو علامہ اور شیخ الحدیث جبہ پہنے قیمتی لباس زیب تن کیے ہوئے چہرے پہ سادگی کی بجائے علمیت کا رنگ چڑھائے ہوتے ہے، مگر یہاں تو سادگی اور بس سادگی نظر آئی۔ حضرت صاحب نے نہایت اپنائیت کا اظہار فرمایا۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی میں حیران تھا کہ حضرت صاحب کو کیا نام دوں اور ان سے کس قسم کا تعلق جوڑوں علمی لحاظ سے تو میں ان کے سامنے ایک ذرا برابر بھی نہ تھا۔ عمر کے لحاظ سے بھی بہت چھوٹا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا رشتہ جوڑوں اس میں بھی حضرت صاحب نے پہل فرمائی عید کے دن جس طرح اپنی پوتی عائشہ جو انہیں بہت عزیز تھی کو عیدی دی، اسی طرح میری بیٹی خدیجہ کو بھی عیدی دی۔ یوں ایک رشتہ قائم ہو گیا ان کے ہاں جب بھی جانے کا اتفاق ہوا کبھی میں نے نہ دیکھا کہ اپنے صاحبزادوں اور خدمت گاروں کے ذریعہ مہمان کی خاطر کی ہو وہ ہمیشہ خود ہی مہمان کے آگے چائے، پانی یا کھانا رکھتے دعا کو ہمیشہ دعا ہی کی طرح مانگتے کبھی بھی انہوں نے رٹی ہوئی دعا نہ مانگی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے بڑے صاحبزادے ممتاز صاحب جب جامعہ ازہر سے فارغ

تحصیل ہو کر آئے تو علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب نے حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کی جانب سے ایک
شاندار تقریب کی اس میں حضرت صاحب اپنے بیٹے کی کامیابی پر صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول ﷺ کے شکر گزار نظر آئے، جس نے بھی مبارک باد دی تو مزید عاجزی سے جھک جاتے۔
بیماری کی حالت میں بھی نماز کے اوقات میں مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے چونکہ آپ کا آستانہ گلی
کے آخری کونے پہ ہے تو کئی بار میں نے محسوس کیا ہمیشہ وہ جس گھر کے آگے سے گزرتے ہیں اس
کے لئے دعا ضرور فرماتے۔ سلام میں پہل فرماتے۔ پڑوس میں کوئی تقریب ہو بیماری کے باوجود
تو تشریف لے جاتے۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ ہمارے ایک پڑوسی نے بہت پر تکلف دعوت کا
اہتمام کیا جسمیں مکمل چائنیز کھانے تھے جب کھانا لگ گیا تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ علامہ
صاحب آج ضرور ناراض ہوں گے مگر حضرت صاحب نے پرہیز کے باوجود تمام ڈیشیز سے تھوڑا
تھوڑا تناول فرمایا اور ساتھ ساتھ تعریف بھی فرماتے رہے اس دن مجھے مولوی اور عالم کا فرق پتہ چلا
حضرت صاحب کا رہن سہن، دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے ماضی کے کسی دور کے بندے سے مل رہے
ہوں جس نے اسلام کے ابتدائی دور میں سانس لی ہو ان لوگوں کی صف میں کھڑے نظر آتے،
جنھوں نے اسلام کی روح کو جانا۔

ہمارے پیر و مرشد سید ہارون گیلانی بغدادی علامہ صاحب کے وصال سے تقریباً ۱۵ بیس دن
پہلے تشریف لائے چہل قدمی کے لیے جب باہر تشریف لائے تو گلی میں کھڑے ہو کر فرمایا یہاں کسی
نیک روح نے اپنا ٹھکانہ بنانا ہے یا بنا چکی ہے میں نے عرض کیا حضور یہ تو کالونی ہے یہاں تو ممکن
نہیں مگر ہماری گلی کے پیچھے قبرستان ہے، انہوں نے فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں بعد مجھے بلوچستان جانے
کا اتفاق ہوا اور وہیں مجھے اطلاع ملی کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمتہ اللہ علیہ وصال
فرما گئے ہیں۔ وہ عجیب لمحہ تھا ان لمحوں میں مجھے پتہ چلا کہ حضرت صاحب سے میرے کتنے رشتے

ہیں اور میں کتنے رشتوں سے محروم ہو گیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادوں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے لیے اب حضرت محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب ڈاکٹر ممتاز صاحب ہی ہیں جن کا ہم پر پہلا احسان یہ ہے کہ علامہ صاحب کی آخری آرام گاہ انہوں نے ہمارے قریب بنائی اور خدا کرے ڈاکٹر صاحب ایک روایتی خانقاہی نظام سے ہٹ کر اس آستانہ میں ایک ریسرچ سنٹر بھی قائم کریں اور جس میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں اور انکی تصنیفات پہ مزید کام ہو سکے اور ماہانہ جو درس قرآن علامہ صاحب نے اپنی زندگی میں ہی شروع کیا تھا وہ اب آستانہ قادریہ برکاتیہ سے جاری وساری ہو، آخر میں میں سوگوران سے یہ کہوں گا کہ یہ غم ان کا نہیں ہمارا بھی ہے بلکہ سارے عالم اسلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

آمین۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ تصور ہوتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس دار فانی سے کوچ کرنے کے باوجود تبلیغ دین، تصنیف وتالیف، تدریس وتحقیق اور حسن کارکردگی کی وجہ سے زندہ جاوید ہوتے ہیں، اس دنیاوی زندگی میں وہ کسی جماعت کے صدر ہوتے ہیں اور نہ ہی ناظم اعلیٰ اور نہ ہی وہ جلسے جلوسوں کی ہنگامہ آرائیوں میں شریک ہو کر کسی داد یا عارضی شہرت کے متمنی ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ ہر لحہ مصروف عمل ہوتے ہیں اور جب وہ اس دار فانی سے کوچ کرتے ہیں تو پھر ہر طرف ان کے حسن کردار کے چرچے اور کارناموں کے تذکرے ہوتے ہیں۔ انہی جلیل القدر اور نامور شخصیات میں سے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مرحوم ومغفور کی ذات والاصفات بھی ہیں، آپ ہمہ جہت اور جامع الصفات شخصیت کے مالک، علم وفضل، فیوض وبرکات، زہد وتقویٰ، رشد وہدایت کا منبع، صبر واستقلال کا کوہ گراں، عجز وانکساری، بے ریا خلوص وللّٰہیت کا پیکر، تحمل وبردباری کا مجسمہ، رواداری اور حسن خلق کا سرچشمہ، مرجع العلماء والفضلاء اور عظیم ادیب شہیر۔

مادرعلمی جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطری طور پر جن اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا انہیں بروئے کار لا کر بہت جلد تدریس میں اپنے علم وفضل کا لوہا منوایا، علوم عالیہ نقلیہ ہوں یا قرآن وحدیث عقلیہ یا علوم عقلیہ تمام علوم میں آپ کو کامل دسترس اور مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ نے اپنی تدریس کے آغاز سے ہی محنت شاقہ لگن اور جذبہ خدمت دین سے

سرشار ہو کر اس ذوق وشوق اور احسن انداز سے پڑھایا کہ آپ سینئرز سے بھی آگے نکل گئے، جب آپ کی تدریس کی شہرت بام عروج پر پہنچی تو بندیال شریف کے چند سینئر طلبہ نے جب آپ سے قطبی کے چند اسباق سنے، تو انہوں نے بندیال جا کر ملک التدریس ملک التحقیق شیخ الکل فی الکل استاد علی الاطلاق استاذ الاساتذہ بحر العلوم والفنون جامع العلوم (عقلیہ ونقلیہ) حاوی اصول وفروع وارث علوم خیر آبادی علامہ عطا محمد گولڑوی چشتی بندیالوی مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ علیہ سے شرف الملت کی پرکشش تدریس کا ذکر کیا تو استاد علی الاطلاق نے قبلہ شرف صاحب کے انداز تدریس کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور اس کے برعکس جب بندیال شریف کے چند سینئر طلبہ نے کسی سینئرز کی میبذی کا سبق سن کر بندیال شریف واپس جا کر استاد الکل سے ان کی میبذی کے بارے میں بتایا تو استاد الکل نے اس سینئر کا نام لیکر پنجابی میں فرمایا کہ (اوہ ایں کج اے) کہ وہ میدان تدریس میں کچھ بھی نہیں ہے بہر حال اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ استاد الکل کے تلامذہ میں سے بحر العلوم والفنون شیخ الحدیث والتفسیر بقیۃ السلف حجۃ الخلف علامہ مولانا غلام رسول رضوی سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد کے بعد علامہ شرف قادری صاحب ہی علوم خیر آبادی کے وارث ہیں اس کے بعد یہ کریڈٹ آپ کے سینئرز معاصرین کو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو یہ مرتبہ ومقام اللہ تعالیٰ کی توفیق اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ملا لیکن اس میں استاد کی تربیت اور ہدایات کو بھی بڑا اثر ودخل ہے۔ (حضرت استاذی المکرم نے بارہا یہ فرمایا کہ ہم فراغت پانے والے ساتھیوں کو بڑی تاکید کرتے ہیں اور بہت سختی سے منع کرتے رہتے ہیں) مدارس میں جا کر منتظمین اور دیگر اساتذہ کے معاملات میں ہرگز مداخلت نہیں کرنی مگر بعض ناتجربہ کار اور ناعاقبت اندیش ساتھی اس پر عمل نہیں کرتے اور ہمیں سبکی اٹھانی پڑتی ہے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض ساتھی یہاں سے جاتے ہی عطا محمد بن جاتے ہیں اور مطالعہ کے بغیر ہی

درس وتدریس شروع کر دیتے ہیں اوراس کے غلط نتائج برآمد ہوتے ہیں مگر شرف ملت نے اپنے استاد محترم کی ہدایات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہو کر فلاح دارین حاصل کی، آپ جس فن کی جو کتاب بھی پڑھاتے تو وہ اس میں یکتائے روزگار معلوم ہوتے۔ زیادہ تر آپ استاد الکل کا ہی انداز تدریس اپناتے اور کبھی کبھی استاد الاساتذہ شیخ القرآن والحدیث علامہ غلام رسول رضوی، فیصل آباد کا انداز تدریس اپناتے ہوئے دریا کو کوزے میں بند فرماتے اور اجمال کے بعد پھر تفصیل فرماتے آپ کا تدریسی دورانیہ چالیس سال سے زائد ہے۔ چالیس سال تو راقم کو درس وتدریس کراتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں آپ نے ہزاروں علماء تیار فرمائے۔ جن میں مدرسین بھی ہیں مصنفین بھی ہیں اور مبلغین بھی۔ یہ علماء کرام اندرون ملک اور بیرون ملک خدمت دین میں سرگرم عمل ہیں اور جہالت کے اندھیروں کو علم دین کی شمع سے منور کر رہے ہیں۔

آپ نے تقریباً ۳۰ سال تک اہل سنت کی عظیم مشہور اور مرکزی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں راقم کو بھی مختلف ادوار میں تقریباً پندرہ سال تک آپ کی رفاقت میں تدریسی خدمات سرانجام دینے کا اعزاز حاصل ہے اور جامعہ نظامیہ ہی میں ایک مرتبہ آپ کی ہمراہی میں دورہ حدیث شریف پڑھانے کی سعادت ملی ہے۔ آپ بخاری شریف اور راقم ترمذی شریف پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے جامعہ نظامیہ سے استعفیٰ دے دیا، مدرسہ میں چھٹیاں تھیں۔ راقم شیخوپورہ سے لاہور آ کر پڑھاتا تھا جب ایک مرتبہ تعطیلات میں راقم نے شیخوپورہ سے لاہور آ کر اپنا تدریسی کمرہ کھولا تو فوراً آپ بھی میرے کمرے میں تشریف لائے گفتگو کے دوران فرمایا کہ میں نے تو استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس لئے آئندہ سال تمہیں میری رفاقت میسر نہیں ہو گی۔ راقم نے آبدیدہ ہو کر عرض کی کہ راقم کو آپ کے اس اقدام اور سوچ سے ہرگز اتفاق نہیں اور آپ کا کوئی ساتھی بھی اسے پسند نہیں کرے گا۔ جامعہ نظامیہ کی یہ رونقیں یہ بہاریں آپ کی

وجہ سے ہیں اور آپ کی تصانیف اور تحریرات کی وجہ سے اندرون ملک اور بیرون ملک جامعہ کو بڑی شہرت ملی۔

درحقیقت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور جامعہ نظامیہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔آپ کے دیگر رفقا اور احباب نے میری ناقص رائے کو پسند کیا اور احباب کی درخواست پر آپ نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔

آپ کو جامعہ نظامیہ سے گہرا لگاؤ تھا،جب زبان کے عارضے کی وجہ سے آپ تدریس پر قادر نہ رہے تو آپ کو جامعہ نظامیہ سے فارغ کر دیا گیا مگر اس کے باوجود آپ کی دلی خواہش بھی تھی کہ بحیثیت ایک استاد آپ جامعہ کے ساتھ ہی وابستہ رہیں مگر ایسا نہ ہو سکا حالانکہ یہ کوئی ناممکن بات تو نہ تھی۔تقریباً ہر دور میں ہی چار طریقوں سے ہی علم دین کی نشر و اشاعت کی جاتی رہی۔

۱۔تصنیف و تالیف۔

۲۔درس و تدریس۔

۳۔وعظ و تبلیغ۔

۴۔تزکیہ کے لیے محافل ذکر۔

پہلے دو طریقوں میں سے آپ نے بھرپور انداز سے اسلام کی نشر و اشاعت میں اہم کارنامے سر انجام دیے اور تیسرے طریقے سے اور چوتھے طریقے سے ان کی نسبت کم حصہ لیا کیونکہ آپ کو پہلی دو چیزوں سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی ، تدریسی اور دیگر گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصانیف و تالیفات اور تحریرات کے ذریعہ بھی آپ نے ناقابل فراموش اور قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔آپ نے مختلف متعدد موضوعات پر مستقل ضخیم ضخیم کتب بھی تحریر فرمائیں۔بعض کتب پر عربی فارسی اور اردو میں حواشی تحریر فرمائے اور شروحات بھی لکھیں۔بڑی بڑی ضخیم کتب کے تراجم

بھی کیے، معاصرین کی بعض کتب کے مقدمات اور تقریظات بھی تحریر فرمائیں۔حالات اور ضرورت کے مطابق اہل سنت کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی اور احقاق حق کے لئے درجنوں مضامین بھی تحریر فرمائے۔انتہائی علالت کے باوجود آپ کا قلم رواں دواں رہا۔میدان تحریر میں ترجمہ قرآن پاک آپ کا عظیم شاہکار ہے۔جب بھی آپ کی عیادت کا موقع ملتا تو آپ اپنے ترجمے کے چند اہم مقامات دکھاتے جن سے آپ کے ترجمہ کی جامعیت کا پتہ چلتا۔شدید ترین علالت کے باوجود اس ترجمہ کی تکمیل کو آپ کی کرامت ہی کہا جائے گا۔تدریس کی طرح آپ کے اس ترجمہ کو بھی معاصرین کے تراجم پر برتری حاصل ہے۔آپ کے وصال سے آٹھ دن قبل راقم، صاحبزادہ رضائے مصطفےٰ اور ان کے برادر اصغر عمر کے وقت آپ کی عیادت کے لئے گئے۔آپ میں اتنی نقاہت تھی کہ کوشش کے باوجود آپ اپنی جگہ سے ذرا بھر حرکت بھی نہ کر سکے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے صاحبزادہ صاحب کو فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کی کوئی نعت شریف سنائیں آپ نعت شریف سنتے گئے اور سنبھلتے گئے نعت شریف تقریباً بیس پچیس منٹ کی تھی سنبھلنے کے بعد آپ نے کچھ مسائل پر گفتگو فرمائی جو بات سمجھ نہ آتی وہ اشاروں سے سمجھاتے پھر مغرب کی نماز باجماعت ادا فرمائی اور پھر کچھ کتب بطور تحفہ راقم کو عنایت فرمائیں۔راقم نے عرض کی کہ ان پر اپنے دستخط بھی فرمادیں تاکہ یادگار رہے، پھر دوسرے علماء نے بھی عرض کی کہ اگرچہ ہمارے پاس پہلے سے یہ کتب موجود ہیں لیکن آپ اپنے دستخط فرما کر ہمیں بھی یہ کتب عنایت فرمائیں۔آپ نے ایسے ہی فرمایا اور جب ہم واپس آنے لگے تو آپ نے نہایت سرعت کے ساتھ اٹھ کر ہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ اندر کے گیٹ تک تشریف لائے بار بار درخواست کے باوجود آپ نہ مانے بلکہ بڑے گیٹ تک آنے کے لئے مصر تھے مگر بڑی منت سماجت کر کے انہیں روک کر واپس کیا۔یہ بھی آپ کی روحانی قوت ہی تھی، آپ کی یادیں باتیں تو بہت ہیں مگر جب بھی کچھ

لکھنا چاہتا ہوں تو جدائی کے صدمے سے ذہن ماؤف ہو جاتا ہے اور سب کچھ بھول جاتا ہوں صرف ایک مختصر واقعہ کے ساتھ اپنی معروضات ختم کرنا چاہتا ہوں جس سے واضح ہوگا کہ یقیناً آپ ادیب شہیر تھے۔

ایک دفعہ ادیبوں کی محفل جمی ہوئی تھی جس میں مجید نظامی اور ان کے ہم پلہ لوگ شریک تھے۔ سب نے کہا کہ یکسوئی کے بغیر کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ محفل میں ایک مضمون پر کچھ لکھنا تھا باتیں بھی ہو رہی تھیں علمی اور ادبی بحثیں بھی ہو رہی تھیں۔ اس ہنگامہ آرائی میں صرف آپ ہی تھے جس نے مضمون لکھ کر تمام شرکاء محفل کے ادیبوں کو حیرت میں ڈال دیا۔

سچ تو یہ ہے کہ آپ کے کارناموں کا احاطہ اگرچہ ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ اس کے لئے بہت وقت درکار ہے۔

علامہ مرحوم ایک بلند ہمت، ملنسار، باکردار، پیکر عجز و انکسار، خوش گفتار و خوش اطوار، متحمل و بردبار اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے آپ جیسی شخصیت کہیں صدیوں بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔

آپ سرمایہ اہل سنت تھے۔

محسن اہل سنت تھے۔

مخدوم اہل سنت تھے۔

محقق اہل سنت تھے۔

محدث اہل سنت تھے۔

فقیہ ملت تھے۔

پیکر صبر و وفا

مولانا حافظ محمد کلیم اللہ جلیانی، تیرہ غازی خان

سراپا شفقت، محسنِ اہل سنت، شرف ملت، پیر طریقت، شیخ الحدیث، سیدی و مرشدی حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ہمہ گیر شخصیت تھے۔ مجھے استاذ محترم مولانا غلام عباس فیضی صاحب کی اجازت سے فروری ۲۰۰۷ء سے وصال مبارک تک حضرت صاحب کی خدمت میں دن رات رہنے کا شرف حاصل رہا ہے، مجھ سے پہلے برادرِ محترم مولانا محمد ریاض الدین اشرفی صاحب کو یہ اعزاز حاصل تھا جب سے موصوف کو اپنی بعض شدید مجبوریوں کے باعث گھر جانا پڑا تب سے یہ نعمت مجھے حاصل رہی۔

فروری ۲۰۰۷ء سے یکم ستمبر ۲۰۰۷ تک میں نے جہاں حضرت صاحب کی علمی وجاہت کو قریب سے دیکھا وہیں آپ کی عاجزی و انکساری کو بھی انتہائی قریب سے دیکھا، اتنی بڑی بین الاقوامی شخصیت میں بلا کا عجز و انکسار آپ پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی گواہی دیتا ہے، شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں:

تواضع کند ہوش مندے گزیں
نہد شاخ پرمیوہ سر بر زمین

2007ء میں مولانا قاری نصیر احمد صاحب نے اپنی مسجد جو کہ جوہر ٹاؤن میں واقع ہے حضرت صاحب علیہ الرحمہ کی صدارت میں محفل میلاد کا پروگرام رکھا، قاری صاحب نے گاڑی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ان سے گاڑی آنے میں تاخیر ہوگئی، تب پروگرام کے مقررہ وقت سے پندرہ منٹ پہلے حضرت صاحب نے مجھے فرمایا ''یہ مسجد ہمارے گھر کے قریب ہی ہے چلو سائیکل پر ہی چلتے ہیں''

چنانچہ آپ میرے پیچھے سائیکل پر بیٹھ کر پروگرام میں شریک ہوئے۔ محفل کے منتظمین کے ساتھ ساتھ آج ارض وسما کو بھی حیرت ہوئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عجز و نیاز کی کن حدوں کو چھو لیتے ہیں، اور چشمِ فلک نے ایسے منظر بہت کم دیکھے ہوں گے۔

اسی طرح عجز و انکساری کی ایک کڑی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ہر ملنے والے کو سلام کرنے میں پہل کرنے کی کوشش فرماتے۔ چاہے وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا۔ میں نے آپ کو کبھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر کوئی ملنے آتا تو آپ اسے رخصت کرنے کے لیے کم از کم دروازے تک ضرور جاتے۔ خواہ وہ عام آدمی ہو یا خاص ہو، اور علماء و مشائخ کو تو گاڑی میں بٹھا کر دروازہ خود بند کرنے کی کوشش فرماتے۔

ایک دفعہ کلاس صرف (جامعہ نظامیہ رضویہ) کا ایک طالب علم آپ کی پہلی زیارت کے لیے گھر حاضر ہونا چاہتا تھا، اس نے فون پر اجازت طلب کی اور پتہ بھی دریافت کیا، حضرت صاحب اس وقت جمعرات کے ہفتہ وار محفل میں مشغول تھے، لیکن آپ نے کمال شفقت سے محفل موقوف کر کے اطمینان سے اس طالب علم کو اجازت بھی دی اور پتہ بھی سمجھایا۔

محفل ذکر ختم ہوگئی، سب لوگ چلے گئے، لیکن وہ صاحب اب تک نہیں پہنچے، تقریباً ۱۲ بجے پہنچ کر گھنٹی بجائی استاذ صاحب کو چونکہ اس کا انتظار تھا اس لیے خود گیٹ کھولا، اور اس سے بڑی شفقت سے ملے۔ اس طالب علم سے سابقہ کوئی جان پہچان نہ تھی، بس طالبیت علم ہی ایک پہچان تھی۔ آپ نے کھانا کھلایا، اور پھر رات رکنے کے لیے کہا لیکن اس نے اجازت طلب کی، تو استاد صاحب نے اس کو کرائے کے پیسے بھی دیے اور گیٹ تک چھوڑ بھی آئے، جب وہ کافی دور چلا گیا تب واپس آ کر بستر پر آرام کے لیے لیٹ گئے۔

زندگی کے آخری حصہ میں نقاہت نے اس حد تک شدت پکڑی کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص حیران

ہو جاتا کہ یہ قبلہ شرف صاحب ہی ہیں؟ تو اس سے رہا نہ جاتا فوراً سوال کر دیتا حضور! تھوڑا عرصہ پہلے الحمد للہ آپ کی صحت مبارک بہت ٹھیک تھی اب اس قدر صحت خراب ہو گئی ہے؟

حضرت صاحب جو جواب دیتے وہ سن کر جگر پھٹنے کو آ جاتا، تواضع کے پیکر عظیم، عاجزی و انکساری کے بحر زخار کے منہ سے روتے ہوئے یہ جملہ نکلتا۔

''یہ شامت اعمال کا نتیجہ ہے''

اللہ، اللہ یہ وہ ہستی ہیں جن کی رات، دن سے زیادہ سفید ہے۔ یہی وہ ہستی ہیں کہ جن کی دینی، مسلکی، ملی، سماجی و معاشرتی خدمات پر ہم فقط پاکستان کے نہیں بلکہ عالم اسلام کے لوگ گواہ ہیں، اور ان کی خدا ترسی و پرہیزگاری ان کے وجود سے جھل مل جھل مل کرتی نظر آتی ہیں، پھر ایسے جملے کا ادا کرنا یقیناً یہ اعلیٰ تقویٰ اور اعلیٰ تواضع وانکساری کی علامت ہے۔

اتنی شدید بیماری کی حالت میں کبھی حرف شکایت منہ سے نہیں نکالا، بلکہ یہی فرماتے رہے کہ اللہ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے بیماری کے ذریعے استغفار کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔

کوئی آدمی آپ سے فون پر خیریت دریافت کرتا تو تکلیف کا اظہار نہ کرتے، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤں گا''۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کی بیماری خلاصی کرنے والی نہیں۔ حضرت صاحب اپنے ترجمہ ''انوار القرآن فی ترجمۃ مفاہیم القرآن'' کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے کہ ایک آدمی نے کہا کہ اس ترجمے کی کیا ضرورت ہے، پہلے ہی اہل سنت کے بہت سارے تراجم موجود ہیں۔ تو آپ انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ فرماتے۔ ہاں! اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

میں تو اپنی ضرورت کیلئے ترجمہ لکھ رہا ہوں۔ میں خود قرآن پاک کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا، اسی صورت میں قرآن پاک کا گہری نظر سے مطالعہ ہو سکتا ہے، حالانکہ آپ کا ترجمہ درج ذیل نمایاں

خوبیوں پر مشتمل ہے۔

1- پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تبحر عالم و فاضل کا ترجمہ ہے۔

2- نہایت ہی آسان و سہل اور با محاورہ ہے۔

3- زبان کی سلاست کا بہت خیال رکھا گیا ہے، اکثر مترجمین استثنائیہ مقامات پر استثنائیہ ہی ترجمہ کر جاتے ہیں جن کی وجہ سے عام قاری نہایت الجھن کا شکار ہو جاتا ہے حضرت صاحب نے اس امر کی طرف خاص توجہ دی ہے۔

4- یہ خیال رکھا گیا ہے کہ خواص و علماء کے علاوہ عام قاری بھی اس سے استفادہ کر سکے۔

5- سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ترجمہ قرآن شدید علالت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا جو کہ آپ کے ایمان و ایقان اور استقامت کی علامت ہے، عام حالات میں ترجمہ قرآن کا ایک پارہ دو سے تین مہینوں میں مکمل ہو جاتا لیکن بیماری کی حالت میں ۱۰ سے ۱۵ دن میں مکمل ہو جاتا، ایسا نہیں ہے کہ صحت کی حالت میں بڑی باریک بینی سے پڑھتے ہوں گے اور بیماری کی حالت میں سرسری نظر سے، نہیں بلکہ ترجمہ کرتے وقت میں آپ کے پاس ہی رہتا، تہجد کے وقت اٹھتے، وضو فرما کر تہجد پڑھ کے مسند تصنیف پر براجمان ہوتے، اور ترجمہ قرآن میں مشغول ہو جاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو ترجمہ کا کافی تجربہ ہو چکا تھا اس لیے یہ ترجمہ معیار سے گرا ہوا نہیں تھا، کئی کئی تفاسیر سے ترجمہ قرآن دیکھتے، کئی کئی تراجم کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ یہ ترجمہ نامکمل نہ رہ جائے اس لئے ایک پارہ دس سے پندرہ دن میں مکمل ہو جاتا۔

6- یہ ترجمہ قرآن علماء کرام خصوصاً طلبائے کرام کے لیے نہایت ہی مفید ہے کیونکہ حضرت صاحب نے اس میں صرف، نحو، منطق، بلاغت کے قواعد و ضوابط کو ملحوظ خاطر رکھا ہے، بعض مقامات

پر حاشیہ میں صرفی، نحوی، منطقی انداز میں سوال کرتے ہیں پھر خود ہی ان کا جواب لکھ دیتے ہیں، امت مسلمہ پر ان کا عظیم احسان ہے۔

7- بعض لوگ ترجمہ قرآن کرنے کے بعد القابات حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں لیکن حضرت صاحب ہمیشہ نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگا کرتے اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ اس کو پسند فرمالیں اور یہ بشارت دے دیں کہ "یہ تیری رہائی کی چٹھی ہے"۔

حضرت صاحب کے ساتھ گزرے ہوئے دن بہت تیزی سے گزر گئے اور لگتا ہے کہ میں ابھی کل ہی آیا تھا اور آج آپ تشریف لے گئے ہیں۔

حیف در چشم زدن وصحبت یار آخر شد
روئے گل خوب ندیدم و بہار آخر شد

حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے ہم لوگ دیگر فنون پڑھنے، پڑھانے، ان پر حواشی، ترجمہ لکھنے پر اپنی زندگی گزار دیتے ہیں لیکن ہم قرآن پاک پڑھنے اور سمجھنے کی اس طرح کوشش نہیں کرتے جیسی کوشش کرنی چاہیے، یہ سارے علوم قرآن فہمی کا ذریعہ ہیں ہم ان علوم میں مشغول ہو کر اصل مقصد کو بھول بیٹھے ہیں۔ ہمیں قرآن وحدیث کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے، باقی علوم بھی پڑھتے پڑھاتے رہنا چاہیے۔

حال ہی میں آپ کی کتاب "مقالات شرف قادری" شائع ہوئی، اس کے آخری صفحات پر حضرت صاحب کی ہندوستان میں چھپی ہوئی کتب کا ٹائٹل بھی لگا دیا گیا، تقریباً ۲۰ مختلف کتب مختلف کتب خانوں سے شائع ہوئیں، دو کتابوں کا سندھی زبان میں ترجمہ شائع ہوا، کتاب کی بیک سائیڈ پر حضرت صاحب کی خدمات پر ان کو دیے جانے والے گولڈ میڈلز اور ایوارڈز کے عکس شائع ہوئے

ہیں، حضرت صاحب فرمانے لگے۔ ''مجھے ایوارڈز اور کتابوں کی صورت میں اہل سنت نے جو عزت دی ہے میں اس کے قابل کب تھا، مجھ سے اچھے لوگ موجود ہیں، میرا کون سا کارنامہ ہے؟''۔

ایک مولانا صاحب کو ان کے خط کے جواب میں لکھا ''آپ القابات بہت زیادہ لکھ دیتے ہیں فقیر ان کا اہل نہیں لہٰذا یہ اسراف میں داخل ہے احتیاط کریں۔

راقم الحروف کو تھوڑا عرصہ آپ کی خدمت کا موقع ملا، میں نے آپ کو قریب سے دیکھا، عاجزی وانکساری کا کوہ ہمالہ پایا، شروع شروع میں جب آپ علیہ الرحمہ کی خدمت کیلئے آپ کے گھر ٹھہرا، تو میرا معمول بن گیا کہ میں جب رات کو دبانا شروع ہوتا تو نیند آنا شروع ہو جاتی، دیکھتے دیکھتے میں بے سدھ ہو کر سو جاتا۔ جب میری آنکھ کھلتی تو میں چونک کر اٹھ بیٹھتا کہ میں نے تو ساری رات کبھی تو آپ کے سرھانے پر سر رکھ کر گزاری، کبھی آپ کے مبارک قدموں پر سر رکھ کر نیند کر لی، کبھی حضرت صاحب کے پیٹ مبارک پر سر رکھ کر نیند کر لی، لیکن یقین جانیے کہ عجز وانکسار کے پیکرِ عظیم کے منہ سے کبھی حرف شکایت نہیں نکلا، بلکہ فرمایا ''مولانا صاحب! رات کو دیر تک دباتے رہتے ہو اپنی نیند پوری کیا کرو''۔

میں اپنے شوق سے آپ کے پاؤں دیر تک دباتا رہتا تھا ایک دفعہ آپ نیند سے بیدار ہوئے تو فرمانے لگے ''ابھی تک جاگ رہے ہو؟ جاؤ سو جاؤ''۔ میں نے عرض کی جب نیند آئے گی سو جاؤں گا، اس پر حضرت صاحب نے غصہ سے فرمایا: ''سوتے ہو یا میں اندر چلا جاؤں''۔ ایسی شفقت شاید کوئی باپ اپنے بیٹے سے بھی نہ کرتا ہوگا۔

اٹھتے جاتے ہیں میری بزم سے سب اہل نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کو بڑھانے والے

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے

عربی تحریر: علامہ تاج محمد خان ازہری

ترجمہ: محمد حمزہ قادری

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم نور ہے، اس کی افادیت اور تابانی میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب علم کے ساتھ عمل اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری بھی پائی جائے، اور جو شخص ان خوبیوں کا حامل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ترین شخص ہوتا ہے، زمانہ ماضی کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جو ان فضائل کی حامل مثالی شخصیات سے خالی رہا ہو۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے بارے میں صرف راقم کی رائے نہیں بلکہ بہت سی علمی شخصیات کی بھی یہ رائے ہے کہ وہ بھی اُن مثالی شخصیات میں سے ایک ہیں، کیونکہ دینی علوم کی تدریس کے حوالے سے ان کا علم، ان کی پرہیزگاری اور اسلامی اور عربی علوم کی اشاعت میں ان کی کوششیں محتاجِ تعارف نہیں ہیں، انہوں نے پاکستان کے مختلف علاقوں میں تیس سال سے زیادہ عرصہ (تقریباً ۳۹ سال) تک اسلامی اور عربی علوم کی تدریس کے فرائض سرانجام دے ہیں، انہوں نے اس عرصے میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، ادب عربی، زبان فارسی (اور دیگر علوم) کا درس دیا، علاوہ ازیں انہوں نے عربی، فارسی اور اردو زبان میں اپنی قیمتی تصانیف کے ذریعے عربی لائبریریوں کو مالا مال کیا ہے، ان کی تصانیف میانہ روی اور اعتدال کا بہترین نمونہ ہیں، نیز انہوں نے بعض عربی اور فارسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کی تصانیف اور تالیفات ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کے علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی

ہیں۔

ہمارے استاذ صاحب نے طویل عرصہ حدیث نبوی کی تدریس میں گزارا ہے، ہندوستان، پاکستان اور دنیائے عرب کے علماء سے علوم اسلامیہ اور خاص طور پر حدیث نبوی شریف کی متعدد (ستر سے زیادہ) سندیں اور اجازتیں حاصل کی ہیں، ان کی سندین:

"الجواهر الغالية من الاسانيد العالية"

میں مذکور ہیں، حضرت استاذ حفظہ اللہ تعالیٰ، جب ہندوستان آئے تو راقم نے بھی اُن سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی تھی، ان کی سند درج ذیل چار واسطوں سے امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتی ہے:

وہ اپنے شیخ علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری سے روایت کرتے ہیں، وہ امام احمد رضا خاں سے، وہ اپنے شیخ شاہ آل رسول مارہروی سے، وہ امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، اور وہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے (رحمہم اللہ تعالیٰ)

ہمارے استاذ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ۲۴ رشعبان ۱۳۶۳ھ موافق ۱۳ راگست ۱۹۴۴ء کو پیدا ہوئے، دیندار گھرانے میں پرورش پائی اور درج ذیل اساتذہ سے اکتساب علم کیا:

(۱) علامہ عطا محمد بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) محدث جلیل علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری (رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۳) علامہ غلام رسول رضوی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۴) علامہ محمد اشرف سیالوی (دامت برکاتہم العالیہ)

(۵) علامہ مفتی محمد عبدالقیوم قادری (رحمہ اللہ تعالیٰ) ——— اور ان کے علاوہ جلیل القدر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے اور اس وقت سے ان کے علمی فیضان کا سلسلہ تدریس، وعظ، علمی اور تاریخی تصانیف کے ذریعے جاری ہے، اور اس فیضان کا دریا اسلامی اور عربی ثقافت کی خدمت میں اب تک جاری وساری ہے۔

ہمارے جلیل القدر استاذ کعبۂ علوم اور اسلامی ثقافت کے مینار، جامعہ ازہر شریف کو بڑی قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی اہمیت کے پوری طرح معترف ہیں، اسی لئے انہوں نے ۱۹۹۹ء میں مصر کا دورہ کیا اور اس دورے کی روئداد اپنی کتاب "تکریم ثلاثۃ من علماء مصر الازھر" میں بیان کی۔

وہ اس کتاب میں لکھتے ہیں:

"میں سید وجاہت رسول قادری کی معیت میں عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف میں حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے اس مضبوط ترین قلعے کو قیامت تک شادوآباد رکھے۔ ہمیں اس کے بارے میں بڑی اچھی اطلاعات ملتی رہتی تھیں، جو ہمارے دلوں کو فرحت وانبساط سے مالامال کردیتی تھیں، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جامعہ ازہر شریف میانہ روی اور اعتدال پسندی کا حامل ہے اور اس انتہاپسندی کو پسند نہیں کرتا جس نے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا ہے اور مختلف طبقوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مسلمانوں کو اتحاد عطا فرمائے اور ہمارے فائدے کے لئے جامع مسجد ازہر اور یونیورسٹی ازہر میں برکتیں عطا فرمائے۔"

حضرت علامہ نے دورۂ مصر کے مقاصد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمیں جامعہ ازہر شریف اور اس کے علماء خصوصاً شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی کی ملاقات کا شوق تھا۔''

جب وہ قاہرہ آئے تو انہوں نے ازہر شریف کے متعدد علماء، خصوصاً جناب شیخ الازہر سے ملاقات کی بعض ادباء سے بھی ملاقات کی، ان ملاقاتوں سے ہمارے جلیل القدر استاذ بڑے محظوظ اور مسرور ہوئے۔ یہ تو ایک پہلو تھا۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ یہاں کے علماء و مشائخ نے بھی ان کی عزت افزائی میں کمی نہیں کی بعض علماء اور فضلاء نے ان کے بارے میں جو کلمات کہے ان میں سے چند ایک بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

1. حضرت پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین کردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ملاقات کے بعد فرمایا:

''ان کی پیشانی علم اور تقویٰ کے نور سے منور ہے۔''

2. کلیۃ الدراسات الاسلامیہ والعربیۃ جامعہ ازہر شریف میں ادب اور تنقید کے استاذ، ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے ہمارے استاذ جلیل کے سامنے اپنے احساسات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو زندگی میں پہلی مرتبہ قاہرہ آئے تو میں نے ملاقات کی گرمجوشی سے محسوس کیا کہ میں انہیں بہت سالوں سے جانتا ہوں، اگر میں ان سالوں کی تعداد بیان کروں جو مجھے بوڑھا ثابت کر دے گی (اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے) تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا، جب میں پہلی دفعہ ان سے ملا اور ہم ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے تو مجھے محسوس ہوا کہ ہم ایک دوسرے کو بڑے طویل عرصے سے جانتے ہیں۔''

● جامعہ ازہر شریف میں اردو زبان و ادب کے استاذ ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ نے ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے کئی کتابوں کا عربی اور فارسی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے کیا ہیں، وہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی مشہور دینی درسگاہ "جامعہ نظامیہ رضویہ" لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، عربی اور فارسی زبانوں میں تقریر اور تحریر کا تجربہ رکھتے ہیں۔"

ہم نے اپنے جلیل القدر استاذ کے بارے میں تین مصری اساتذہ کی آراء پر اکتفا کیا ہے اور اگر ہم ہندوپاک کے اساتذہ اور اہل علم کی آراء کا بھی تذکرہ کرنا چاہیں تو یہ مقالہ ان کے لئے ناکافی ہے۔ مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے جلیل القدر استاذ بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے علماء و مشائخ میں سے ایک ہیں اور ان علماء میں سے ہیں جو میانہ روی اور اعتدال کی راہ پر سختی کے ساتھ قائم ہیں، انہوں نے اپنے شاگردوں، تصانیف اور عربی و فارسی کتب کے اردو تراجم کے ذریعے دعوت و ارشاد کے میدان میں بھرپور حصہ لیا ہے، ناسازیٔ صحت کے باوجود ان کا فیض جاری و ساری ہے، اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ان کا سایہ دراز فرمائے اور ان جیسے علماء بکثرت پیدا فرمائے۔!

---

(۱) یہ مضمون عربی زبان میں ہفت روزہ "صوت الازہر"، جامعہ ازہر، قاہرہ مصر شمارہ یکم ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ/ بمطابق ۲۳ رجنوری ۲۰۰۴ء شائع ہوا

عقائد اہل سنت کا بے باک ترجمان

(شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

الحمد للہ اہل سنت وجماعت کے عقائد ہی قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔ان کے عقائد میں نہ غلو ہے نہ تقصیر، نہ افراط ہے نہ تفریط۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہل سنت ہی "فرقہ ناجیہ" ہے۔اس پر ایک دلیل یہی ہے کہ عالم اسلام کے جمیع اولیاء کاملین اور اکابر ومتقدمین سب انہیں عقائد کے حامل تھے جن پر اہل سنت وجماعت بڑی استقامت سے کاربند ہیں۔یہ ان کے عقائد کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ یہی لوگ قران وسنت کی چلتی پھرتی تفسیر اور روح دین تک رسائی پانے والے ہیں۔

عقائد اہلسنت کے حق ہونے کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ اپنے آپ کو سنی کہلانے والا ہر شخص جو بھی کرے وہی حق اور درست ہوگا۔اپنے آپ کو اہل سنت سے وابستہ کرنے والا کوئی بھی شخص اگر کوئی ایسا کام کرے جو اہل سنت کے عقائد سے متصادم ہو تو نہ صرف وہ کام ناجائز ہوگا بلکہ ایسا شخص اہل سنت کو بدنام کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

اہلسنت کے عقائد ونظریات کو سمجھنے کے لئے ان امہات الکتب کو دیکھا جائیگا یا مسلمہ شخصیات کی طرف رجوع کیا جائے گا۔اپنے آپ کو سنی کہلانے والے ہر شخص کا عمل اہل سنت کے عقائد کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔اس واضح حقیقت کے باوجود اس بات کا انکار بھی ناممکن ہے کہ جب اپنے آپ کو سنی کہلانے والے لوگ مذہب کے نام سے کوئی بھی کام کریں گے وہ کتنا ہی اہل سنت کے

عقائد سے متصادم کیوں نہ ہو تو مخالفین اسے سنی عقیدہ بنا کر ہی پیش کریں گے اور یہی لوگ اہل سنت کی رسوائی کا ذریعہ بنیں گے۔ایک دانشور کا قول ہے کہ۔

"جب کوئی قوم حقیقی دین کو چھوڑ دیتی ہے تو پھر وہ ایک ایسا دین ایجاد کر لیتی ہے جو اس کی خواہشات اور مفادات کے مطابق ہوتا ہے اور پھر وہ ساری دینی عقیدتیں اسی دین پر نچھاور کر دیتی ہے۔"

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ بھی ایسے عقائد و اعمال اپنانے لگے جو اہلسنت کے عقائد سے صراحۃً متصادم تھے، بجائے اس کے کہ لوگ ان کے ایسے اعمال کو ان کا ذاتی عمل سمجھ کر انکار ذکر کرتے لوگوں نے اہل سنت کی ہی مذمت شروع کر دی اور ایسے گمراہ نظریات کو اہل سنت کے عقائد کہنا شروع کر دیا۔

جیسے جیسے جذبہ عمل سرد پڑتا جائیگا۔ایسی گمراہیاں مزید پھیلتی جائیں گے چونکہ لوگوں کو ایسے اعمال سے روکنا ان کے ذوق اور مفادات کی مخالفت کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات ان چیزوں کے حامل افراد معاشرہ میں کوئی اعلیٰ مقام رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں اس لئے کچھ "دینی تاجر" بھی ان کی تائید کر کے یا سکوت اختیار کر کے اپنے مفادات حاصل کرتے رہتے ہیں لیکن ہر دور میں ایسے علماء حق بھی موجود رہے ہیں جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر اور ہر خطرہ مول لے کر کلمہ حق کہتے رہے ہیں اگر چہ ان کی ذات سے کی جانے والی محبتیں نفرتوں میں ہی کیوں نہ بدل جائیں اور مفادات کی جگہ خطرات ہی کیوں نہ اُمڈ آئیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (اقبال)

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے ان لوگوں کے

سرخیل اور مقتدا تھے جو حق گوئی و بے باکی کا پیکر تھے۔ وہ لا یخافون لومۃ لائم، کی شان رفیع کے مالک تھے قبلہ شیخ الحدیث صاحب کی پوری زندگی دین اسلام کی چاکری میں گذری۔ وہ زمانے میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سوز بانٹتے رہے انکا وجود مسعود حق گوئی و بے باکی کا پیکر تمام تھا۔ وہ اہل سنت کے عقائد کے سچے اور بے باک ترجمان ہی نہیں ان کے محافظ بھی تھے وہ افراط وتفریط سے دامن بچا کر راہِ اعتدال پر گامزن تھے۔ جب بھی اہل سنت کے عقائد پر کسی نے انگلی اٹھائی توانہوں نے شائستہ، مدلل اور نا قابل تردید دلائل سے عقائد اہل سنت کا دفاع کیا اور جس نے بھی سنیت کا لبادہ اوڑھ کر اہلسنت کو بدنام کرنے کی کوشش کی تو قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اس کی بھی حکمت اور دانائی کے ساتھ اصلاح کی اور اہل سنت کے عقائد کی ترجمانی کا حق ادا کردیا۔ استقصاء کیا جائے تو شاید ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی۔ بات کو واضح کرنے کے لئے چند نمونے ملاحظہ فرمایئے۔

مسئلہ استعانت

اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حقیقی مستعان اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہی ہے مقربین الٰہی کو ذریعہ اور وسیلہ سمجھ کر پکارنا اور ان سے استمداد کرنا جائز ہے۔ یا علی مدد یا رسول اللہ مدد کہنا شرک نہیں بلکہ ان ذوات قدسیہ کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارا گیا ہے اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

لیکن غضب یہ ہوا کہ اپنے آپکو سنی کہلانے والے چند افراد نے اس ''جائز'' کو صرف جائز نہیں سمجھا بلکہ وہ استعانت کے اس طریقہ کو اپنا تشخص اور شعار بنانے لگے گویا ''یا اللہ مدد'' کہنا کسی اور کی نشانی ہے اور یا علی مدد کہنا ہماری نشانی اور پہچان ہے۔ ان لوگوں نے نادانی میں حقیقت کو مسخ کردیا حقیقت کو مجاز اور مجاز کو حقیقت کا روپ سمجھ لیا جو اہل سنت کے عقائد سے متصادم ہے۔

قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''من عقائد اہل السنۃ'' میں مسئلہ استعانت

کے جواز پر مدلل اور مبسوط بحث فرمائی اور ایسے افراد کی اس فکر پر ضرب کاری لگاتے ہوئے فرمایا:

"والحاصل ان الاستعانة بالخلق بحيث يعتقده مغيثا مستقلا لايحتاج الى عون الله تعالىٰ وعطائه شرك محض ولو ظن انه مظهر نصرة الله تعالىٰ ووسيلة رحمته فلا باس بها۔"

"خلاصہ کلام یہ کہ مخلوق سے مدد چاہنا اگر اس عقیدہ سے ہو کہ وہ مستقل مشکل کشا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مدد یا عطا کا محتاج نہیں ہے تو یہ خالص شرک ہے اور اگر وہ یہ گمان کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پانے کا وسیلہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

(من عقائد اهل السنة ص ١٨٤)

اس سے واضح ہوا کہ ایسی سوچ مثلاً

خدا کے پلے میں وحدت کے سوا دھرا کیا ہے
جو کچھ مانگنا ہو گا مانگ لوں گا میں محمد ﷺ سے

یہ کسی مشرک کا عقیدہ ہے اہل سنت ایسی فکر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ مسئلہ استعانت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قد اتضح بما سبق ان الاستعانة بالانبياء والاولياء باذن الله تعالىٰ ليست شركا ولا كفرا كما زعمت مبتدعة عصرنا هذا ومن البين ان المغيث والمعين وقاضي الحاجات هو الله تعالىٰ فالاحسن ألا يسئل الامنه تعالىٰ ويتوسل بالانبياء والاولياء فان الحقيقة حقيقة والمجاز مجاز او يطلب منهم ان يدعو الله تعالىٰ بأن يقضي الحاجات ويحل العويصات ويفرج عنهم الكربات وبهذا يسهل طريقه التضامن۔"

اس عبارت کا مفہوم بھی آپ کے الفاظ میں ہی ملاحظہ ہو۔

''اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ انبیاء اوراولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا کفروشرک نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر کفراورشرک کا فتوی جڑ دیتے ہیں البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب اصل حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن واولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور انبیاء اوراولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز مجاز ہے یا بارگاہ انبیاء واولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلات آسان فرمادے اور حاجتیں برلائے اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی''۔

(عقائد ونظریات ص ۱۸۶)

حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے اہل سنت کے اس عقیدہ کو اسطرح واضح اور بے باک انداز میں بیان کرنا کسی مرد حق کا ہی کام ہوسکتا ہے اور علامہ شرف صاحب نے اس کا حق ادا کردیا ہے۔

پیری مریدی کا تصور

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہمیشہ مخلوق خدا کو اپنے خالق ومالک سے ملانے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں یہی پیری مریدی ہے خالق کا ارادہ کرنے والا مرید اور کروانے والا پیر کہلاتا ہے۔ لیکن آج کل بہت سی خانقاہوں کے گدی نشین پیری کے روپ میں دین کو تجارت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن

اگر معاملہ صرف انہیں کی ذات تک محدود رہتا تو بات اتنی خطرناک نہ ہوتی لیکن ہوتا یہ ہے کہ ان کی ذات اہل سنت پہ تنقید کا ذریعہ بن جاتی ہے اور نہ صرف مخالفین انہیں اہل سنت کے مقتدا بنا کے

اہل سنت پہ تنقید کرتے ہیں بلکہ بعض ان پڑھ اور سادہ لوگ بھی انہیں جنید زمان اور بہیقی وقت سمجھنے لگتے ہیں اور انہیں کو اسلام کا آئیڈیل سمجھتے ہیں اور ان کی بے عملی کی روش کو اپنا کے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کی پیروی میں مصروف ہیں۔ جبکہ اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق "اسوۂ حسنہ" کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کو پانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس تناظر میں اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کسی کو پیر ماننے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرب بنائے جو شخص خود شریعت مبارکہ پر عمل نہیں کرتا وہ پیر و مرشد تو کیا ہوگا وہ تو صحیح مرید بھی نہیں ہے پیر بننا تو بہت دور کی بات ہے۔"

پیر اپنی مرید عورت کا محرم نہیں ہے اس لئے عورت اپنے پیر کے ساتھ نہ تنہائی میں ملاقات کرسکتی ہے اور نہ ہی بغیر پردے کے اس کے سامنے جاسکتی ہے۔ البتہ ذکر وفکر اور اوراد و وظائف سیکھنے کے لئے عورت اپنے سرپرست یا شوہر کی اجازت سے صحیح العقیدہ سنی اور صاحب علم وعمل پیر کی بیعت کرے تو جائز ہے بلکہ اہم امور میں سے ہے۔ (انٹرویو ماہنامہ اخبار اہلسنت لاہور۔ اگست ۱۹۹۷ء بحوالہ خدا کو یاد کر پیارے)

پیری کے روپ میں "دینی تاجروں" کو یہ باتیں کتنی کڑوی اور تلخ لگی ہوں گی لیکن قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ حق بیان کرنے میں کسی کے ناراض ہونے کی پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ انہیں اہل سنت کا وقار کسی بھی "دینی تاجر" کے وقار سے ہر لحاظ سے بڑا محبوب تھا۔ چونکہ خانقاہی نظام میں اس خرابی کی بنیادی وجہ اس نظام کا موروثی بن جانا ہے کہ پیر صاحب کا بیٹا جتنا بھی شریعت سے دور اور جیسا بھی بے عمل ہے وہی گدی نشین ہوگا جب دنیادار پیروں کے روپ میں آجائیں تو اس کے مفاسد بہت دور تک جاتے ہیں اس لئے قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ اس روش کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''خانقاہیں ہوں یا دینی مدارس یہ قومی ادارے ہیں انہیں چلانے کے لئے قابل افراد کا انتخاب کرنا چاہیے خواہ بیٹا ہو یا مرید اور شاگرد ہو یا دوسرا فرد۔ موروثی نظام کا نتیجہ ہے کہ خانقاہوں میں ذکر وفکر اور رشد وہدایت اور مدارس میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ ختم ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ معاشرے کے بگاڑ کو دور کرنے اور نظام مصطفیٰ کی راہ ہموار کرنے کے لئے ہمیں اسلاف کا وہی خانقاہی اور تعلیمی ماحول واپس لانا پڑے گا۔''

(نفس مصدر ص ١٥)

زیارت مزارات کے آداب

آج کل مزارات کی حاضری پر جس قدر غیر شرعی امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور یہ چیز اہلسنت وجماعت پر جس شدت سے طعن وتشنیع کا سبب بن رہی ہے۔ اس کا اندازہ لگانا کسی صاحب نظر کے لئے مشکل نہیں۔ عورتوں کا بے پردہ مزارات پر جانا اور کچھ جاہل لوگوں کا مزارات کو سجدہ کرنا وغیرہم ایسے امور ہیں جو اہل سنت کے نزدیک نہ صرف ناجائز بلکہ حرام ہیں لیکن انہیں چیزوں کو اہل سنت کی بدنامی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور عوام کو ایسے غلط امور سے ٹوکنے والا طرح طرح کے فتووں کا مورد ٹھہرتا ہے لیکن قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کسی ملامت کی پرواہ کیے بغیر فرماتے ہیں:

''عورتوں کو اگر مزارات پر جانا ہی ہے تو پردے کی پابندی کے ساتھ جائیں اور موت کو یاد کریں کہ زیارت قبور کا اہم مقصد یہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نمود ونمائش کا شوق پورا کیا جائے۔''

(نفس مصدر ص ١٦)

ایک مرتبہ جب حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک کے موقع پر قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو ایک مقالہ لکھنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے اس مقالہ میں یہ بھی لکھا:

''بعض لوگ حضرت داتا صاحب کے مزار پر سجدہ کرتے ہیں بعض لوگ رکوع کی حد

تک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ مسجد میں جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ مزار شریف کے ساتھ چمٹ کر کھڑے رہتے ہیں یہ ناجائز ہے اور محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو ان کی حرکتوں سے منع کرے۔"

جب مجلس مذاکرہ میں یہ باتیں آپ نے بیان فرمائیں تو باوجود اس کے کہ یہ سب باتیں اہل سنت کے عقائد کے عین مطابق تھیں انتظامیہ کو یہ سچی اور کھری باتیں کتنی بری لگیں اس کا تذکرہ خود قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے الفاظ میں سنئے:

"اس جسارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد مجھے کسی مذاکرہ میں نہیں بلایا گیا۔ عرس کی تقریبات میں بھی مجھے دعوت دی گئی تو بحیثیت مقرر کے نہیں بلکہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے۔ اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ کلمہ حق کہنا پھر اس سن کر برداشت کرنا کتنا مشکل ہے۔"

(خدا کو یاد کر پیارے ص ۴۳)

حرمت سجدہ تعظیم

شریعت اسلامیہ میں سجدہ تعظیم حرام ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ لیکن اپنے آپ کو سنی کہلانے والے بلکہ صرف اپنے آپ کو ہی سنی ماننے والے کچھ جہلاء اس فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہیں اور اہلسنت کی رسوائی کا سامان کرتے ہیں ۔لیکن جو جاہل پیر اپنے آپ کو سجدہ کرواتے ہیں ۔ انہیں اس خدائی منصب پر تو کنا بڑی جوانمردی کا کام ہے کچھ ضمیر فروش تو تاویلات کے چکر میں جواز ثابت کر کے اپنے مفادات حاصل کرتے رہتے ہیں دراصل ایسے لوگ ہی انہیں سجدہ کروانے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ انہیں بھی ذلیل کرتے ہیں اور خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔

آدمی کو آدمی رہنے دو بہتر ہے یہی
جسکی تم پوجا کروگے وہ خدا ہوجائے گا

لیکن قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ اسلام کے وہ بطل جلیل تھے جو ایسے موقع پر برملا کسی خطرہ کی پرواہ کیے اور ہر مفاد کو ٹھکرا کر کلمۂ حق کہتے تھے ایسا ایک واقعہ آپکے ہی الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

''غالباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے ایک صاحب نے مجھے اپنے والد صاحب کے عرس میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ میں نے وعدہ کرلیا اور حسب وعدہ میانی صاحب پہنچ گیا۔ دیکھا کہ وہاں سازوں کے ساتھ قوالی ہورہی ہے۔ راقم مزار شریف کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ایصال ثواب کیا۔ کچھ دیر بعد وہ قوالی سے فارغ ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفید اور خشخشی داڑھی والے شاہ صاحب بیٹھے ہیں، ایک نوجوان لڑکے نے آکر ان سے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا، چند لمحوں کے بعد دیکھا کہ وہی لڑکا شاہ صاحب کے پیچھے جا کر سجدہ کررہا ہے میں نے اشارے سے اس لڑکے کو بلایا اور سمجھایا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرنا چاہیے۔ کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ختم شریف کی باری آئی تو مجھے کہا گیا کہ حلیم کی دیگ کے پاس کھڑے ہوکر ختم پڑھیں جہاں نان بھی رکھے ہوئے تھے حالانکہ جہاں بیٹھے تھے وہاں بھی ختم پڑھا جاسکتا تھا، تاہم میں نے ختم پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے کہا کہ حضرات ایک حدیث شریف سن لیں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر گئے واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے حضور! میں نے دیکھا کہ فلاں جگہ کے لوگ اپنے بڑے کو سجدہ کرتے ہیں، آپ سب سے زیادہ اس امر کا حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ہماری قبر کے پاس سے گزروگے

تو اسے بھی سجدہ کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں فرمایا: اب بھی نہ کرو۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات طیبہ میں اور بعد وصال سجدہ کرنا جائز نہیں تو کسی دوسرے کے لئے کب جائز ہوگا۔؟

یہ سنتے ہی شاہ صاحب (جن کو سجدہ کیا گیا تھا) جلال کے عالم میں ایک دو قدم آگے بڑھے اور کہنے لگے یہ بھی ختم شریف میں داخل ہے؟ میں خاموش رہا کیونکہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا تھا۔ جن صاحب نے مجھے بلایا تھا وہ کہنے لگے آپ اختلافی بات نہ کریں، میں نے کہا جناب! آپ کمال کرتے ہیں۔ میں کسی عالم کا قول بیان نہیں کر رہا میں تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف بغیر کسی اضافے اور تبصرے کے سنا رہا ہوں اس کے بعد دعا کی اور جوتے اٹھا کر واپس آ گیا۔

(نفس مصدر ص ٤١-٤٢)

اس واقعہ میں بہت سی باتیں لائق توجہ ہیں اپنے میزبان کے مزاج کے خلاف بات کرنا جرات وبے باکی کے کسی پیکر کا ہی کام ہوسکتا ہے ورنہ عموماً میزبان کی رضا کو ہی ہر چیز پر ترجیح دی جاتی ہے اور۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

والی پالیسی اپنائی جاتی ہے۔ پھر آخری جملے پر غور فرمائیں "دعا کی اور جوتے اٹھا کر واپس آ گیا" یعنی اگر سجدہ تعظیم کرنے پر نہ ٹوکتے تو ڈھیر سارا نذرانہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا اور اعزاز وتکریم سے گھر تک پہنچایا بھی جاتا۔ لیکن ایک کلمہ حق کہنے سے یہ سب کچھ الٹ ہوگیا۔ لیکن حق گوئی کی سنگلاخ شاہراہ کا یہ مسافر مطمئن تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے۔

محبت رسول ﷺ اوراس کے تقاضے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیرانسان ایمان کی چاشنی اورحلاوت سے ہی محروم رہتا ہے۔ یہ شخصیت پرستی نہیں بلکہ ایمان کی قدردانی کا اظہار ہے لیکن کیامحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند دعوے کردینے اورمخصوص مواقع پر چند محافل منعقد کردینے کا ہی نام ہے؟ اگر چہ باقی ساری زندگی ''اسوۂ حسنہ'' کے برعکس ہی گذرتی رہے،نہیں یقیناً نہیں یہ اہل سنت کی فکرنہیں ہے۔ یہ تو اہل سنت کالبادہ اوڑھے کسی نفس پرست اورمفاد پرست انسان کاوطیرہ ہے اہل سنت کا موقف تو یہ ہے کہ محبت محبوب کے رنگ میں رنگ جانے کاتقاضا کرتی ہے۔ لیکن آج کل عموماً اہل سنت اس بارے میں جوتاثر دے رہے ہیں کیاوہ اہل سنت کے عقائد پرطعن وتشنیع کادروازہ نہیں کھول رہا؟ قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ اس روش پہ تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک صاحب تازہ تازہ داڑھی منڈواکرآئے ہیں اورسرپرانگریزی بال رکھے ہوئے ہیں اورابھی اسٹیج پرنعت پڑھیں گےاورعشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کامظاہرہ کریں گے۔ حالانکہ عشق سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کامظاہرہ آدمی کے قول وفعل،رہن سہن اورشکل وصورت میں ہوناچاہیے۔'' (نفس مصدرص ۲۹)

ایک اورمقام پرفرماتے ہیں:

''پھریہ بھی ذہن میں رہے کہ جولوگ فی زمانہ کہتے ہیں کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ کی محبت ہےان کاکردار کیا ہے؟ اکثروہ ہیں جونعتیں پڑھتے اورسنتے ہیں،محافل نعت منعقد کرتے ہیں،محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اوراپنے خیال میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کاحق اداکررہے ہیں اورچونکہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے لہذا اللہ تعالیٰ کاحق بھی اداہوگیا۔اس کے باوجود داڑھی مونچھ صاف،نہ نمازنہ روزہ۔ میں

دیانت داری سے سمجھتا ہوں کہ اس قوم کو اگر نہ سمجھایا گیا تو ہم سے باز پرس ہوگی۔"

(نفس مصدر ص ۱۱)

اہل سنت کے عقائد قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں لیکن زمانے پر یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوگی۔ جب علماء دین ان چیزوں پر شدت سے تنقید کریں جنہیں خواہ مخواہ اہل سنت کے عقائد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اپنی عزت سے بڑھ کر اہلسنت کا وقار اور اپنے مفادات سے بڑھ کر اہلسنت کا مفاد عزیز سمجھیں۔ اور قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حکمت اور دانائی کے ساتھ حق گوئی و بے باکی کو اپنا وطیرہ بنائیں لیکن یہ حوصلہ اور شرف اسی کو ملتا ہے جس کی زندگی تن پروری کے لئے نہیں گلشن اسلام کی شادابی کے لئے گذر رہی ہو جس نے اسلام کو اپنے مفادات کے حصول کے لئے سیڑھی نہ بنا رکھا ہو بلکہ خون جگر سے اس کی آبیاری کا تہیہ کیا ہو۔

وہی کرے گا حفاظت چمن کے پھولوں کی

چمن کے واسطے جس نے لہو دیا ہوگا

قبلہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ ہر مفاد کو ٹھکرا کے اور ہر خطرہ مول لے کے کلمہ حق اس لئے کہتے تھے کہ ان کی پوری زندگی اسی گلشن کے تحفظ میں بیتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمت دین کی جملہ مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور انہیں فردوس بریں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف نصیب فرمائے آمین۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا

نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

گوہر یکتائے حکمت، روحِ گلزارِ قلم

علامہ محمد بوستان، بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ایک بچہ جب اپنی ماں کی گود میں آنکھ کھولتا ہے تو اس کی گود اس کے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جو قطرہ نیساں کے لیے صدف کی حیثیت ہوا کرتی ہے۔اس کی آب و تاب کا انحصار اسی گود پر منحصر ہوتا ہے۔جیسا ماحول اسے میسر ہوگا اسی قسم کی اس کی تراش خراش ہوگی۔اس عمر میں نصیب ہونے والی شفقت و رہنمائی انمٹ نقوش کی صورت میں اس کی زندگی میں باقی رہے گی۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے کہ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔شہباز خطابت جناب صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہار شریف مرحوم و مغفور کی زبانی یہ بات سننے کو ملی:

''بچے کا ذہن سفید کاغذ کی مانند ہوتا ہے اس پر ایک دفعہ جو نقش ثبت کر دیا جائے اس کے اثرات کسی نہ کسی صورت میں باقی رہتے ہیں۔اسلام اسی حکمت کے تحت اذان و اقامت کہنے کا حکم دیتا ہے''

کئی جلیل القدر اولیاء کے تذکار میں یہ بات پڑھنے کو ملتی ہے کہ انہیں قرآن حکیم کے حفظ کی سعادت ماں کی گود سے ہی نصیب ہوگئی اور تعلیم و تربیت اس خشت اول نے ان کے اعلیٰ مقام کے حصول میں بنیادی کردار ادا کیا۔

جناب استاذ العلماء محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی تعمیر میں جس چیز نے بنیادی کردار ادا کیا وہ ماں کی گود ہے وہ خود ذکر کرتے ہیں:

''والدہ ماجدہ صبر و رجا، شرم و حیاء اور پرہیزگاری کا پیکر تھیں۔سخت ترین حالات میں بھی ان کی

زبان سے حرف شکایت نہیں سنا۔ پابند صوم وصلاۃ، رمضان المبارک میں پندرہ سے بیس مرتبہ ختم قرآن کرتیں۔ دریا دلی اتنی کہ کیا مجال کوئی سائل خالی ہاتھ جائے۔ آخری وقت میں بے ہوشی کے عالم میں بھی ہر سانس کے ساتھ اسم ذات (اللہ) کا ذکر جاری تھا۔ جس کی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

استاذ العلماء کی زندگی میں قناعت، صبر و رضا اور محنت شاقہ کا وصف اسی نسبت سے نصیب ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

بچہ جب کچھ بڑا ہوتا ہے تو اسے اپنے والد کی زندگی کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور معاشرہ کی اس چھوٹی سی اکائی سے امور زندگی کو وہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اسے اپنے لئے راہ عمل کے انتخاب کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر اسے اس مرحلہ میں ایسا اسوہ دیکھنے کو ملے جو اسے اپنے خالق و مالک کی پہچان کرا سکے، سرور دو عالم ﷺ کی محبت کا بیج اس کے دل میں بو دے اور زندگی مشکلات کا ادراک اور ان پر قابو پانے کے طریقوں کا فن سکھا دے تو ایسے فرد کے لئے بہترین کردار پیش کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ وسائل کی کمی کا شکوہ کر کے یاس و قنوط میں گم نہیں ہو جاتا بلکہ تھوڑے وسائل پر قانع اور بہتری کی جستجو رکھتا ہے۔

استاذ العلماء اپنے والد گرامی کے اسلوب حیات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''میرے والد گرامی مولوی اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ جی کے لقب سے مشہور تھے۔ حافظہ غضب کا تھا۔ تقریباً نصف صدی میں پہلے اساتذہ سے سنی ہوئی باتیں اور مسائل ازبر تھے۔ اردو، پنجابی اور فارسی کے سینکڑوں اشعار نوک برزبان تھے۔ ان کی گفتگو بڑی مؤثر ہوتی تھی۔ موقع محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات مولانا روم، شیخ سعدی، علامہ اقبال کے فارسی اشعار اور مولانا حبیب اللہ نعمانی اور مولانا غلام رسول دلپذیر کے پنجابی اشعار بلا تردد پیش کر دیتے تھے۔

سخاوت تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ راستے میں جاتے ہوئے کسی نے جوتے کا سوال کیا

تو اسے جوتے اتار کر دے دیتے اور خود ننگے پاؤں گھر آجاتے۔ سفر و حضر میں پرہیزگاری پاس رکھتے اور کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔"

استاذ العلماء کے صاحبزادے مشتاق احمد قادری بھیرہ میں زیر تعلیم رہے ہیں۔ اسی سبب سے بھیرہ شریف میں آپ سے دو دفعہ ملاقات ہوئی جو انتہائی مختصر وقت پر مشتمل تھی۔ ایک دفعہ انہیں ان کے کاشانہ پر ملنے کا اتفاق ہوا واسطہ محمد اسلم شہزاد صاحب تھے۔ ان دونوں آپ علیل تھے۔ اور طبیعت میں کافی ضعف محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن جس محبت اور شفقت کا اظہار کیا اسی سے یہ عیاں ہو رہا تھا کہ یہ اوصاف حمیدہ آپ کی فطرت ثانیہ بن چکے ہیں۔ جن کا صدور تکلف کے بغیر عام معمول کے طور پر ہو رہا ہے اور پتہ چل رہا تھا کہ یہ سب کچھ ان کے والدین کریمین کی تربیت کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے ورنہ اس دور میں علماء خصوصاً مدرسین جس قدر تنگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے لئے عام معمول کی ضروریات کو پورا کرنا بھی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ وہ کسی کے لئے اتنا وقت نکالیں اور ضیافت کا اہتمام کر کے خوشی محسوس کریں۔

حصول علم کی منزل ہمیشہ سے مشکل ترین منزل رہی ہے جو بھی اسے منزل قرار دیتا ہے اسے بے حساب مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ جائے منزل رواں دواں رہنا پڑتا ہے۔ کتنے ہی افراد اس راہ کے راہی بنتے ہیں لیکن اس قافلہ شوق کا ساتھ نہیں دے پاتے اور اس سے الگ ہو کر زندگی کی پگڈنڈیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔

وہ لوگ کس قدر خوش نصیب ہوتے ہیں جو اپنی منزل کو سامنے رکھتے ہوئے راستہ کے کانٹوں سے بچتے بچاتے اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ یہ تو لازمی بات ہے جس کی طلب صادق ہو، وقت کی قدر ہو، محنت جس کا وطیرہ ہو اور اپنے محسنین کا قدردان ہو گوہر مقصود اسے ضرور مل جاتا ہے اور اسے ایسی ہستیوں سے خوشہ چینی کا موقع نصیب ہو جاتا ہے جو رشک صد طور ہوا کرتی ہیں۔

استاذ العلماء قبلہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہیں ایسے اصحاب کار کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل ہو جو اپنے زمانہ کے قابل فخر افراد تھے بلکہ زمانہ ان پر فخر کرے تو بجا ہوگا۔

جیسے مفتی محمد امین صاحب مدظلہ فیصل آباد، مفتی عبد القیوم ہزاروی مرحوم لاہور، مولانا شیخ الحدیث غلام رسول صاحب مرحوم اور استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی مرحوم۔

استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اساتذہ کا جس احترام و عقیدت سے تذکرہ کیا ہے وہ احسان شناسی کا پتہ دیتا ہے (آپ کا انٹرویو ملاحظہ ہو) عام طور پر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کوئی فرد کسی بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو وہ ان افراد کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا جن سے اس نے اکتساب فیض کیا ہو۔ خصوصا ان افراد کا ذکر تو بالکل نہیں کرتا جو گوشہ گمنامی میں وقت گزار رہے ہوں۔ صرف نامی گرامی افراد کا ذکر رسمی طور پر کرتا ہے۔ مگر آپ کا تفصیلی انٹرویو پڑھنے سے جو حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی وہ یہ ہے کہ انسان کی تراش خراش میں، جس مرحلہ میں جس فرد نے بھی جو کردار ادا کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔ عزت و تکریم کے لائق ہے اور ان افراد کے ذکر سے پہلو تہی قدر ناشناسی کے زمرہ میں آئے گی۔

استاذ العلماء اپنے استاد مولانا عطا محمد بندیالوی کا ذکر کرتے ہوئے ملک المدرسین کا لقب استعمال کرتے ہیں جو ان کی اپنے استاد سے عقیدت کا مظہر ہے کہ جب وہ نام لئے بغیر ''استاد صاحب'' کہیں تو مراد حضرت بندیالوی ہوں گے۔ ایسا خراج تحسین ہے جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پھوٹا ہے۔ ایک شاگرد کے دل میں ایسی عقیدت ہو تو قدرت بھی اس پر مہربان ہوتی ہے۔ اور اس کے ''لاینحل'' عقدے کھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ ایک فرد ہو کر اداروں جتنا کام کر جاتا ہے۔

استاذ العلماء کا اپنے اساتذہ سے یہ نیاز مندانہ انداز اور آپ کے علمی کارناموں پر نظر کرنے سے یہ سمجھ آتا ہے۔

یہ سب فیض ہے تیرے خدنگ ناز کا۔

انسانی زندگی کو بقا نہیں اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس عمل کو بقا نصیب ہو جائے تو اس کا یہی طریقہ ہے کہ ایسی نسلیں تیار کر جائے جو ان مقاصد عالیہ کا ادراک رکھتی ہو جن کے لئے وہ خود مصروف کار رہا اور اس نسل میں جذبات کو ایسی حدت پیدا کر دی جائے جو اسے چین سے نہ بیٹھنے دے۔

ایک مدرس کا مقصود اولین یہی ہوتا ہے کہ اسے جو امانت ودیعت کی گئی ہے وہ اسے اپنے شاگردوں کو منتقل کر دے کون کتنا فائدہ اٹھاتا ہے یہ طالب علم کے ظرف پر منحصر ہوتا ہے۔ تاہم وہ مدرس خوش قسمت ہوتا ہے جس کے شاگردوں میں ایسا فرد بھی ہو جو اس کی امانت کی قدر کرے، اس کی حفاظت کرے اور دوسروں تک منتقل کرنے کا ذریعہ بنے۔

استاذ العلماء نے اپنے اساتذہ سے جو امانت حاصل کی اسے نسل نو تک منتقل کیا اور اپنے اساتذہ سے اخلاص اور لگن کی جو نعمت پائی تھی ساری زندگی اس کو لٹایا۔

بلکہ اپنے اساتذہ کے لئے تکریم کا باعث بنے۔ اور اساتذہ ان کے وسیلہ سے قدر و منزلت کے مستحق ٹھہرے۔

کم اب قد علا بابن ذی شرف

یقیناً استاذ العلماء کے خوشہ چینوں میں سے بھی کئی ایسے افراد ہوں گے۔ جو اسی جذبہ سے سرشار ہوں گے۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک فرد ایک میدان میں کام کرتا ہے خواہ اس میں اسے فرازیاں نصیب ہوں یا نشیب کا ہی شکار رہے کیونکہ ہر میدان کے اپنے انداز اور تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ جنہیں پورا کرنا کار دارد۔

مگر کچھ لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو مختلف میدانوں میں کامرانیوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ اس کا باعث مقصد سچی لگن، کچھ کر گزرنے کی تڑپ اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص ہوا کرتی ہے۔

استاذ العلماء بھی ان چیدہ افراد میں سے تھے جنہوں تدریسی خدمات سرانجام دے کر نسل نو میں علم کے دیپ روشن کئے، انہیں ولولہ تازہ بخشا، علم کے موتی بکھیرے، دین کے اعلاء کے لئے سینہ سپر ہونے کا حوصلہ دیا اور یہ احساس پیدا کیا کہ علم کے نور سے ہی تم رہبری کا حقیقی فریضہ سرانجام دے سکتے ہو۔ بصورت دیگر خود بھی گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہو گے اور دوسروں کو بھی جہالت کی دلدل میں پھنسا دو گے۔

ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کیا اور اس کا حق ادا کیا۔ مختلف موضوعات پر مضامین لکھے اور جو رسالوں کی زینت بنے۔ مختلف کتابوں کے ترجمے کئے، حواشی لکھے اور مسلک حق پر جب طعن و تشنیع کے تیر برسائے جا رہے تھے تو گوشہ نشینی اختیار کرنے اور لاتعلق ہونے کے بجائے قلم کا نشتر لیا اور خوب خوب ضرب لگائی۔

علماء و مدرسین کے لئے ایک مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی اولاد دیں علم سے گریز اختیار کرتی ہیں۔ اس کی وجہ معاشی بدحالی ہوتی ہے یا آزاد خیال معاشرہ کا دباؤ۔ تاہم استاذ العلماء کے حصہ میں یہ فضیلت بھی آئی کہ آپ کی اولاد علم کے زیور سے آراستہ ہے اور خدمت دین کے اسی جذبہ سے سرشار ہے جو استاذ العلماء کی زندگی کا طرہ امتیاز تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل آپ کو جوار خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ پسماندگان، متعلقین اور احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صاحبزادگان کو ان کے کام کو آگے بڑھانے کی ہمت عطا فرمائے۔

ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

محمد رضا الدین صدیقی

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دور کا ایک معتبر علمی حوالہ ہیں شخصی اعتبار سے دیکھا جائے تو ان پر بقیۃ السلف کی ترکیب بہت صاد کرتی ہے عبدالعزیز خالد نے مولانا حسرت موہانی کی مدح کرتے ہوئے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

خوددار و خدامست و تہی دست و بشر دوست ہو جیسے کوئی عہد رسالت کا مسلماں

میں سمجھتا ہوں کہ علامہ شرف قادری کی شخصیت پر بھی اس شعر کا کماحقہ اطلاق ہوتا ہے، بلاشبہ یہ بات بھی سو فیصد درست ہے کہ ان کی ذات ان تمام خصائل حمیدہ سے متصف تھی جو ایک اچھے انسان میں ہونے چاہیں۔ لیکن ان کا یہ پہلو نہایت حیرت انگیز ہے کہ وہ اپنی سادگی، انکساری شہرت و نمود سے گریز اں طبیعت اور وسائل سے بالکل تہی دست ہونے کے باوجود اپنے زمانے میں بہت ہی مثبت اور نہایت ہی معیاری کام کا ایک معتبر حوالہ ہی نہیں تھے، بلکہ اپنی ذات میں کار مسلسل کی بہت بڑی تحریک بھی تھے۔

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری فرمایا کرتے تھے کہ درویش کا ہاتھ وقت کی نبض پہ ہوتا ہے درویش زمانے کی تقلید نہیں کرتا بلکہ زمانے کو اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کرتا ہے۔

زمانہ باتو نہ سازد تو بہ زمانہ ستیز

مجھے 1990ء میں ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کی ادارت سنبھالنے کا موقع ملا اس حوالے سے شرف صاحب کی خدمت میں حاضری ناگزیر تھی اگرچہ ان سے ایک غائبانہ نیازمندی ان کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کے ذریعے سے پہلے ہی استوار ہو چکی تھی وہ اسلامی

یونیورسٹی اسلام آباد میں انجمن طلباء اسلام رکن رکین تھے اور انجمن کے فعال اور متحرک دوستوں سے رابطے میں تھے بعد میں اندازہ ہوا کہ کام کرنے والے دوستوں سے رابطے میں رہنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا شرف صاحب کے مزاج کا نمایاں پہلو ہے اور ممتاز سدیدی اس وصف میں انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔

شرف صاحب سے ملاقاتوں کا سلسلہ آگے بڑھا تو ادراک ہوا کہ اپنے مزاج کی سادگی اور بے تکلفی کے باوجود آپ ایک نہایت ہی دانا اور فہمیدہ شخصیت ہیں اور اپنے زمانے کے حالات و واقعات اور مسائل سے پوری طرح باخبر ہیں اور ان کے حل کا مکمل شعور بھی رکھتے ہیں آج شعورِ عصر اور روحِ عصر کے شعور و ادراک کو آوارگی، آزاد خیالی اور بے راہ روی سے زیادہ تعبیر کیا جانے لگا ہے یہ مومن کی فراست کا امتحان ہے کہ وہ روایت کے دائرے میں رہتے ہوئے فکری بے راہ روی کا تدارک کیسے کرتی ہے۔

قبلہ شرف قادری صاحب نے اپنے ماحول اور معاشرے کو دیکھتے ہوئے جس شعبہ میں خلا کو سب سے پہلے محسوس کیا وہ درسیات اسلامیہ میں تدریس کا شعبہ ہے انہوں نے خود ہی ایک محنتی مدرس کی حیثیت سے بھرپور کردار ادا کیا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی۔

جو حضرات موجودہ دور کے علمی معاملات سے واقف ہیں اور مدارس کی حالتِ زار اور ان کے انتظامی مسائل کا ادراک رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس شعبہ میں کام کرنا مطلقاً آسان کام نہیں ہے۔

انہیں کا کام ہے یہ جن کی حوصلے ہیں زیاد

انہوں نے وقت کے اجل مدرسین سے اکتساب کیا اور پھر خود بھی ایک نامور مدرس ہوئے ان کا زیادہ وقت جامعہ نظامیہ میں گزرا۔ آج جبکہ جامعہ نظامیہ ایک بہت بڑی علمی تحریک کی شکل

اختیار کر چکا ہے آج اس کے متعلقین ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور دنیا بھر میں مصروف کار ہیں اور بفضلہ تعالیٰ جامعہ کے وسائل بھی بیش از بیش ترقی کر گئے اور اس ادارے کی شہرت چار دانگ عالم ہے ہم شاید ایسے میں اس کی ابتدائی بے سرمانی کا اندازہ نہ کر سکیں اور اس محنت شاقہ کے بارے میں نہ جان سکیں جس سے اس ادارے کے مہتمم حضرت قبلہ مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جفاکش ٹیم کو گزرنا پڑا حضرت قبلہ مفتی صاحب نے جس جاں کاہی سے اس قافلہ عزم و ہمت کو آگے بڑھایا وہ انہیں کا حصہ ہے حضرت قبلہ شرف صاحب اس ٹیم کے ایک اہم رکن رہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بھیرہ شریف میں ایک مجلس میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب نے فرمایا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جس مکان میں رہتے ہیں وہ گرمیوں میں اس طرح تپ جاتا ہے کہ اس کی دیواروں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا پڑتا ہے ایسے ماحول میں کون ہے جو کمر ہمت باندھے اور نہایت مستقل مزاجی سے اپنے کام پر ڈٹ جائے۔

اس بے سروسامانی کے باوجود وہ اپنی اولاد کو اپنے راستے پر چلانے کے متمنی ہوئے برادرم ممتاز احمد سدیدی پہلے جامعہ نظامیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے اس کے بعد انہوں نے اسلامی یونیورسٹی سے ایم اے عربی کیا فراغت کے بعد بھیرہ شریف حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سے استفسار کیا کہ مجھے کام کے لیے کون سا شعبہ اختیار کرنا چاہیے آپ نے فرمایا اس مسئلے پر تو کچھ اور سوچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے آپ اسی دارالعلوم میں مسند تدریس سنبھالیں جس کی خدمت آپ کے عظیم والد نے اپنی ساری عمر صرف کی، ممتاز صاحب نے بھیرہ شریف سے واپسی پر اس ملاقات کا احوال حضرت قبلہ شرف قادری صاحب کے گوش گزار کیا اور پورے شرح صدر سے جامعہ نظامیہ میں تدریس شروع کر دی۔

اسی اثنا میں راقم الحروف قبلہ شرف صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ نہایت ہی خوش تھے اور مسرت ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھی فرمانے لگے یہ صرف حضرت پیر صاحب ہی ہیں جو ممتاز احمد کو ایسے اچھا اور صائب مشورہ دے سکتے ہیں میں ان کا نہایت ہی شکر گزار ہوں یہ اسی مسند تدریس کی برکت تھی کہ بعد ازیں ممتاز احمد سدیدی کو جامعہ ازہر میں داخلہ لینے اور وہاں سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے کا موقع میسر آیا۔

حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری فرمایا کرتے تھے کہ جس مسلک اور مکتبہ فکر کے پاس افراد ہوں گے اسی کا غلبہ ہو گا اس دور میں سب سے اہم کام ادارے بنانا اور افراد پیدا کرنا ہے بلاشبہ شرف صاحب کے تلامذہ کی کثیر تعداد ایسی ہے جس میں ان کی شخصیت ان کے ذوق اور ان کے اخلاص کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت قبلہ شرف صاحب نے تحریر کی دنیا میں قدم رکھا تو موہبت رحمانی نے یہاں بھی ان کی مدد کی اور انہیں بہت اہمیت کے کام کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی برصغیر پاک و ہند میں جیسے جیسے انگریزی استعمار کے قدم جمتے گئے اسلام کے خلاف فکری اور علمی یلغار تیز تر ہوتی چلی گئی غیر تو خیر یہ کار شنیع انجام دے ہی رہے تھے بدقسمتی یہ ہوئی کہ نام نہاد مسلمان شعوری اور لاشعوری طور پر ان ہی کے آلہ کار بن گئے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت صدر اسلام اور فکر اسلامی کی حقیقی نمائندگی کرنے والے مصنفین کو میدان سے باہر نکال دیا گیا اور قلم ژولیدہ فکر اہل قلم کے ہاتھ ہی تھما دیا گیا اسلام کی تاریخ کے درخشندہ علمی ستاروں کی تابناکی کو چھپانے کی سعی مذموم ہونے لگی۔

اب ایسا بھی نہیں تھا کہ حقیقت شناس اہل قلم اس یلغار کے سامنے بالکل ہی ہتھیار ڈال گئے کتنے ہی مردان کار ایسے ہیں جنہوں نے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی ان میں سے بعض افراد تو بہت معیاری اور منفرد انداز تحریر کے حوالے سے معروف ہوئے تو بہت سے افراد

ایسے بھی تھے جن کا انداز تحریر اور اسلوب تحقیق بہت معیاری اور شعور عصر سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں تھا شاید اس لیے ان کے کام کے نتائج کما حقہ پیدا نہیں ہو سکے۔

شرف صاحب نے تحریر کا نہایت ہی سلجھا انداز اختیار کیا اور تحقیق کا ایسا معیار ہمیشہ برقرار رکھا جس کی متانت اور دیانت پر کبھی کوئی شک اور شبہ نہ ہو سکا انہوں نے آپ کام کا آغاز حضرت فاضل بریلوی کی علمی شخصیات سے کیا اور سچی بات یہ ہے کہ ان کے کام کے نتیجے میں ایک دبستان فکر معرض وجود میں آ گیا کیسا حسن اتفاق ہے کہ ان کے ہونہار فرزند نے جامعہ ازہر میں پہلے امام احمد رضا خان بریلوی کی عربی شاعری پر ایم فل کے لیے مقالہ تحریر کیا اور بعد ازیں علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کی عربی شاعری پر ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کیا مذکورہ بالا جلیل القدر شخصیات کے علاوہ بھی شرف صاحب نے بہت سی شخصیات پر قلم اٹھایا اور زمانے کو ان کے نام اور کام سے آشنا کیا اس طرح آپ اہل حق کے قافلہ اہل قلم کے بہت بڑے نقیب ہیں۔

آپ کے اس کارنامے نے اس تاثر کو ختم کر دیا ہے کہ شاید کچھ نوتراشیدہ مکاتیب فکر ہی ایسے ہیں جن کا علمی کام ہے اور اہل سنت السواد الاعظم بے بہرہ و تہی دست ہیں، انہوں نے اہل سنت اور ان کے اکابرین پر اٹھائے جانے والے بے سرو پا اعتراضات کا جس سنجیدگی متانت اور علمی استدلال سے جواب دیا ہے وہ پورے زمانے کے لیے قابل تقلید ہے۔

شرف صاحب کا انتساب اہل سنت و جماعت سے ہے اور وہ اس معاملے میں کبھی کسی معذرت، احساس کمتری یا بے یقینی کا شکار نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے نہایت اعلیٰ علمی سطح پر اہل سنت کے اعتقادات کا دفاع کیا لیکن وہ اس حقیقت سے بھی کما حقہ واقف تھے کہ غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی تغافل کیشیوں کی وجہ سے اہل سنت کی صفوں میں بھی ضعف پیدا ہو چکا ہے انہوں نے غیروں کے حملوں کا جواب دیا لیکن اپنوں کو بیدار کرنے کو فریضہ بھی انجام دیا وہ اپنے مکتبہ فکر میں

آنے والی عملی اور حکمت عملی پر مبنی خامیوں کی نشان دہی میں کبھی کوئی جھجک محسوس نہیں کیا کرتے تھے اعتقادات یا اعمال کی تعبیر میں بعض اوقات حسن عقیدت یا کم علمی کی وجہ سے غلو کا پہلو آ جاتا ہے یا افراط و تفریط کی جھلک دکھائی دیتی ہے ایسے میں وہ پوری جرأت اور کمال متانت سے السواد الاعظم کے موقف کی صحیح ترین وضاحت کرتے تھے اور کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔

اس وقت بلاشبہ اہل سنت کے حلقوں میں اصلاح کی گفتگو کا چلن رفتہ رفتہ زیادہ ہو رہا ہے تحقیق و تصنیف کی بات بڑھ رہی ہے اعتقادات و معمولات کے حوالے سے افراط و تفریط ختم کرنے کا شعور بڑھ رہا ہے میرے ادراک و فہم کے مطابق حضرت شرف صاحب اس تحریک کے بنیادی محرکین میں سے ایک ہیں۔

ایک اور پہلو جس کو انہوں نے پورے شعور سے اپنے عمل، مزاج اور کام کا لازمہ بنایا ہے وہ ان کا تصوف سے لگاؤ ہے بلاشبہ ان کی طبیعت میں خدا سے محبت اور خدا طلبی کا سچا داعیہ موجود تھا معاشرے سے تصوف کا چلن رفتہ رفتہ ختم ہو رہا ہے اور تصوف سے ہمارا تعلق محض رسمی رہ گیا اور تو اور طبقہ علما میں بھی شغف اور ذوق بہت کم دکھائی دیتا ہے، علماء رسماً کہیں نہ کہیں منسلک تو ضرور ہیں لیکن ان کے معمولات میں تصوف کی جھلک شاذ و نادر ہی دکھائی دیتی ہے، شرف صاحب نے اپنے معمولات، ذکر، فکر اور اہل اللہ سے صحبت کو ایک ناگزیر جزو کے طور پر داخل کیا انہیں جہاں بھی اللہ کی معرفت کے آثار نظر آتے یا کسی کی زبانی اطلاع ہی ملتی وہ ضرور وہاں تک رسائی کی کوشش کرتے اپنے بھرپور تعارف اور علمی وجاہت کے باوجود وہ اہل اللہ آستانوں پر عاجزانہ حاضر ہوتے اور اکتساب فیض کرنے کی سعی کرتے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

امام احمد رضا خان

سلسلہ قادریہ کی ایک عظیم شخصیت

عربی تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

اردو ترجمہ: مشتاق احمد ضیاء

امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کو نمایاں حنفی فقہاء میں شمار کیا جاتا ہے، آپ برعظیم کے عظیم مصلحین میں سے تھے، مختلف اسلامی علوم میں آپ کی تالیفات نیز عربی، فارسی اور اردو میں نعت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر مشتمل آپ کے دیوان قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، ہم اپنے مضمون میں امام احمد رضا خاں کی شخصیت کے ایک پہلو کا تعارف کرانے کی کوشش کریں گے۔

برعظیم پاک و ہند ماضی میں ایسے اولیائے کرام کی بڑی تعداد سے شرفیاب ہوا جنہوں نے اسلام کے پیغام کو آگے بڑھایا، اور لوگوں کو حکمت اور خوش بیانی سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، اسی لئے پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے مسلمان اپنے محسن اولیائے کرام کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ہر سال ان حضرات کی یاد مناتے ہیں، ہم بطور مثال چند حضرات کا ذکر کرتے ہیں، ان اولیائے کرام میں حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی، حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا سرفہرست ہیں، اور امام احمد رضا خاں بھی ان علماء اور اولیاء میں سے ایک ہیں جن کی یاد صفر المظفر کے مہینے میں بریلی شریف کے علاوہ ہندوستان اور دیگر ممالک کے علاوہ مختلف

شہروں میں منائی جاتی ہے۔

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ امام احمد رضا خاں کی تیسری چوتھی اور پانچویں پشت میں آنے والے دادا مغلیہ حکومت کے آخری عہد میں اونچے حکومتی عہدوں پر فائز رہے، اور آپ کے جدِ اعلیٰ مولانا اعظم علی خاں اس خاندان کے پہلے فرد تھے، جنہوں نے حکومتی عہدے سے کنارہ کشی کر کے اپنے آپ کو اپنے رب کی عبادت کے لئے وقف کیا۔ پھر اعلیٰ حضرت کے پردادا مولانا کاظم علی خاں کا دور آیا جو فوج میں شش ہزاری کے منصب پر فائز رہے لیکن پھر اپنے اس عہدے کو چھوڑ کر دعوت و تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جبکہ امام احمد رضا کے دادا مولانا محمد رضا علی خاں اعلیٰ حکومتی عہدوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے، بلکہ آپ نے اپنی ساری توجہ اسلامی علوم پڑھنے پر مرکوز رکھی، اور پھر اپنے آپ کو دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کر دیا، پھر امام احمد رضا خاں بریلوی کے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں کا دور آیا جنہوں نے اسلامی علوم کے سرچشموں سے اپنی پیاس بجھائی اور دعوت و تبلیغ کے کام کو آگے بڑھایا۔

یہ اس خاندان کا ایک مختصر تعارف ہے جس نے دنیاوی عہدوں کو چھوڑ کر علم اور عبادت کا راستہ اپنایا نیز امت کی بیداری اور پرچم اسلام کی سربلندی میں واضح کردار ادا کیا، ان نیک نفس ہستیوں کا امام احمد رضا خاں کی شخصیت کے نکھارنے میں بہت واضح کردار تھا، آپ کے دادا مولانا محمد رضا علی خاں نقشبندی ہندوستان کے جلیل القدر حنفی علماء میں سے تھے، جبکہ آپ کے والد مولانا محمد نقی علی خان قادری بھی برصغیر میں فقہ حنفی کی سربرآوردہ شخصیات میں سے تھے۔

ہم اس تمہید کے بعد امام احمد رضا خاں کے اس تصوف کے حوالے سے

گفتگو کریں گے جو قرآن وحدیث کی روشنی لئے ہوئے ہے، آپ نے ایک ایسے علمی اور دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی جو شریعت کی راہ پر گامزن تھا، اور یوں آپ کی پرورش ایک روحانی ماحول میں ہوئی، آپ کا بچپن شریعت کے احکام سے آراستہ تھا، آپ کی اس تربیت کا سہرا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد آپ کے داوا اور والد کے سر سجتا ہے، اس بارے میں مولانا محمد احمد مصباحی فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا خان عمر بھر شریعت پر کاربند رہے، اور زندگی کے کسی مرحلے میں فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور سنت مطہری کی پیروی سے غافل نہیں رہے، یوں آپ کا دل عنصوان شباب میں ہی ایسا پاک صاف ہوگیا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے انوار ظاہر ہوگئے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا فاضل بریلوی کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے ہر شخص پر انکشاف ہوگا، اگرچہ وہ آپ کی حیات کا طائرانہ مطالعہ کرے۔

امام احمد رضا خاں نے شرعی علوم بچپن سے ہی پڑھنے شروع کئے یہاں تک کہ آپ نے برعظیم میں رائج دینی علوم کا نصاب مکمل کرلیا۔

امام احمد رضا بریلوی کو ان کے پیرومرشد حضرت شاہ آل رسول مارہروی نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرنے کے بعد خلاف معمول پہلی ملاقات میں ہی ظاہری علوم اور طریقت میں اجازت وخلافت سے نوازا، کامل پیرومرشد کی طرف سے سچے مرید کے اس اعزاز واکرام پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا محمد نسیم بستوی لکھتے ہیں:

شاہ آل رسول مارہروی اپنے مریدین کو تزکیہ نفس کی خاطر مجاہدات اور روحانیت سے گزارتے تھے، اور پھر جسے مناسب دیکھتے اجازت وخلافت سے سرفراز فرماتے لیکن انہوں نے امام احمد رضا خان اور آپ کے گرامی قدر والد مولانا محمد نقی علی خان کو مجاہدات کے

بغیر ہی اجازت وخلافت سے نوازا، اور یہ بات شاہ آل رسول مارہروی کے بعض مریدین کے لئے حیرت کا باعث تھی، چنانچہ حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری نے پیرومرشد سے اس اعزاز واکرام کا راز پوچھ ہی لیا، تب حکمت ودانش کے پیکر نے جواب دیا تم لوگ میرے پاس ایسے دل لے کر آتے ہو جنہیں صاف کرنے کے لئے مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن احمد رضا خاں میرے پاس آئینے جیسا دل لیکر آئے جسے مجاہدات کی نہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی جو بیعت کرتے ہی حاصل ہوگئی۔

امام احمد رضا نے امت کی رہنمائی کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیا اور خصوصاً حدیث اور طریقت میں اجازت وخلافت ملنے کے بعد آپ دین کی طرف دعوت اور امت کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ بدعتوں اور منکرات کے رد پر کمربستہ ہوگئے، آپ نے یہ فریضہ اپنی تقاریر، مجلسی گفتگو اور گراں قدر تصنیفات کے ذریعے ادا کیا۔

عظیم اسلامی مبلغ پیر طریقت شیخ یوسف ہاشم رفاعی (سابق کویتی وزیر) امام احمد رضا خاں کی اصلاحی خدمات کے بارے میں فرماتے ہیں:

آپ نے اپنی ذمہ داری کو اچھے طریقے سے نبھایا، آپ شریعت وطریقت دونوں کے بارے میں غیور تھے اور ان دونوں میں تفریق کے مخالف تھے، آپ فرمایا کرتے تھے: ''شریعت سرچشمہ ہے اور طریقت اس سے پھوٹنے والا دریا، اور شریعت کے علاوہ کسی راستے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ممکن نہیں، اور جو شخص بھی شریعت کو چھوڑ کر کسی راستے کا راہی ہوا وہ حق تعالیٰ کی راہ سے بھٹک کر ہلاکت میں مبتلا ہوا۔''

تصوف میں امام احمد رضا خاں کی بڑی گراں قدر تصنیفات ہیں، ہم ان میں سے بطور مثال ''الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیۃ'' کا ذکر کرتے ہیں جسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت

نے ایسے شخص کے رد میں تصنیف کیا جو اولیائے کرام کے لئے تعظیمی سجدہ کو جائز سمجھتا تھا، آپ نے ثابت کیا کہ غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا حرام ہے، اسی طرح آپ نے "مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا جس کے ذریعے آپ نے صوفی کہلانے والے بعض ایسے لوگوں کا رد کیا جو شریعت اور علماء کو زیادہ قابل توجہ خیال نہیں کرتے تھے، بلکہ شریعت اور طریقت میں فرق کرتے تھے، اسی طرح امام احمد رضا خان نے ہر ایسی بات کا رد کیا جسے انہوں نے خلاف شریعت پایا۔

امام احمد رضا خاں نے اپنی زندگی ایک حنفی فقیہ، قادری المشرب پیر طریقت اور بدعات کا رد کرنے والے مصلح کی حیثیت سے ایسے دور میں گزاری جب اسلامی ہندوستان کو سیاسی، ثقافتی اور معاشرتی سطح پر زوال در پیش تھا، آپ اس پُرفتن دور میں انگریز کی مکارانہ سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف متعصب ہندوؤں کی کوششوں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے، اسی طرح آپ نے ان فتنوں کا بھی رد کیا جو آپ کے زمانے میں تصوف کی آڑ میں ظاہر ہوئے، آپ ایک بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جن سے وہ خود راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ بات اللہ تعالیٰ کے کچھ مشکل نہیں۔

(نوٹ: یہ مضمون عربی زبان میں جامعۃ الازہر سے شائع ہونے والے ہفتہ وار میگزین "صوت الازہر" کے شمارہ نمبر (۱۷۲) مورخہ ۱۰ر جنوری ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔)

آسمان علم وحکمت کا مہر درخشاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

''روزنامہ جنگ'' میں محقق اہل سنت، یادگار اسلاف، شیخ الحدیث، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھی، ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' آپ کی وفات حسرت آیات، اہل اسلام بالخصوص اہل سنت وجماعت کے لئے، ایک حادثہ جانکاہ ہے۔ ایسی عظیم علمی وروحانی شخصیت کا انتقال، پریشانی، تکلیف اور غم واندوہ کا باعث تو ہے ہی، لیکن اس کے ساتھ یہ بات، اس سے زیادہ افسوسناک ہے کہ اہل سنت ایک عظیم محقق اور مصنف سے محروم ہوگئے ہیں۔ آپ کے وصال باکمال سے تصنیف وتالیف اور تلقین وارشاد کے میدان میں، جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کی تلافی میرے ناقص خیال کے مطابق، ناممکن سی نظر آتی ہے۔ آپ کی ذات ان عظیم ہستیوں کی یادتھی، مشائخ جن کی عقیدت کا دم بھرتے، علماء گردن نیاز خم کرتے نظر پڑتے تھے۔

آپ اقلیم تدریس کے تاجدار، میدان تحقیق کے شاہسوار، آسمان علم ومعرفت کے مہر درخشاں تھے۔ آپ اپنی ذات میں سب سے منفرد اور سب سے ممتاز تھے۔ تھوڑی سی نظر عمیق سے دیکھا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے، کہ آپ کے شاگردوں میں، ایسے ایسے علمائے کرام ہیں، جو اہل سنت کے سروں کے تاج ہیں۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیت تھے، جس نے ایک آدمی ہوکر تمام اہل سنت کا رخ تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق کی طرف موڑ دیا۔ جس وقت آپ نے تحقیق وتصنیف کے میدان میں قدم رکھا، اس وقت ہمارے پاس لکھنے والے یقیناً بہت کم تھے، جب بھی آپ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا، ہمیشہ یہی نصیحت فرمائی کہ علمی وتحقیقی کتب لکھیں۔ اخبارات ورسائل میں چھپنے والے میرے مضامین پڑھتے، تو پڑھ کر خوب داد دیا کرتے تھے ۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۰ء لاہور میں قیام کے

دران اکثر آپکی خدمت میں حاضری ہوتی رہی مختلف مسائل پہ انتہائی علمی گفتگو فرماتے۔میرے جدِ امجد شیخ القرآن، ابوالحقائق، حضرت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے بے عقیدت رکھتے تھے، مجھ پر ہمیشہ اسی نسبت سے شفقت فرماتے، ایک روز فرمانے لگے: اکتوبر ۹ بروز جمعۃ المبارک ۱۹۷۰ء میں، حضرت شیخ القرآن کا وصال ہوا، میں ہری پور میں تھا، ظہر کے وقت پتہ چلا، تو میں نے توقف نہیں کیا، اسی وقت وہاں سے وزیر آباد چلا آیا، حالانکہ جنازہ، بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر ہونا تھا (یہ ان کی علمائے اہل سنت سے محبت کی واضح مثال ہے) لیکن ان کے وصال کی خبر نے مجھے اس قدر بے چین کر دیا تھا، کہ مجھے ہری پور میں ٹھہرنے کا یارا، نہ رہا۔ باقاعدہ طور پر شعر و شاعری تو نہیں کرتا تھا لیکن حضرت شیخ القرآن کی محبت نے مجبور کیا تو میں نے ان کی منقبت لکھی۔ حضرت شیخ القرآن سے متعلق سوانح حیات لکھنے میں، آپ نے مجھ سے بے تعاون فرمایا۔ لاہور میں ہونے والی ''حضرت شیخ القرآن کانفرنس'' میں آپ نے صرف شرکت ہی نہیں کی بلکہ مقالہ لکھ کر دیا اور آپ کی تحریک پر ہی راقم الحروف نے کانفرس میں شامل مقررین کے خطبات کو کتابی شکل دیکر باقاعدہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مربی ہونا، آپ کی جملہ صفات میں سے سب سے بڑی خوبی ہے نیز خصوصیات زندگی میں سے بات چیت، رہن سہن، لباس، خوراک اور دیگر معاملات میں سادگی نمایاں انداز میں نظر آئی، آپ کا انداز بیان نہایت معقول اور مدلل ہوا کرتا تھا کہ سننے والا بے اختیار احترام کرنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے، تقریباً ہر مصنف کی خواہش ہوتی کہ تقریظ آپ سے لکھوائے اور آپ کمال مہربانی فرماتے ہوئے، اس قدر مصروفیات کے باوجود تقریظ لکھ بھی دیتے۔ جس کو بھی آپ تک رسائی حاصل ہو جاتی۔ اسی سبب سے اہل سنت کے اکثر اشاعتی اداروں سے چھپنے کتب، آپ کی تحریر کردہ تقریظات سے مزین و مسجع نظر آتی ہیں۔

آتی رہے گی یاد ہمیشہ، وہ صحبتیں... ڈھونڈا کریں گے، ہم تمہیں، فصلِ بہار میں۔

اک تیری یاد تھی ایسی کہ بھلائی نہ گئی

حضرت علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ان چند، گنے چنے علماء میں سے تھے جنہوں نے اسلام کی ہمہ جہت خدمت سرانجام دیں۔ مسند تدریس پر بیٹھ کر جہاں وہ بزرگوں سے سمیٹی ہوئی، علوم وفنون کی نعمت، طلباء کے سینوں میں منتقل کرتے رہے، وہاں وہ عالمی سطح پر، اسلام اور مدعیان اسلام کو پیش آمدہ مسائل سے بھی قطعاً بے خبر نہیں رہے، اسلام کے خلاف، دنیا کے کسی بھی کونے سے اٹھنے والی آواز کے مقابلے میں قلم وقرطاس کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ آپ نے اپنی چالیس سالہ تدریسی زندگی میں جہاں بڑے بڑے فضلاء علماء تیار کیے، وہاں بیسیوں کتابیں بھی لکھیں اور کثیر تعداد اہل علم کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر، ان کو قلم وقرطاس کے استعمال کی اہمیت سے آگاہ کیا اور یوں آپ مدرسین تیار کرنے کے ساتھ ساتھ، مؤلفین ومصنفین کی ایک کثیر الافراد جماعت تیار کرنے میں بھی کامیاب وکامران نظر آئے۔ آپ کوئی خشک مزاج مدرس یا سخت طبیعت مولوی یا ملاں نہیں تھے، بلکہ خوش اَخلاق، نرم گفتار، وسیع القلب، وسیع الظرف اور ایک مثالی انسان تھے۔ علمی دنیا میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر حاصل ہونے والی فقاہت وثقاہت کا لوہا منوایا تو عملی دنیا میں بھی بہت آگے نکل گئے۔ مثل اسلاف ان کے سر پر، ہمیشہ دستار مبارک سجی نظر آئی، نماز باجماعت کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ ان کی زندگی کے آخری ایام میں، راقم حضرت علامہ شیخ الحدیث، مفتی گل احمد عتیقی صاحب اور اپنے برادر اصغر جناب میاں صاحب کے ساتھ، انکی عیادت کے، ان کے در دولت پر ٹھوکر نیاز بیگ حاضر ہوئے تو راقم کو حکم فرمایا کہ آپ نماز پڑھائیں اور ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اس شدید علالت وسخت بیماری کے باوجود،

بروقت کھڑے ہوکر باجماعت نماز ادا فرمائی۔ واہ سبحان اللہ!

بلاشبہ ایسے باعمل، متقی وپرہیزگار کو دیکھ کر عظمت اسلام کا پتہ چلتا ہے۔ یقیناً اس بات کا شعور ایسے علماء کے بلند کردار سے ملتا ہے کہ دین کتنی قیمت شے ہے، سنت کا حقیقی احترام کیا ہے، اللہ اللہ یہ بزرگان دین، اپنے معمولات کی ادائیگی میں کتنے پکے اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔ حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ نے بستر علالت پر براجمان ہوکر بھی آرام نہیں کیا، قلم مسلسل حرکت میں ہے، بیسیوں مضامین اسی حالت میں قرطاس کی زینت بنے، رسائل تصنیف ہوئے، اور اس پر مزید کمال یہ کہ کتاب انقلاب، کتاب زندہ قرآن حکیم کا ترجمہ بنام ''انوار البیان'' اسی دوران مکمل ہوا اور اس کی پروف ریڈنگ جاری ہے نیز بخاری لکھنے کے ارادے مضبوط ہوئے کہ ''تفہیم البخاری'' کے نام سے حضرت سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ پارے کئے، اب اسے مکمل کردیا جائے۔ یہ ہمارے لئے سبق ہے کہ وہ علالت کے باوجود دین کا کام کرتے رہے، ہم صحت وتندرستی کے باوجود دین کا کام نہیں کرتے۔ اللہ رحم فرمائے۔ حتی کہ مصائب وآلام کی تیز آندھیاں اپنا سارا زور صرف کرنے کے باوجود بھی، اس چراغ علم کی روشنی کو ذرا مدھم بھی نہ کرسکیں، حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شجاعت وبہادری اور جرأت وبسالت کے ساتھ سخت سے سخت، اور شدید سے شدید بیماری کے باوجود بھی اپنا علمی سفر جاری رکھا اور مرض کو اپنے علمی مشاغل اور روحانی معمولات پر غالب نہیں آنے دیا، علم، حلم، بردباری اور تقویٰ جیسی اعلیٰ صفات کے ساتھ ساتھ آپ پر عشق مصطفیٰ ﷺ جو رنگ تھا، وہ بھی نرالا تھا، ہر جمعرات کو آپ کے دولت خانہ پر بعد از نماز مغرب، بڑی ہی پر اثر محفل ذکر ونعت میں آپ پر محویت کا عالم بھی دیدنی ہوا کرتا تھا، حضور سرور عالم ﷺ کی نعت کی سماعت کے دوران، یوں لگتا تھا، جیسے گنبد خضرا تک کے سارے فاصلے ہی سمٹ گئے ہوں اور ایک سائل، آقائے

کونین کی بارگاہ عالیہ میں، دامن دل کو کاسہ گدائی بنا کے، بڑی لجاجت کے ساتھ، رو رو کر یوں عرض کناں ہو؛

چمک چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
تو زندہ ہے واللہ! تو زندہ ہے، اللہ!
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

جس کیفیت میں آپ ڈوب جاتے، حاضرین کی اکثریت پر وہی کیفیت طاری ہو جاتی۔ کلام اعلیحضرت کے ساتھ آپ کی والہانہ محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ ان کے آخری ایام زیست میں، راقم جب انکی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، تو آپ نے کلام اعلیٰ حضرت کے درج ذیل اشعار پڑھنے کا حکم دیا؛

بھینی سہانی صبح میں، ٹھنڈک جگر کی ہے. کلیاں کھلیں دلوں کی یہ ہوا کدھر کی ہے
عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار... ادنیٰ سی یہ شناخت، تیرے راہ گذر کی ہے

تقریباً نصف گھنٹہ یہ طویل نعت آپ سماعت فرماتے رہے، ساتھ پڑھتے بھی رہے، گویا اپنے امام کے کلام میں گم رہتے تھے۔ حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس آنے والے طلباء و علماء کے سامنے وسائل کی کمی کا رونا کبھی نہیں رویا، بلکہ جب بھی کوئی حاضر ہوا تو انگڑائیاں لیتے ہوئے ولولوں اور ابھرتے ہوئے جذبوں کے کئی سمندر، اس کے نیم مردہ دل میں انڈیل دیئے، حتیٰ کہ آپ کے پاس آنے والا کوئی مایوس نہیں لوٹا بلکہ جھولی بھر کے جاتا، اور اپنے دل کے اندر ایک نئی منزل کا روشن چراغ لے کے واپس ہوتا۔

سفینہ کسی کا غرق ہو یا کوئی گھاٹ پہ اترے.. تمہارا کام یہ ہے کہ روشنی دکھائے چلو۔

اہل سنت و جماعت کی عظیم دینی درسگاہ'' جامعہ رسولیہ شیرازیہ'' بلال گنج امیر روڈ کے زیر انتظام جب'' جامعہ رسولیہ سگیاں'' نزد سگیاں پل کی بنیاد و تعمیر کا حسین لمحہ آیا، تو آپ کمال علم دوستی کا خوبصورت مظاہرہ کرتے ہوئے، بے لوث و بے غرض دینوی تشریف لائے، انتہائی خوشی کا اظہار کیا، حوصلہ افزائی فرمائی، مبارک باد دی، ڈھیروں دعاؤں سے سرفراز فرمایا اور میرے کان کے قریب ہو کر، بڑی دلنواز مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئے:'' ایسے ہوتے ہیں بن بلائے مہمان'' جواباً میں نے دست بوسی کرتے ہوئے عرض کیا: نہیں سرکار یوں فرمائیں ناں:'' ایسے ہوتے ہیں، گدانواز، جو نوازنے کیلئے خود چل کر آتے ہیں'' آپ علماء کی بہت قدر فرماتے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، جو علم و عرفان کا بہتا ہوا، بحر بیکراں ہے، جہاں ہر وقت بڑے بڑے علماء کی آمد و رفت ہوتی ہے، گیٹ کے پاس، آپ اپنے قائم کردہ مکتبہ قادریہ پہ تشریف فرما ہوتے، (جو آجکل دربار مارکیٹ میں ستا ہوٹل کے سامنے ہے) جب آپ کے پاس کوئی بزرگ عالم دین تشریف فرما ہوتے، تو ہمیشہ علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی، اور جب وہ واپس جانے لگتے تو آپ انکی عزت افزائی کیلئے اور سنت رسول ﷺ کی ادائیگی کے لئے، دروازے تک تشریف لا کر انہیں الوداع کہتے اور اپنے دولت خانہ پر بھی، تا دم واپسیں، آپ کا یہی معمول رہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو جاری و ساری رکھے، آپ کے فیضان کو عام فرمائے آپ کے صاحبزادگان (حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد قادری، عزیزم حافظ نثار احمد) کو حوصلہ و ہمت کے ساتھ ان کا کام آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، آپ کے تلامذہ اور نوجوان مدرسین کو تدریسی و تصنیفی دنیا میں پیدا ہونے والے اس خلاء کو جلد پر کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

علم وعرفان کا ایک روشن چراغ گل ہوگیا

امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری

سگ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی جانب سے لواحقین وشہزادگانِ حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنبد خضرا کو چومتا ہوا، گرد کعبہ گھومتا ہوا، مدنی مٹھاس سے تربتر، مشکبار سلام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدلله علی کل حال

عرش پہ دھومیں مچیں، وہ مؤمن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا، وہ طیب وطاہر گیا

افسوس صد افسوس! علم وعرفان کا ایک روشن چراغ گل ہوگیا، آہ! سرمایہ ء امت، محسن اہل سنت، رہبر شریعت، شرف ملت، استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ کو رحلت فرما گئے۔

اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ شرف ملت کی دینی وملی، تقریری وتحریری خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ اللہ عزوجل حضرت کو غریق رحمت فرمائے، حضرت کی تربت اطہر پر رحمت ورضوان کے پھول برسائے، حضرت کے مرقد انور اور مدینے کے تاجور ﷺ کے روضہ ء منور کے درمیان، جتنے پردے حائل ہیں، سب اٹھا کر، حضرت کو رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، راحت العاشقین، سراج السالکین، صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین جلوؤں میں گم کر دے۔

اللہ عزوجل حضرت شرف ملت کی بے حساب مغفرت فرما کر، انہیں جنت الفردوس میں اپنے مدنی محبوب ﷺ کا پڑوس عنایت فرمائے۔ اور حضرت کے جملہ لواحقین، شہزادگان، مریدین، محبین

معتقدین اور تلامذہ کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل مرحمت فرمائے اور حضرت کے جملہ لواحقین، شہزادگان، مریدین، محبین، معتقدین اور تلامذہ کو یہ صدمہ جانکاہ برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے حضرت کے جملہ متعلقین آسمان علم و فضل کے درخشندہ ستارے بن کر چمکیں اور ایک عالم ان سے فیضیاب ہو اور حضرت صاحب کے لیے خوب بلندی درجات کا سامان ہو۔

آمین، بجاہ النبی الامین ﷺ

واسطہ پیارے کا مولا، جو کوئی سنی مرے
تیرے شاہدیوں نہ فرمائیں کہ وہ فاجر گیا

(حدائق بخشش شریف)

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی امید پر، میں اپنی زندگی کے تمام اعمال محبوب رب ذوالجلال کی بارگاہ بے مثال میں نذر کر کے حضرت شرف ملت کی نذر کرتا ہوں۔

حضرت شرف ملت رحمۃ اللہ علیہ کا دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فقط اہل وعیال ہی کے لئے باعث حزن وملال نہیں، تمام احباب اہل سنت و جماعت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے: ''موت العالم موت العالم'' یعنی عالم کی موت عالَم کی موت ہے، عالم کی بھی کیا خوب شان ہوتی ہے۔

مشہور محدث حضرت سیدنا ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ کا فرمان رفیع الشان ہے: ''ہم نے علمائے کرام سے سنا ہے کہ اتباع سنت میں نجات ہے علم نہایت تیزی کے ساتھ سلب ہو جاتا ہے، علمائے حق کا وجود مسعود سبب استحکام دین و دنیا ہے اور علم کی تباہی دین و دنیا کی تباہی ہے۔''

یقیناً عالم دین ہی کی برکتوں، کوششوں اور مساعی تبلیغ سے گلزار اسلام کی بہاریں ہیں۔ علمائے

حق ہی کی بدولت، گلشن اسلام ہرا بھرا لہلہا رہا ہے۔

اگر خدانہ کرے علماء ہی معدوم ہو جائیں، تو کفار کو اسلام کی دعوت کون دے گا، ان کے اعتراضات کے مسکت جوابات کیسے دیئے جا سکیں گے، عامۃ المسلمین کو ارکان اسلام کی تعلیم دینے کی ترکیب کیسے بنے گی، انہیں قرآن وحدیث کے رموز سے کون آگاہ کرے گا، مدینے کے تاجدار، رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، جناب احمد مختار ﷺ علماء کی عظمت نشان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ عالم کے لئے زمین وآسمان کی تمام مخلوق، حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی دعائے مغفرت کرتی ہیں، عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چودہویں کے چاند کو ستاروں پر، علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، انبیاء نے درہم ودینار کا کوئی وارث نہیں بنایا، انہوں نے صرف علم کو میراث میں چھوڑا ہے، جس نے علم حاصل کرلیا اس نے پورا حصہ پالیا۔

(بحوالہ جامع ترمذی، ج ۴، ص ۳۱۲ حدیث نمبر ۲۶۹۱ مکتبہ دارالفکر۔ بیروت)

مجھ گناہ گار کو دعائے مغفرت سے نوازتے رہنے کی مدنی التجاء ہے۔ خصوصاً آپ کی اپنی تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک "دعوت اسلامی" کی ترقی کیلئے بھی دعا فرماتے رہیئے اور حسب توفیق اس کی دینی مساعی میں بھی حصہ لیتے رہیئے۔

مجھ کو اے عطار سنی عالموں سے پیار ہے

ان شاءاللہ دو جہاں میں اپنا بیڑا پار ہے۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

حافظ محمداشرف سعیدی، جامعہ ازہر شریف

یوں تو اس دنیا میں بیسیوں لوگ فوت ہوتے ہیں اور ان کی موت کی اطلاعیں آتی ہیں۔لیکن ایسی شخصیت جسکا علمی اثر پورے برصغیر پاک وہند میں پھیلا ہوا ہو، جن کے تقوی و پرہیزگاری کا شہرہ عالم اسلام میں ہو، جن کے تلامذہ دنیا کے کونے کونے میں نہ صرف پھیلے ہوئے ہوں بلکہ معاشرے میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہوں۔انکی موت کی خبر پر انسان کا ذہن شدت غم کے باعث بے یقینی کا شکار ہو جاتا ہے۔

کیا واقعی ان کا انتقال ہو گیا؟......کیا واقعی علم وعمل کی جامع شخصیت اٹھ گئی؟......کہیں یہ خبر جھوٹی تو نہیں؟......بے یقینی کی انتہائی کیفیت......!

طرح طرح کے سوال اس خبر کے بے یقینی ہونے کا تقاضا کر رہے ہوتے ہیں۔خبر کی تصدیق پر مومن انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے بعد نہ صرف اس شخصیت کی موت کی تصدیق کرتا ہے بلکہ کل نفس ذائقۃ الموت کے تحت راضی برضائے الٰہی رہتے ہوئے ان کیلئے دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔

یہی حال اس وقت ہمارا تھا جب ہمیں یادگار اسلاف مرکز علم وحلم، ممتاز دینی سکالر حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے انتقال کی خبر ملی۔بلاشبہ حضرت کی موت اہلسنت وجماعت کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ہر دینی شعور رکھنے والا آدمی نہ صرف انکی دینی خدمات سے آگاہ ہے بلکہ ان کی وفات پر سوگوار بھی ہے۔

حضرت علامہ صاحب نہ صرف عالم تھے بلکہ عالم گر تھے انکی بیشتر علمی زندگی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، میں گذری جو ایک علمی، تربیتی اور روحانی گلشن ہے۔جہاں انہوں نے حضرت مفتی عبدالقیوم

ہزاروی علیہ رحمۃ الباری ،علامہ محمد صدیق ہزاروی ،علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ،علامہ محمد منشاء تابش قصوری اور دیگر جید علماء کی مصاحبت میں دین کی وہ خدمت کی جو ہمیشہ یاد رکھی جائیگی۔

آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ لوگوں کی تعداد بے شمار ہے، جامعہ نظامیہ لاہور میں تینتیس سالہ خدمات آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا ان میں تدریس ،تالیف ،تبلیغ ،ایسی خدمات ہیں جو نا قابل فراموش اور قابل تقلید ہیں

یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں ان کی شخصیت بہت اچھا تعارف رکھتی ہے، جب علامہ قادری علیہ الرحمۃ مصر میں تشریف لائے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ پاکستان میں ہی ہیں۔اس لئے کہ پاکستان ،انڈیا ،بنگلہ دیش ،سری لنکا ،نیپال ،انگلینڈ اور دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے طلبہ کا ایک جم غفیر آپ سے استفادہ کرنے اور آپ کی خدمت کے لیے مستعد تھا۔

مصر میں اولیاء ومشائخ کے مزارات پر حاضری کے علاوہ جامعۃ الازہر الشریف کے بڑے بڑے سکالرز سے ملاقاتیں ،اور ان سے ملاقاتوں میں دینی ،دنیوی اور عالم اسلام کے اجتماعی مسائل پر تبادلۂ خیال اور اجازات حدیث لینے اور دینے کے عمل نے آپ کی شخصیت کو مصر کے اہل علم طبقہ میں پذیرائی بخشی۔

پاکستان کے علماء ومشائخ سے انکے بہت دوستانہ علمی تعلقات تھے ،بالخصوص حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی الوری زیدہ مجدہ سے بہت اچھا علمی تعلق اور دوستانہ ملن تھا ،نہ صرف صاحبزادہ صاحب بلکہ حضرت علامہ صاحبزادہ عزیر محمود الازہری مدظلہ العالی سے بھی دینی روابط ،تبلیغی کوششوں اور علمی ترویج کے حوالے سے شفقت بھری ملاقاتیں تھیں۔آپ اسی مناسبت سے رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدر آباد ،سندھ پاکستان کو خراج تحسین پیش فرماتے تھے ،اور رکن الاسلام جامعہ مجددیہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ "رکن الاسلام" کے لئے اپنے مقالات ارسال فرماتے تھے۔

جب احقر ماہنامہ رکن الاسلام میں "کوآرڈینیشن آفیسر" کی ذمہ داری نبھا رہا تھا تو قبلہ صاحبزادہ عزیز محمود الازہری صاحب کے توسط سے آپ سے فون پر رابطہ رہتا تھا طبیعت علیل ہونے کے باوجود دن میں کئی مرتبہ فون کرنے پر بھی کسی ملال کا اظہار نہ فرماتے تھے بلکہ کمال شفقت فرماتے ہوئے مفید مشوروں سمیت مقالات عنایت فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کا بھی حضرت سے رابطہ رہا وہ آپ کی للّٰہیت اور اخلاص کا معترف ہے۔

اہلسنت و جماعت کی مقتدر شخصیت اور رکن الاسلام جامعہ مجددیہ سے دیرینہ اور مشفقانہ تعلق کے باعث جامعہ الازہر (مصر) میں رکن الاسلام کے طلبہ نے آپ کی یاد اور آپ کے ایصال ثواب کے لئے ایک پروگرام منعقد کیا۔ اس پروگرام میں پاکستان سمیت، انڈیا، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا صومالیہ، انگلینڈ اور دیگر ممالک کے طلبہ نے شرکت کی، یہ پروگرام حضرت علامہ مولانا حافظ غلام انور قادری الازہری کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔

اس پروگرام میں تلاوت، نعت کے علاوہ حضرت کی تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔ اور آپ کے لئے جنت الفردوس میں درجات عالیہ کی دعائیں کی گئیں۔

اس موقع پر رکن الاسلام کے طلبہ کا پیغام تھا کہ ہم میں سے ہر کوئی اُن کی طرز پر اپنی زندگی کو دین متین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا عزم کرے، اور حضرت کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کے لئے علامہ شرف قادری علیہ الرحمۃ کا سچا جانشین ثابت ہونے اور صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

اس پروگرام کے منتظمین میں مولانا محمد افضل ندیم، مولانا محمد اسلم رضا، مولانا محمد اشرف حسنی مولانا محمد افضل رانا، اور مولانا محمد امین نقشبندی شامل تھے۔

آہ! علامہ شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت علامہ شمس الھدیٰ مصباحی۔ انڈیا

میرے برطانیہ پہنچنے کے چند دن بعد ہی عزیز سعید حضرت مولانا قاری محمد افروز القادری کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ نے یکم ستمبر ۲۰۰۷ کو حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ کی وفات حسرت آیات کی خبر دی، پھر ہم نے دیگر احباب کو مطلع کیا، حضرت مولانا اقبال احمد مصباحی صاحب نے فوراً مدرسہ نورالاسلام بولٹن میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا، انگلینڈ کے دوسرے شہروں میں بھی فاتحہ خوانی کا نظم ہوا۔

بلاشبہ صاحب تصانیف کثیرہ کے انتقال سے اہل سنت میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا جس سے پوری جماعت قلق و اضطراب میں ڈوب گئی ہے کیونکہ حضرت قادری صاحب علیہ الرحمہ کی رحلت سے ہم صرف ایک بڑے عالم دین ہی سے محروم نہیں ہوئے بلکہ ایک عظیم مفکر جلیل القدر مدرس سیال قلم رکھنے والے مصنف، شخصیت ساز مربی اور فکر امام احمد رضا قدس سرہٗ کو پورے عالم میں پھیلانے والے قابل قدر دانشور اور مبلغ سے ہم محروم ہو گئے۔ ہمارے الجامعہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا کے شعبۂ تصنیف و تالیف ''مجلس برکات'' کے آپ ایک اہم رکن تھے، چونکہ میں بھی اس کا ایک رکن ہوں اس لئے اس کی چند میٹنگ میں ساتھ رہا، ویسے علامہ شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں تقریباً بیس سال قبل رابطے میں آیا جب میں نے ان کے حاشیہ مرقاۃ کا مطالعہ کیا اور اپنے تاثر کا انہیں لاہور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان) میں خط ارسال کیا تو انہوں نے بڑی شفقت اور محبت بھرا جواب مجھے بھیجا۔

۱۹۹۹ء کی انٹرنیشنل سنی کانفرنس ممبئی میں انہیں ہم نے دعوت دی تھی جو کسی وجہ سے ملتوی ہو گئی تھی، جب التواء کی خبر بتوسط عزیزم مولانا محمد اسلم رضا صاحب کراچی دی گئی تو مولانا موصوف نے

فرمایا حضرت کے ویزا ٹکٹ سب کا نظم کر دیا گیا ہے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، انہیں تشریف لے جانے دیں اسی بہانے سے جامعہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا بھی دیکھ لیں گے وہ تشریف لائے اور رضا اکیڈمی ممبئی نے ان کی ضیافت کا معقول انتظام کیا اور مجھے محترم المقام الحاج محمد سعید نوری صاحب نے خوب مطمئن بھی کر دیا کہ آپ بے فکر رہیں ہم ساری سہولتیں حضرت کو دیں گے۔

حضرت شرف قادری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے میری کتاب برکات (درود و سلام) پر ایک جامع تقریظ بھی تحریر فرمائی ہے جو چند بار طبع ہو چکی ہے۔ نومبر ۱۹۹۹ء میں جامعہ نظامیہ لاہور میں حاضر ہوا تو حضرت مفتی اسلام عبدالقیوم ہزاروی اور حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ عبدالستار سعیدی وغیرہ نے استقبالیہ دیا اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے کافی جذبۂ محبت میں اس حجرے کی زیارت کروائی جہاں فتاویٰ رضویہ کی تخریج و تحقیق کا کام ہو رہا تھا اور حضرت شرف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ برابر ساتھ ساتھ رہے اپنا مکتبہ بھی دکھایا اور بڑی عزت افزائی فرمائی، حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ علیہ کے جنازہ میں بھی ساتھ ہی شرکت ہوئی، پھر چند مشائخ سے ملاقات اور مقامات کی زیارت کا مشورہ عنایت فرمایا جس کی بنا پر راوی ریان، پشاور، گولڑہ شریف، فیصل آباد، اسلام آباد وغیرہ وغیرہ جانا میسر ہوا۔

عید میلاد النبی ﷺ عالمی کانفرنس کراچی میں بھی تفصیلی ملاقاتیں رہی ہیں اور متعدد مسائل پر تبادلہ خیال رہا ہے، بڑی مسرت و شادمانی کا مظاہرہ فرماتے رہے، تعظیم نبی: مصنفہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین صاحب علیہ الرحمہ والرضوان جس کی میں نے تعزیت کی اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا اسے حضرت شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ادارہ معارف نعمانیہ لاہور نے مولانا ممتاز احمد سدیدی کے مقدمہ کے ساتھ طبع کیا، حضرت علامہ شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اندر حوصلہ افزائی خورد نوازی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا خدا تعالیٰ کروٹ کروٹ حضرت کو اپنی آغوش رحمت میں رکھے اور ان کے نقوش قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق بخشے۔

راہنمائے دین وملت، شرف

علامہ محمد فیض الحبیب اشرفی عفی عنہ

استاذ العلماء، ملک المدرسین، شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری قدس سرہٗ العزیز کی وفات حسرت آیات کی خبر سے جو صدمہ قلب حزیں پر ہوا۔ قابل بیان نہیں۔ تمام سنی سوگوار ہیں، خصوصاً علمائے اہلسنت کے قلوب، حضرت کے وصال کی خبر سے انتہائی مغموم ہیں۔

اللہ رب العزت، حضرت ممدوح معظم علیہ الرحمۃ کو انوار و برکاتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔

مادہ ہائے تاریخ (سالِ وصال)

ملک المدرسین، استاذ العلماء، شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نور اللہ مرقدہٗ

۱۴۲۸ھ

عارف ومقتدائے اہلسنت

۱۴۲۸ھ

راہنمائے دین وملت، شرف

۱۴۲۸ھ

وہ صاحبِ عرفاں، وارثِ علوم نبی

۱۴۲۸ھ

آہ! آسمانِ حشم ومقتدائے عصر

۱۴۲۸ھ

کنزِ الطاف وعطاوشرف، رئیس الفلاسفہ

۱۴۲۸ھ

آہ! آہ امام المناطقہ، آفتابِ علم وحکمت

۱٤۲۸ھ

حامی بے کساں، مفتی، حبیبُ اللہ مات فی حبّ اللہ

۱٤۲۸ھ

قبلۂ دیں، صاحبِ عرفان، بے مثال عالم

۱٤۲۸ھ

والاحشم، قبلۂ دیں، یادگارِ سلف

۱٤۲۸ھ

شہین شہِ لولاک، نور اللہ مرقدہ

۱٤۲۸ھ

مادہ ہائے تاریخ (سال وصال ۲۰۰۷ء)

منبع علم، پیکر صدق وصفا، فضیلۃ العلامۃ

آہ! آہ! مصدرِ حلم وحیا، والاحشم، محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۰۰۷ء

کشورِ عرفاں، عبدالحکیم شرف قادری

۲۰۰۷ء

آہ! وارثِ علوم نبوی، عبدالحکیم شرف قادری

۲۰۰۷ء

وہ حق آشنا، وہ حامی دین، علیہ رضوانُ احکم الحاکمین

۲۰۰۷ء

مرکزِ مہر وفا، قادری رضوی جلوہ گاہ

۲۰۰۷ء

حق پرست! موت العالِم موت العالَم

۲۰۰۷ء

منبع علم، حامیٔ دین، فھو فی عیشۃ راضیۃ

۲۰۰۷ء

خلیق رہنمائے قوم، آسمانِ حشم، قادری

۲۰۰۷ء

وہ مقتدائے اہلسنت، مخدوم العلماء، پاکباز

۲۰۰۷ء

استاذ العلماء، انور اللہ مرقدہ

۲۰۰۷ء

مرکزِ مہر و وفا، آہ! غروبِ ماہِ علماء

۲۰۰۷ء

آہ! باصحابِ عرفاں، در فردوسِ بریں رفت

۲۰۰۷ء

گنجِ کرم، یادگارِ سلف، پاسبانِ مسلکِ رضاء

۲۰۰۷ء

آہ! رہبرِ دوراں، رہنمائے دین و ملت، ملک المدرسین

۲۰۰۷ء

وہ جن کی یاد بھلائی نہ جائے گی

مولانا محمد حفیظ نیازی

استاذ العلماء، شرف ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی رحلت جملہ احباب اہلسنت خصوصاً حضرات علماء کرام کے لئے غیر معمولی سانحہ ہے۔ موت العالم موت العالم کے مصداق ہماری نظروں سے علم وعمل کا ایک سمندر پوشیدہ ہوگیا ہے۔ انہوں نے تقریر وتحریر کے ذریعہ ہی نہیں تدریس وتعلیم کے ذریعہ بھی امت مسلمہ کی بیش بہا علمی خدمات انجام دی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ نے انہیں ایسی صلاحیتیں وافر عطا فرمائی تھیں کہ وہ ہر میدان کے شہسوار نظر آتے تھے، اس پر مستزاد یہ کہ اخلاق وکسر نفسی اُن میں اتنی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ وہ بظاہر بالکل ایک درویش نظر آتے تھے ناواقف شخص ان کی علمیت واہلیت کا اندازہ نہ کرسکتا تھا اور جو کوئی ان کی شخصیت کو ان کی تعلیمی تدریسی خدمات سے غائبانہ متعارف تھا دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہی علامہ شرف قادری ہیں۔ فقیر نے انہیں بارہا خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے اور وظائف پر عمل کرتے دیکھا، ایسا لگتا تھا کہ یہ کوئی گوشہ نشین درویش منش شخصیت ہے، نہ کوئی تصنع نہ بناوٹ نہ پرتکلف رکھ رکھاؤ۔ سادگی کی انتہاء پر فائز اس عالم دین کی دینی خدمات پر اہلسنت کو ہمیشہ فخر رہے گا۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

نائب محدث اعظم پاکستان قبلہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے نام حضرت علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ کے چند اہم تحریری مکاتیب قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہیں

محترم ومکرم حضرت امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ برادر محترم مولانا علامہ محمد عبدالغفار ظفر صابری علیہ الرحمۃ کی تعزیت اور ایصال ثواب کے

لئے غریب خانے پر تشریف لائے، یہ آپ کے کمال کرم کی دلیل تھا، آپ نے فقیر کو ممنون کرم فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ اہلسنت وجماعت کے سروں پر تادیر صحت وکرامت کے ساتھ سلامت رکھے آپکے صاحبزادگان، احباب اور مریدین کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ کے مشن کو صبح قیامت تک جاری رکھیں آمین۔ حضرت مولانا محمد حفیظ نیازی اور صاحبزادگان سعادت نشان کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری ۷ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

دوسرا مکتوب

مکرمی ومحترمی نباض ملت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ دنوں اس اطلاع سے سخت صدمہ ہوا کہ بعض مخالفین نے اہلسنت وجماعت کے محبوب ترجمان ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ کے خلاف دہشت گردی کا مقدمہ کروادیا ہے اور حکومتی کارندوں نے نہ صرف مقدمہ درج کیا بلکہ اس کے مدیر محترم جناب مولانا محمد حفیظ نیازی مدظلہ کو گرفتار بھی کرلیا۔ ہم اہلسنت وجماعت اس تمام کاروائی کی سخت مذمت کرتے ہیں اور حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کے سرپرست مولانا ابوداؤد محمد صادق مدظلہ اور مدیر مولانا محمد حفیظ نیازی مدظلہ کے خلاف مقدمہ خارج کیا جائے۔ اہلسنت وجماعت امن پسند لوگ ہیں، گذشتہ سال نشتر پارک کراچی میں وحشیانہ چنگیزی حملے میں ستر سے زیادہ افراد بیک وقت شہید کردیئے گئے، اس کے باوجود اہلسنت نے جس صبر وتحمل کا ثبوت دیا وہ حیرت انگیز ہے، ورنہ اگر اہلسنت وجماعت انتقام لینے پر اتر آتے تو کراچی میں خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

کرتے ہیں کس پہ ہم ستم، کیوں ہو کسی کو رنج وغم

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر اہلسنت پر سلامت رکھے اور شر اعداء ومفسدین سے محفوظ ومامون رکھے۔ **اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم**

حضرت مولانا محمد حفیظ نیازی مدظلہ اور دیگر خدام اور صاحبزادگان کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری بانی مکتبہ قادریہ لاہور، (۲ جمادی الاخرۃ ۱۴۲۸ھ)۔

تیسرا مکتوب

قبلہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے رشحات قلم کتابی شکل میں زیر طبع ہیں، ان پر آپ کی نگارش محبت درج ذیل ہے۔

پیکر صدق وصفا، جبل استقامت حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

(سرپرست اعلیٰ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے تلمیذ اور خلیفہ خاص ہیں، ان کی صلابت، حق گوئی اور استقامت کی ایک دنیا معترف ہے۔ انہوں نے نصف صدی پہلے مجلہ رضائے مصطفیٰ جاری کیا تھا جو کبھی ہفت روزہ اور بڑے سائز پر چھپتا رہا پھر ماہنامہ ہوگیا، اس کا جو منہج پہلے دن مقرر ہوا تھا اس میں اس طویل عرصہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، استقامت کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے

علامہ ابوداؤد صاحب مدظلہ تحریر کے میدان میں موافق ومخالف علماء کے اعتقادی عملی انحراف پر گرفت کرتے ہیں، جب کہ تقریری میدان میں وہ خالص اصلاحی وعملی گفتگو کرتے ہیں، انکی ہر مجلس

میں کم از کم پانچ دس افراد سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق داڑھی رکھنے کا عہد کرتے ہیں، کچھ لوگ نماز باقاعدگی سے پڑھنے کا وعدہ کرتے ہیں، غرض یہ کہ وہ چونکہ صاحب عمل واخلاص ہیں، اس لئے ان کی زبان میں اثر ہے، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے اور ایسے علماء کثرت سے پیدا فرمائے آمین۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری، بانی مکتبہ قادریہ، لاہور (۲۷ رجمادی الاخرہ ۱۴۲۸ھ)

چوتھا مکتوب

اہلسنت کے بین الاقوامی ترجمان "رضائے مصطفیٰ" کے ۴۵ ویں سال کے آغاز پر حضرت شرف ملت علیہ الرحمۃ نے حضرت نباض قوم مدظلہ کے اپنے تاریخی یادگار مکتوب میں طویل تاثرات ارسال فرمائے جن میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوئی کہ اہلسنت وجماعت کا محبوب ترجمان، دنیائے صحافت کا بے باک مجلہ اور اسلام کا پرچم پوری قوت کے ساتھ بلند کرنے والا بابرکت صحیفہ ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" اپنی اشاعتی عمر کے ۴۰ سال کا آغاز کر رہا ہے، مبارک صد ہزار۔ آج جبکہ صحافت کو عموماً نظریاتی نہیں، کاروباری بنیادوں پر استوار کیا جا رہا ہے اور "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کو اپنا منشور قرار دیا جا رہا ہے، ایسے میں طوفان اور آندھیوں کی پرواہ کئے بغیر اسلام اور سنیت کی قندیل روشن رکھنا اور بلاخوف لومۃ لائم اپنے اور بیگانے کی تفریق کئے بغیر کلمہ حق کہنا "رضائے مصطفیٰ" کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ترجمان اہلسنت، رہنمائے ملک وملت حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ لائق صد ہزار تحسین وتبریک ہیں۔ ماشاء اللہ آپ نے نصف صدی قبل محدث اعظم علیہ الرحمۃ کی دعاؤں سے جس راستے کا انتخاب کیا تھا اگرچہ وہ پرخار تھا اور اس کا ایک کنارہ تختہ دار کو بھی چھو رہا تھا، تاہم فقیر گواہی دیتا ہے کہ آپ آج بھی اسی صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ بکثرت

ایسے علماء ومجاہدین پیدا فرمائے۔

ترجمان اہلسنت، مظہر فیض رضا و پاسبان مسلک رضا مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی موجودہ دور میں بحمدہ تعالیٰ یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم کا مصداق ہیں ذلک فضل الله یوتیه من یشاء مجاہدین کے مجاہدانہ اقدامات سے بعض اپنوں کو بھی شکایت پیدا ہو جاتی ہے لیکن حضرت مدظلہ العالی کا اخلاص پھر اپنوں کو قریب لے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تا دیر سلامت رکھے اور ان کے زیر سایہ ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" کو مزید ترقی عطا فرمائے اور کثرت سے انکے جانشین پیدا فرمائے۔ آمین۔ برادران اہلسنت کو چاہیے کہ ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" خود خریدیں، پڑھیں اور اپنے احباب کو بھی اس سے متعارف کرائیں اور خریدار بنائیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

فقیر راقم الحروف کے نام مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا محمد حفیظ نیازی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت قبلہ ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور آپ کو مع متعلقین ماہ صیام اور عید سعید مبارک ہو۔

۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ بروز منگل برادر محترم مولانا محمد عبدالغفار صابری دار فانی سے رحلت فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون...... قارئین رضائے مصطفیٰ سے اپیل ہے ان کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا کریں۔ حضرت مولانا ابوداؤد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں السلام علیکم اور ان سے بھی دعا کی درخواست ہے۔ فقیر کی مغفرت کے لئے بھی دعا کریں۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری (۲ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ)

فخرِ اسلام و شرفِ دیں

ابو الرضا گلزار حسین قادری رضوی برکاتی

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم ۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

" اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○

(ترجمہ) بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

آج مجھے اس عظیم انسان کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے جن کا اسم گرامی محمد عبد الحکیم شرف قادری ہے، جو کہ عالم بے عدیل، معلم بے مثال، محقق و مدقق، فقیہ و محدث، شیخ طریقت و شریعت، عالم باعمل، اخلاق حسنہ کی عمدہ مثال، فقیر منش، بناوٹ و تصنع سے حقیقی معنوں میں کوسوں دور، کبر وغرور کی بیماری سے مکمل آزاد، ظاہر و باطن کا ایک ہی رنگ، ظاہر و باطن مجلہ و مصفا، پروقار اسلاف کا اعلیٰ پرتو، دین حق کا بے باک ترجمان، منصف مزاج بزرگوں کے ادب میں بچھ جانے والے، ہم منصب و ہم عمر کے ساتھ کمال محبت کرنے والے، اصاغر کے ساتھ کمال شفقت فرمانے والے، ہمیشہ ادب و احترام کا بھرم رکھنے والے، علمی وجاہت والے، آئمہ و اہلسنّت کے علوم کے محافظ، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے تصلب فی الدین، غیرت اسلام اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے ترجمان تھے۔

تمام عمر ہمہ جہت مصروف رہے۔ وقت کی قدر کی، مسندِ تدریس کو طویل عرصہ تک رونق بخشی، قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے آپ کا گلو معطر رہتا۔ آپ کے تلامذہ میں نامور علماء و مفتیان کرام، شیخ الحدیث و محقق پیدا ہوئے جو کہ ملک و بیرون ملک مسلک اہلسنّت اور ابلاغ اسلام

کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

احقر کے ساتھ تعلق گذشتہ ۳۰ برس سے تھا۔ آپ میرے فقیر خانہ پر تین مرتبہ تشریف لائے۔ راقم الحروف ۱۹۸۳ء میں شدید علیل ہوا تو آپ مفتی اعظم علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ میری عیادت کے لیے گلبرگ ہسپتال خود تشریف لائے۔

۱۹۸۰ء میں جب احقر کو یہ سعادت ملی کہ بریلی شریف حاضری کا شرف حاصل ہوا اور حضور مفتی اعظم ہند، شہزادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے خلافت واجازت عطا ہوئی تو آپ بے حد مسرور ہوئے اور اس کے بعد اس نسبت کی وجہ سے بڑا اکرام فرمایا کرتے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ "یہ بڑی بات ہے کہ آپ کی پہلی حاضری پر ہی خلافت واجازت کا شرف عطاء کیا گیا" آپ ایک زمانہ تک حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کی رفاقت میں مرکزی مجلس رضا کے پلیٹ فارم سے ابلاغِ افکار اعلیٰ حضرت پر مل کر کام کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ وہ دور تھا جبکہ اہلسنت قلم اور کتاب کی افادیت سے بے نیاز نظر آتے تھے اور اغیار کی یلغار روز افزوں تھی۔ چنانچہ اس دور میں اس طوفان کے خلاف بند باندھنا بڑے حوصلے کی بات تھی۔ اس وقت جو حضرات قلم کی طاقت سے حق و صداقت کی ترجمانی فرما رہے تھے ان قابل احترام اسمائے گرامی میں سے حضرت شرفِ ملت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب، جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب، علامہ سید فاروق القادری صاحب، اور علامہ اختر شاہجہانپوری نے بڑا کام کیا۔ احقر نے اس وقت حقیر سی خدمت سندھی زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی کتب تمہید ایمان، تجلی الیقین، الامن والعلیٰ کے تراجم سندھی زبان میں کیے اور تمہید ایمان کی اشاعت اور اعلیٰ حضرت (سندھی) کی اشاعت مجلسِ رضا لاہور نے کی۔

احقر نے اس زمانہ میں سندھی اخبارات میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر مضامین بھی شائع کروائے۔

حضرت مولانا شرف قادری صاحب درد دل رکھنے والے انسان تھے وہ سلف صالحین کی نشانی تھے۔ آپ کی خدمات کا اعتراف آپ کی حیاتِ ظاہری ہی میں کیا گیا اور پاک و ہند کے نامور علماء و

مشائخ نے بھر پور داد دی۔ آپ کی کتب کو بڑی پذیرائی نصیب ہوئی۔ بلادِ عرب میں بھی آپ کا خوب چرچا ہوا۔ آپ کی علمی وجاہت اور تحریر کی عصمت کو تسلیم کیا گیا۔

خوش نصیب انسان تھے۔ آپ نے اولاد صالح، نیک سیرت و نیک صورت، صاحب علم و فضل، صاحب تحریر و تقریر و تحقیق بطور ورثہ چھوڑی ہے جو کہ بہت ہی عمدہ باقیات و صالحات ہے۔

آپ نے ہندوستان کا دورہ کیا، علماء و مشائخ نے دل فرش راہ کیے اور اس پذیرائی سے سرفراز فرمایا جو کم ہی کسی کے حصہ میں آئی۔ تمام معروف و بڑی خانقاہوں سے شرف خلافت و اجازت سے نوازے گئے اور سندِ حدیث کی نعمت سے بھی سرفراز کیے گئے۔ آپ نے بلادِ عرب خصوصاً مصر اور حجازِ مقدس کا سفر بھی کیا اور بڑی پذیرائی ملی ۲۰۰۱ء میں برطانیہ کا دورہ بھی کیا اور عالمی کانفرنس میں بھی شریک ہوئے۔

آپ کا علمی ورثہ بڑا وسیع ہے اور علمی گھرانوں کی ضرورت ہے۔ اس سے علماء اور عام قاری صاحبان بہت خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔

آپ کی نمایاں بات آپ کا عمدہ اخلاق تھا۔ حد درجہ حلیم اور غرور و تکبر سے عملاً نفور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے ظرف سے نوازا تھا اور ان پر ہم سب کے آقا و مولا نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کے بے پایاں اکرام و انعامات تھے۔ آپ نے تقریباً ۶۳ برس عمر پائی۔ آخری عرصہ شدید علالت میں گزارا۔ صبر و شکر کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کیا اور آخری لمحات تک آپ کے قلم سے جواہر پارے قرطاس کاغذ پر اپنے نقوش ثبت کرتے رہے۔

یہ مردِ قلندر خدا دوست و خدا شناس، محبت رسول، حب رسول ﷺ کے ساتھ اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ بروز ہفتہ دوپہر ظہر کے وقت ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ بمطابق یکم ستمبر ۲۰۰۷ء آپ کا یومِ وصال ہے۔ بیشک آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے انسان تھے، احسان کرنے والے انسان تھے اور اللہ والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پر اپنی رحمتوں کا نزول ارزاں فرمائے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا ‏‏‏‏‏‏ فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

وفات کے وقت ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات
زندگی کا کھوج لگانے پر معلوم ہوا کہ وہ ۲۴۔ اگست ۱۹۴۴ کو بھارتی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے
گاؤں مرزا پور میں مولوی اللہ دتہ صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے وقت ان کے
خاندان نے لاہور کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے ۱۹۵۱ء میں ایم سی پرائمری سکول مکھن شہزادہ لاہور سے
پرائمری تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۹۵۵ء میں پرائمری تعلیم کی تکمیل کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد میں علوم دینیہ
کے حصول کے لئے داخلہ لیا یہاں پر انہیں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری کی صحبت میں رہ
کر علمی پیاس بجھانے کا موقع میسر آیا۔ وہ بعد ازاں تعلیمی مراحل کی تکمیل کے لئے دارالعلوم ضیاء شمس
الاسلام سیال شریف (سرگودھا) جامعہ اویسیہ مظہریہ بندیال (خوشاب) اور جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون
لوہاری لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ان عظیم دینی درسگاہوں میں علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے عہد کے ممتاز ترین اساتذہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی علامہ عطا محمد
بندیالوی مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی سے علم سیکھنے کی سعادت اور اعزاز حاصل ہوا۔ ۱۹۶۳ تحصیل علوم سے
فراغت کی سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد مارچ ۱۹۶۵ میں علامہ شرف قادری نے عظیم اور قدیم دینی
درسگاہ جامعہ نعیمیہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ بعد ازاں مختلف برسوں میں جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ
(سرگودھا) مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال جامعہ اسلامیہ عثمانیہ ہری پور سے جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور میں بھی علوم دینیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے لیکن ان کی تدریسی زندگی کا زیادہ عرصہ
جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں بسر ہوا۔ اس دانش گاہ میں وہ صدر مدرس کے منصب
پر بھی فائز رہے۔ جب کہ علامہ شرف قادری اپنی وفات کے وقت جامعہ اسلامیہ لاہور میں بھی کچھ عرصہ
شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس طرح ان کی تدریسی زندگی کم وبیش ۴۲ سال پر محیط
ہے۔ اس دوران انھوں نے ہزاروں علماء تیار کئے جو اس وقت ملک کے مختلف شہروں اور بیرون ممالک
میں خدمت اسلام کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک

کی متعدد علمی و تحقیقی تصانیف کے ساتھ ساتھ صاحب طرز کالم نگار بھی تھے۔ انہوں نے سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ بے شمار عربی کتابوں کے تراجم کئے اور بے شمار مضامین اور مقالے تحریر کئے جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ ان کی بے شمار کتابوں میں اندھیرے سے اجالے تک، تحفے کے گھر، مقالات سیرت طیبہ، اسلامی عقائد، عظمتوں کے پاسبان، نور نور چہرے، زندہ جاوید خوشبوئیں، شہر یار علم، تذکرہ اکابر اہل سنت بے حد مقبول ہوئیں اور ان کے بے شمار ایڈیشن شائع ہوئے۔ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ایک سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں وہاں ان کا بستر علالت پر قرآن حکیم کا ترجمہ تحریر فرمانا ان کی قرآن سے گہری محبت کا ثبوت ہے۔

علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ استاد اور مصنف ہونے کے علاوہ شیخ طریقت بھی تھے وہ طریقت کے چاروں سلاسل میں مجاز تھے اور انہیں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد، علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری سے شرف بیعت حاصل تھا۔ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸۰ میں اہل قلم کی ملک گیر تنظیم سنی رائٹرز گلڈ کی صدارت کے منصب پر بھی فائز رہ کر خدمات سر انجام دیتے رہے۔ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے منکسر المزاج، دور اندیش اور بالغ نظر عالم دین تھے۔ ان کی ذات خیر آبادی اور بریلوی طرز تدریس کا حسین سنگم تھی۔ ان کا طریقہ تدریس عرب و عجم کے مسلمہ محدثین سے ملتا تھا۔

علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔ ان کے تینوں بیٹے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، حافظ نثار احمد قادری اور مولانا مشتاق احمد قادری اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عمدہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے عظیم اور عہد ساز باپ کے مشن کا جھنڈا آگے بڑھا کر نہ صرف قدم لیں گے بلکہ اسے سربلند رکھیں گے۔

[illegible]

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب

ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

موت العالِم موت العالَم

مولانا اسلم رضا قادری جامعہ الازہر، مصر

سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

"کہ عالِم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے"

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بالکل صحیح ہے اور جب ہمیں استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملی تو ہمارے دل و دماغ پر بجلیاں گر گئیں اور دل نے سوچنا شروع کر دیا کہ آج وہ شخصیت اس دنیا سے پردہ فرما چکی ہے جن کے علم کو ہم بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے اور جن کے مقالات و کتب کو پڑھ کر اور جن کی علمی محفلوں سے ہم نے اپنے آپ کو دینِ اسلام کا سپاہی بنانے کے لئے تیار کیا اور جن کے علم و عمل و تقویٰ و پرہیز گاری کو دیکھ کر لوگوں نے اور خاص طور پر طلباء نے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کیں اور جن کی صحبت میں رہ کر طلباء نے علماء تک کا طویل و کٹھن سفر طے کیا اور جنکی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں نے تمام طلباء اور علماء کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا میٹھا رس گھول دیا اور طلباء نے ان کی بے باک و نڈر قائدانہ صلاحیتوں کو تحریکوں، جلوسوں میں دیکھ کر انہیں اپنا آئیڈیل جانا اور ان کی تدریسی، تصنیفی کاوشوں کو دیکھ کر ہر انسان انگشت بدنداں ہے کہ ایک شخصیت جو صبح سے شام تک دورۂ حدیث شریف کی مشکل و ادق کتابیں پڑھانے کے ساتھ میدان تصنیف میں اپنے مایہ ناز شاہکار پیش کر رہی ہے اور وہ سماجی مصروفیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے اور تمام طلباء و علماء سے پوری دنیا میں اپنے رابطوں سے ان کی مشکلات کو حل فرما رہی ہے اور ان کی قرآن و حدیث کے مطابق راہنمائی فرما رہی ہے آج وہ ہستی ہم میں نہیں رہی اور آج وہ اپنے خالق حقیقی

سے جاملی اس خبر کو سن کر واقعی بے یقینی کی سی کیفیت طاری تھی کہ کیا وہ شخصیت جس پر اہلسنت وجماعت کو ناز تھا کہ واقعی آج ہم میں نہیں رہی۔؟

اس خبر کے سچے ہونے پر ملکی میڈیا گواہی دے رہا تھا اور احباب فون پر بتا رہے تھے جب یقین ہوا تو زبان پر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا اور دل سے دعاؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور دل سے دعا نکلی یارب ہم تیری رضا پر راضی ہیں اور یارب حضرت قادری صاحب کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاص قرب عطا فرما اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما اور حضرت قادری صاحب کے خاندان والوں کو اور خاص طور پر حضرت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کو صبر جمیل عطا فرما اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

حضرت نے اپنے پسماندگان میں ہم جیسے لاکھوں طلباء چھوڑے ہیں جنہوں نے اپنے علمی سفر کا آغاز آپ کی صحبت میں کیا۔

الحمد للہ! حضرت نے اپنے صاحبزادے حضرت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو عالم دین بنا کر اپنا علمی وارث بنا دیا اور دنیا میں دین اسلام کی وہ خدمات انجام دیں جنہوں نے اسلاف کے کارناموں کی یاد تازہ کر دی۔

آپ واقعی شرف دین وملت اور حکمت ودانائی کے باغ تھے۔ حضرت شیخ الحدیث کی وفات بالعموم پوری امت مسلمہ اور بالخصوص اہلسنت وجماعت کے لئے بہت بڑا علمی نقصان اور ایک نہ پُر ہونے والا خلا ہے۔

ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ اس علمی خلا کو ان کے صاحبزادے علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے پورا فرمائے اور ان کے علم وعمل تقویٰ وپرہیزگاری میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ تمام علماء کرام، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی زندگیاں دراز فرمائے اور ان پر آنے

والی ناگہاں آفتوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے اور علماء اہلسنت کو اتحاد کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اُن کے ذریعے اسلام کا بول بالا فرمائے۔ آمین

جنید وقت و شبلی دوراں چلے گئے
شب زندہ دار عالم عرفان چلے گئے

دھند لا گئے فقر و تصوف کے شب و روز
فکر و نظر کے نیر تاباں چلے گئے

تھا جنکے دم سے سنت اسلاف کو فروغ
تھی جن کے دم سے عظمت انسان چلے گئے

وہ جن کی تربیت نے دیا جذبہ جنون
جن سے ملا تصور جاناں چلے گئے

وہ اپنے بعد چھوڑ گئے ہیں شب الم
جو لے کے ساتھ صبح درخشاں چلے گئے

اب ہم ہیں اور کمال خزاں کا طویل دور
جان بہار وجانِ گلستان چلے گئے

فخرِ علم وتقویٰ کا سانحہ ارتحال

حکیم عظمت اللہ نعمانی (گوجرہ)

۳ر ستمبر ۲۰۰۷ء کو یہ خبر میرے خرمن ہوش وحواس پر بجلی بن کر گری کہ شرف الملت والدین، سند واستنادِ اہل سنت، یادگار اسلاف حضرت مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ثم نقشبندی دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قبلہ شرف صاحب علیہ الرحمہ ہمہ صفت موصوف انسان اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، وہ فخر روزگار عالم دین، بے نظیر مدرس، نکتہ سنج ادیب، اور قبول امت کے حامل مصنف تھے۔ راقم کو اپنی زندگی میں ایسے عظیم انسانوں سے ملنے کا اشتیاق رہا۔

بعض لوگ مرجع خلائق ہو جائیں تو تنک مزاجی، ترش روی اور عُجب جیسے رویئے اختیار کر لیتے ہیں مگر قبلہ شرف صاحب کو یہ عادات چھو کر بھی نہیں گزری تھیں بلکہ وہ بہت ملنسار بذلہ سنج، فیاض اور مہمان نواز تھے۔ جامعہ نظامیہ والی مذکورہ تقریب میں ایک صاحب حضرت کو اپنا بچہ ساتھ لے کر سلام کرنے حاضر ہوئے۔ آپ نے بچے سے نام پوچھا تو اس نے کہا عزیز۔ آپ نے بچے کو اپنے قریب لا کر کمال محبت سے کہا ''بھئی عزیز تو ہمارے لئے بھی عزیز ہے'' پھر اسے بیس روپے عنایت فرمائے۔ برخوردار جھجک گیا تو حضرت نے فرمایا: بھئی بعض لوگ تو ہماری جیبوں تک سے روپے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں: آپ کیوں نہیں وصول کر رہے جبکہ ہم دے بھی خود رہے ہیں؟''

اس دن راقم نے حضرت کی وسعت ظرفی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ نہایت بلند علمی مرتبے، پیرانہ سالی اور ایک موذی مرض کی وجہ سے شدید نقاہت کے باوجود ہر بارِیش

آدمی کو اُٹھ کر ملنے کی کوشش کی جن کی تعداد بھی ہزاروں میں تھی اور زیادہ تر آپ کے تلامذہ اور محبین تھے، کئی لوگوں سے حضرت نے راقم کا تعارف کروایا کہ: ''یہ حکیم عظمت اللہ صاحب ہیں گوجرہ سے آئے ہیں۔''

اسی دوران آپ کے ایک محب نے تصویر بنانے کی کوشش کی تو حضرت نے اسے پاس بلا کر پوچھا کہ: ''میری تصویر کیوں بنانا چاہتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''حضور آپ سے محبت ہے۔'' آپ نے فرمایا: صرف مجھ سے محبت ہے یا اور کسی بزرگ سے بھی ہے۔ تو اس لڑکے نے اعلیٰ حضرت کا نام لیا تو آپ نے فرمایا ''جس سے محبت ہو تو میرے خیال میں اس کی بات مان لینی چاہیے'' اس لڑکے سے مخاطب ہوتے ہوئے سوالیہ انداز میں یہ کلمات آپ نے ادا فرمائے تو لڑکے نے اثبات میں سر ہلایا اور کیمرہ بند کر دیا، پھر اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر ہلاتے ہوئے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' متعدد بار ارشاد فرمایا۔ راقم اس کا اثر اپنے دل پر بھی آج تک محسوس کرتا ہے۔

اسی تقریب والے دن آپ اساتذہ کے رہائشی کوارٹرز سے مسجد اور مفتی صاحب کے مزار کی جانب جانے لگے تو احباب کے ملنے کی کوشش کرنے پر آپ کو وہاں کافی دیر کھڑے ہونا پڑا تو محقق اہل سنت حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب آپ کو دیکھ کر قریب آ گئے اور ناسازی طبع کے باوجود حضرت کی معیت میں کافی دیر کھڑے رہے۔ یاد رہے اسی محفل میں حضرت مفتی منیب الرحمٰن نے شرف صاحب کو ''شرف الملت والدین اور سند واستناد اہل سنت'' کے القاب سے ملقب فرمایا۔ اس قدر خوبصورت انداز تبلیغ آج دیکھنے کو بھی بہت کم ملتا ہے۔ بلکہ مبلغین کی تبلیغی دراز دستیوں کی بنا پر لوگ دین سے دور ہو رہے ہیں۔

ایک مرتبہ قبلہ شرف صاحب کے صاحبزادے حضرت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

الازہری نے راقم کو بتایا کہ ان کی ننھی منی بیٹی "عائشہ" نے اپنے دادا یعنی حضرت شرف صاحب کی چارپائی پر ایک ہی دن میں کئی بار پیشاب کر دیا تو ہمیں جھنجھلاہٹ کا شکار دیکھ کر حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "کہ اس نے تو ہماری چارپائی کو بیت الخلاء ہی سمجھ لیا ہے۔"

ایک مرتبہ راقم نے حضرت سے فون پر دریافت کیا کہ حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے شرح صحیح مسلم میں غیرسنی علماء کو "شیخ" لکھا ہے، بعض کرم فرما اسے دیوبند نوازی کہتے ہیں، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے، تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "شیخ تو مولوی اور مولانا جیسا ہی اک لفظ ہے اس میں دیوبند نوازی کی تو کوئی بات نہیں۔"
اس پر راقم نے مزید پوچھا کہ: "بعض لوگ اپنے تئیں حب اعلیٰ حضرت میں اپنے ہی جید علماء کو معاذ اللہ "ادنیٰ حضرت" کہنے سے بھی نہیں چوکتے، کیا فکر اعلیٰ حضرت کی روشنی میں یہ صحیح ہے، اور ایسے لوگوں کا رد کرنا چاہیے کہ نہیں؟" حضرت شرف صاحب کا جواب تھا: "اس طرز عمل کا فکر اعلیٰ حضرت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اور اگر ایسے لوگوں میں علماء شامل ہوں تو ان کی توقیر و تعظیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا رد کرنا چاہیے، اور مغلوب الغضب ہونا کسی طرح مناسب نہیں۔"

آپ کی گفتگو میں بلا کی حلاوت ہوتی تھی، کوئی بھی دوران گفتگو اجنبیت محسوس نہیں کرتا تھا، حضرت شرف الملت کے افکار و سوانح پر لکھنا تو محقق علماء کا کام ہے۔ مجھ ایسے خادم العلم والعلماء نے چند سطور لکھ کر تو اپنے جذبہ عقیدت کو تسکین دی ہے، اللہ کریم اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

مشاہدات وتاثرات

طارق مجاہد جہلمی۔ بریڈ فورڈ

فکر ونظر اسلام آباد "ڈاکٹر حمید اللہ خصوصی اشاعت" شمارہ نمبر 1,4، جلد نمبر 40,41 کے حرف آغاز حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا۔

''اہل علم، اصحابِ تقویٰ وورع اور جملہ یگانہ روز شخصیات بلاشبہ اس اعزاز کی مستحق ہوتی ہیں کہ اُن کے اخلاف اُن کے حضور اپنے جذبات وعقیدت کی سوغات بھی پیش کریں اور اُن کے علمی، تحقیقی، اصلاحی وفلاحی نقوش کو منظم ومربوط شکل میں آنے والی نسلوں کیلئے اہتمام کے ساتھ محفوظ کرلیں۔ الحمدللہ مسلم دُنیائے قرطاس وقلم کے ذریعہ کمال احتیاط کے ساتھ محفوظ کیا''۔

اسی روایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے "صفہ فاؤنڈیشن" نے دُنیائے اہلسنت کی عبقری شخصیت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کیلئے خصوصی ایوارڈ بھی پیش کیا تھا۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بریلوی فکری دبستان کے خاص نمائندہ وپاسبان وترجمان ہونے کے ساتھ صفِ اوّل کے اکابرین سے تھے۔ آپ کلام الٰہی کے بہترین مفسر، بلند پایہ محدث، وسیع نگاہ متکلم، علمی دُنیا کے بحرِ ذخار، محقق، مدبر، مدرس، مصنف، دانشور، مترجم اور مبلغ تھے، آپ کے علمی وتحقیقی کاموں کی وجہ سے بریلوی مکتبہ فکر میں انتہائی احترام وعقیدت سے دیکھا جاتا ہے، آپ کے تدریسی کارناموں سے لاتعداد احباب مستفید ہوئے، جو کہ آپ کی علمی تاریخ کا درخشندہ باب ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عہد ساز اور ہمہ گیر شخصیت تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی ضیاء پاشیوں سے نصف صدی تک ایک عالم منور ہوتا رہا، آپ نے تفسیر، حدیث اور دیگر علمی، مذہبی اور مسلکی موضوعات پر جم کر کام کیا، جو کہ آج دُنیائے اہلسنت کیلئے مشعل راہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی خاص عادات اور طبیعت سادگی پر مشتمل تھی جسے علمی و تحقیقی مصروفیات اور تدریسی فرائض کے علاوہ کسی اور چیز سے سروکار نہ تھا۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کثیر المطالعہ اور سریع القلم تھے۔ جب کبھی مسلک حقہ پر مذاہب باطلہ نے شبخون مارا تو علامہ موصوف کا قلم قرآن و سنت سے دلائل لے کر عوام اہلسنت کے دلوں کو منور کرنے لگا اور مذاہب باطلہ پر مہر سکوت ثبت کر دی۔ عوام تو عوام آپ کی قلم کی جولانیوں سے اہل علم و فضل بھی لطف اندوز ہوتے تھے۔ مندرجہ بالا صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے بریلوی مکتبہ فکر کے حکیم العصر تھے۔ آپ مسلکِ حقہ کا درد رکھنے والے اور قوم و ملت کی فکر رکھنے والے عالم دین تھے۔ ہمیشہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی سرکوبی کیلئے آپ کا قلم مصروف رہتا۔ اس دور قحط الرجال میں ایسے سچے مخلص اور باحمیت و باعمل لوگ کمیاب ہی نہیں نایاب نظر آتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشرقی اور اسلامی لٹریچر کے ایک مقبول اور تسلیم شدہ عالم تھے۔ اپنی انہی صلاحیتوں کے باعث زمانہ قدیم کے بزرگوں کے نمونہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ایک قدر شناس نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں بھی کمال نظر آتا اُس کی قدر کرتے تھے۔ سلف صالحین کی چلتی پھرتی یادگار، صبر و رضا اور توکل کی جیتی جاگتی تصویر، عاشق ختم الرسل، تحریر و تقریر کے جوہر یکتا، علم و عمل کے جامع، اخلاص و للہیت کے پیکر و مجسم، شرافت و بزرگی کا عنوان اور جامع معقولات و منقولات شخصیت سے ملت اسلامیہ محروم ہوگئی علامہ اقبال نے ایسی ہی دانائے راز شخصیت سے متعلق کہا ہے:

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات ۔۔۔ تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ، متبعین و متعلقین کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فضيلة الأخ الدكتور/ ممتاز أحمد السديدي الأزهري
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

فقدت بفقدك النير لا يطلع

لقد وصلني نعي أبيكم الفقيد رحمه الله رحمة واسعة وأسكنه بجنات النعيم، وقد حزنت كما حزن أحبابه في بقاع العالم غير أني تصبرت ولا عجب في ذلك فإن المولي عز وجل قال : إذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون. وقال النبي صلي الله عليه وسلم : إن القلب ليحزن وإن العين لتدمع وإنا علي فراقك لمحزونون .

ولا يسع للمسلم في مثل هذه المواقف الصعبة إلا أن يتواصي بالحق والصبر والسلوان؛ ولا شك أن موت العالم موت العالم غير أن العلماء إنما يموتون ويغيبون عن أعيننا ولكنهم لا يغيبون عن قلوبنا وأفئدتنا ويصبون خالدين بمآثرهم وآثارهم وأعمالهم الخالدة في سبيل نشر الإسلا والذود والدفاع عنه ، ولا يخالجني شك في أن والدكم الكريم من زمرة تلكم الشخصيات الخالدة .

ولا يحضرني الآن من الذكريات مع الشيخ الفقيد إلا لقاء واحد شرفت به في نيو دلهي، الهند، وكان قد بهرني محياه المتلألأ بأنوار التقوي والصفا وضياء الصلاح.

ومما يسعدني أن أذكره وأعتز به دائما أن الشيخ الفقيد قد أكرمني بالإجازات في رواية الأحاديث، وكان آخر عهدي با لشيخ المكالمة التليفونية التي سعدت بها منذ حوالي ستة شهور، وقد سلمت عليه فردَّ علي السلام وكلمني بكلمات لم أستطع أن أستوعبها بكمالها بسبب مرض الشيخ غير أني كلما وعيت من تلك الكلمات أنه سألني عن ترجمة الفتاوي الرضوية إلي اللغة العربية لأن الشيخ كان علي علم بأننا سنقوم بهذه المهمة، فإن دل هذا فإنه يدل علي إهتمام الشيخ ليل نهار بالإسلام والعلوم الإسلامية والدفاع عنهما أهل السنة والجماعة.

وأكرر أخي الكريم وصيتي لكم بالدعاء له بالمغفرة والسعي في نشر خدماته العظيمة في العالم كنشر مؤلفاته العربية والأردية كأمثال من عقائد أهل السنة ..حتي تتسني لنا الإستفادة بها.

من للمحافل والجحا فل والسري
فقدت بفقدك النير لا يطلع

أخوكم/منظر الإسلام الأزهري
المركز الإسلامي كيرو لينا الشمالية
الولاية المتحدة الأمريكية
15/رمضان المبارك 1428هـ

ذكريات عطرة

قد أخبرني بعض الإخوة عن طريق البريد الإليكتروني بوفاة العالم الجليل العلامة عبد الحكيم شرف القادري، وقد أحزنني هذا الخبر كثيرا، ودمعت عيني، وأصيب قلبي بكآبة شديدة، ورجعت بي ذاكرتي إلى بعض اللقاءات التي شرفت بها واجتمعت به وأنا في القاهرة.

وقد لقيت أول ما قدمت إلى القاهرة نجل الشيخ الفقيد وهو فضيلة الأخ الكريم/ ممتاز أحمد السديدي – حفظه الله تعالى- وقد تم هذا اللقاء مصادفة في مسجد سيدنا الحسين بالقاهرة، وذلك في أواخر عام 1997، وكان يحضّر الأخ الفاضل رسالة الماجستير بجامعة الأزهر الشريف آنذاك، وكنت أنا وزميلي الشيخ محمد أفتاب عالم من بهيوندي مومبئ في المقام الحسيني، نقرأ الفاتحة لصاحب المقام، ولم يمر على مجيئنا إلى القاهرة سوى بضعة أسابيع بعد أن تخرجنا من الجامعة النظامية بحيدرآباد، الدكن، وكنا في ملابس العلماء الهنود، القميص الطويل والسروال والطاقية، وقد اقترب منا شاب هادئ، وسلم علينا، وكأنه استدل بملابسنا في تحديد جنسيتنا، وسأل عن البلد والاسم، ولما قلت له اسمي"محمد جلال رضا"ابتسم، وربما كانت ابتسامته تعبيرا عما شعر به من الارتياح، وروح الاستئناس بما في اسمي من إيحاء الانتماء إلى الشيخ الإمام أحمد رضا خان – رحمه الله تعالى- وقال واسمي ممتاز أحمد سديدي، ولعلك تعرف الشيخ شرف القادري فقلت نعم، من خلال مؤلفاته القيمة التي قرأتها في الهند، فقال أنا ابنه، وقد توسمت في الشيخ ممتاز كل خصال الخير، من دماثة الخلق والتواضع والتشجيع لمن حوله من زملائه، والسعي في قضاء مصالح الطلبة الأصدقاء، والبشاشة الدائمة وهو حقا ممن يألف ويؤلف، وقد استمرت هذه العلاقة الودية سنوات، خلال إقامته في القاهرة، نتزاور وينصحنا بالسعي والاجتهاد.

ملهتامه الشرف– اكتوبر 2007

وقد تشرفت باللقاء مع الشيخ الفقيد في فندق المالكي بحي سيدنا الحسين بالقاهرة وكان الشيخ الفقيد قد نزل به مع الشيخ الشريف وجاهت رسول القادري - حفظه الله تعالى- وقد أكرمني الشيخ وزملائي في هذا اللقاء بالإجازات في رواية الأحاديث، وكان قد شرح لنا حديثا من صحيح البخاري، لا أتذكره الآن، ولكن أظنه "إنما الأعمال بالنيات"

وكانت لي مع الشيخ الفقيد لقاء آخر أعتز به دائما، وقد كان مع علو مكانته في العلم والمعرفة وإسهاماته العلمية والثقافية بالعربية الأردية جم التواضع، عطوفا، حنونا، وكان نموذجا صادقا لأخلاق السلف، ومثالا حيا لشمائل الصالحين من هذه الأمة، وقد زارني الشيخ مرة في مدينة نصر، بالقاهرة، وكنت أقيم مع زوجتي في شقة، وكانت الشقة في الدور الخامس إلا أنه – رحمه الله تعالى- تحمل مشقة الصعود والنزول من السلم، وكان يرافقه الشيخ ممتاز، وكنت قد قدمت له بعض الضيافة، فقال لي الشيخ لا أستطيع تناول شيء لأني مصاب بألم في اللسان فلم يتناول غير العسل، وقد فهمت أن الشيخ قد رجا الشفاء بالعسل لما ذكر في السنة من منافعه.

و أحتفظ إلى الآن خطابا كريما منه – رحمه الله تعالى- بخط يده الشريفة، وكان مضمونها ما يلي:

فضيلة الأخوين: محمد جلال رضا ومحمد آفتاب عالم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، حفظكما الله تعالى.

قد وصلتني رسالتكما الكريمة في أحسن ساعات، وسرني أنكما من أصدقاء ابني السعيد ممتاز أحمد سديدي، وأنكما من أفاضل أهل السنة والجماعة، ووصلتما إلى أكبر وأشهر معهد علمي، أعني جامعة الأزهر الشريف – أقامها الله تعالى وأدامها.

والأمر المهم في هذا الزمان أن نتواصل إلى اخواننا في كل العالم، ولا يمكن أن نتوصل إليهم بدون اللغة العربية والإنجليزية، والحمد لله – تعالى – على أنه وفق جماعة من إخواننا بالاتصال بجامعة الأزهر الشريف، والمرجو من فضل

الله العظيم أن يوفقنا بالتأليف والنشر باللغة العربية على نطاق العالم، إن أعداءنا قد سبقونا بدهور، ولم نستيقظ إلى الآن.

والسلام عليكم ورحمة الله

أنا العبد الفقير إلى ربه:محمد عبد الحكيم شرف القادري

3/من شهر صفر/1419هـ

وقد حقق المولى – عز وجل- بفضله وكرمه بعض ما كان أظهر الشيخ من تمنياته في نشر تراث عظمائنا في الهند، حيث قمت فعلا بترجمة بعض رسائل الشيخ الإمام أحمد رضا خان الحنفي – رحمه الله تعالى- وكان الأول منها "القاديانية"بالاشتراك مع فضيلة الشيخ منظر الإسلام، المقيم حاليا بأمريكا، والثاني منها"الفلسفة والإسلام" بالاشتراك مع الشيخ جول محمد الكشميري، وقد طبع الكتابان بالقاهرة بالسعي المشكور من الشيخ الفاضل أسيد الحق محمد عاصم القادري البدايوني – حفظه الله تعالى-.

كما تحقق بعض ما كان يتطلع إليه الشيخ من التأليف باللغة الإنجليزية فقد ألفت – بحمد الله عز و جلّ- كتابا باسم

"The Family of the Prophet Muhammad in Egypt" وهو أهل بيت النبي – صلى الله عليه وسلم في مصر، وهو مطبوع بمصر، وكان من كتابي الجديد في تفنيد مزاعم الغرب بتهمة الإسلام بالإرهاب والتطرف، وهو الكتاب المسمى"The Features of Mercy in Islam"

وأعتز دائما أن الشيخ الفقيد- تغمده بواسع رحمته- قد أكرمني بهذا الخطاب الكريم ولم أزل أحتفظ به إلى الآن في حقيبتي.

ولا يسعني في الموقف الحزين إلا ندعو له جميعا برفع درجاته في أعلى غرف الجنان مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، وأن يوفقنا الله عز و جل- لدفع مسيرته العلمية إلى الأمام، وأن يجعل الدكتور ممتاز أحمد السديدي

الأزهري ملأ للفراغ الذي وقع بوفاة والده الكريم في صفوف أهل العلم والمناضلين في سبيل الإسلام.

وأخيرا أدعو له بدوام الرحمة عليه بأبياتي هذه:

سقى المولى ثراه كل آن   إلى يوم القيامة بالدوام

وأنزل فوق مدفنه الشريف   شنابيبا كلمطار الغمام

أجب هذا دعاء من أثيم   له أمل إلى حسن الختام

28/سبتمبر/2007م

الخميس/16رمضان الكريم/1428ه

وجد آتا ہے تیری باتوں پر

انٹرویو: محمد نواز کھرل/ حافظ محمد یعقوب فریدی

"شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ---- علم کی روشن دلیل ---- راہِ علم میں آبلہ پائی کے درد کی لذت سے آشنا ---- اتباع رسول کی روشنیوں سے نورمند ---- سچائی و روشنی کے پیکر ---- قرآنی اوراق اور دینی کتب میں ڈوبا رہنے والا عالم دین ---- نیک تمناؤں اور اعلیٰ ارادوں سے لبالب بھرا ہوا اَن تھک آدمی پیری کی حواس شکن عمر میں بھی روزانہ سولہ گھنٹے تصنیفی اور تدریسی کام کرنے والا محنتی استاذ اور مصنف ---- تہجد گزاری کے مشک بو لمحوں میں بیدار ہونے اور ہر اذان کے ساتھ سجدہ ریز ہو جانے والا اللہ کا نیک بندہ ---- ہمیشہ نرم، مہربان اور دلگداز لہجے میں بات کرنے والا ایک دھیما اور سادہ سا انسان ---- خوبصورت روّیے والا صاحب دل فرد۔

علامہ صاحب کی شخصیت میں گمشدہ زمانوں کے علماء کی سی مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے۔ ان کے عالمانہ وقار میں عاجزانہ انکسار کی ایسی آمیزش ہے کہ پہروں ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی دل کو چھو لینے والی باتیں سُننے کو جی چاہتا ہے ---- اٹل عقیدہ، کھرا موقف، بے باکانہ اظہار، محنت، اخلاص، عبادت، ریاضت، علامہ صاحب کی وہ ادائیں ہیں جو اُن کی شخصیت کو حسن و زیبائی عطا کرتی ہیں۔ وہ اُن لوگوں میں سے ایک ہیں جن کی سادگی اور سچائی انہیں قابل قدر بناتی ہے۔ وہ اپنی ذات کے لئے کسی صلے، ستائش اور انعام کے آرزومند نہیں۔ برسوں کی ریاضت نے ان کی شخصیت میں ایک حیران کر دینے والی ترتیب اور ششدر کر دینے والی بے نیازی پیدا کر دی۔ وہ مظاہر قدرت کی طرح وقت کی پابندی کرتے۔ لایعنی ملاقاتوں اور بے معنی باتوں کو وہ پسند نہیں کرتے۔ ان کے چہرے سے بچوں جیسا تجسس اور آسمانوں جیسا تقدس جھلکتا ہے ---- شرف صاحب کی عکس در عکس چمکدار آئینے جیسی شخصیت میں ایک انوکھی فقیرانہ شان ہر وقت جاگتی رہتی ہے۔ انہوں نے اب تک

ہزاروں صفحات لکھے ہوں گے۔ اب تو لفظ ان کے دوست بن گئے ہیں۔ علامہ صاحب کیلئے لکھنا پڑھنا ہی زندگی ہے۔ یہی ان کا ذریعۂ آمدنی ہے اور یہی ان کا ذریعۂ نشاط ہے اور وہ ذریعۂ نجات بھی اس کو سمجھتے ہیں۔ بخدا یہی وہ لوگ ہیں جو معاشروں کو انعام کے طور پر بخشے جاتے ہیں اور قوموں کو توقیر عطا کرتے ہیں"۔ (محمد نواز کھرل)

س: آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/ ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء کو اس جہانِ رنگ و بو میں آنکھ کھولی اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار اور بڑی نعمتوں سے سرفراز ہوا۔ لیکن افسوس کہ ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ وہی کریم توفیق عطا فرمائے تو اس کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کر سکتا ہوں۔ فقیر کی پیدائش مرزا پور ضلع ہوشیار پور، مشرقی پنجاب ہندوستان میں ہوئی۔

س: اپنے والدِ گرامی سے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں؟

ج: میرے والدِ گرامی مولوی اللہ دتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "حافظ جی" کے لقب سے مشہور تھے۔ والدین کا سایۂ شفقت بچپن ہی سے سر سے اُٹھ گیا۔ ایک علمی خانوادے کی پیکر زہد و تقویٰ بیوہ خاتون جنت بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔ شادی بھی انہوں نے کی۔ حافظ جی نے ان کے بھائی حکیم محمد حسن، چچا میاں جمیل دین اور ماموں زاد بھائی حکیم محمد سعید رحمہم اللہ تعالیٰ سے فارسی اور طب کی کتابیں پڑھیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں مقیم ہو گئے۔ جامع مسجد صدیقیہ انجن شیڈ میں خطیبِ پاکستان مولانا غلام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خادم کی حیثیت سے زندگی گزار دی۔ خطیبِ پاکستان سے کچھ صرف و نحو پڑھی اور قرآن پاک کا ترجمہ پڑھا۔ درسی تعلیم اتنی ہی تھی۔ ذاتی مطالعہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ حافظہ غضب کا تھا۔ تقریباً نصف صدی پہلے اساتذہ سے سُنی ہوئی باتیں اور مسائل از بر تھے۔ اردو پنجابی اور فارسی کے سینکڑوں اشعار نوک

زبان پر تھے۔ ان کی گفتگو بڑی موثر ہوتی تھی۔ موقع محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات، مولانا روم، شیخ سعدی، علامہ اقبال کے فارسی اشعار اور مولانا محمد حبیب اللہ نعمانی اور مولانا غلام رسول، دلپذیر کے پنجابی اشعار بلاتردد پیش کر دیتے تھے۔ سخاوت تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ راستے میں جاتے ہوئے کسی نے جوتے کا سوال کر دیا تو اُسے جوتے اتار کر دے دیئے اور خود ننگے پاؤں گھر آ جاتے سفر و حضر میں ریزگاری پاس رکھتے اور کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ عبادت و ریاضت کا پیکر تھے۔ عموماً سحری کے وقت اور بعض اوقات آدھی رات کو اُٹھ کر مسجد میں چلے جاتے اور تلاوت یا درود شریف پڑھنے میں مصروف رہتے۔ یوں بھی اکثر اوقات کچھ نہ کچھ زیر لب پڑھتے رہتے۔ ۲۵ شعبان ۱۴۰۹ھ/۲ اپریل ۱۹۸۹ء کو رحلت فرما گئے اور انجن شیڈ، لاہور کے قبرستان میں محوِ استراحت ہوئے۔

س: بچپن کے واقعات سے متعلق بھی کچھ آگاہ فرمائیں؟

ج: قیامِ پاکستان کے وقت میری عمر تین سال تھی۔ پاکستان آتے ہوئے کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، مجھے کچھ یاد نہیں۔ اتنا یاد ہے کہ برسات کا موسم تھا۔ جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔ مجھے انگلی پکڑ کر گھسیٹ رہے تھے کہ اچانک میرا پاؤں کسی گڑھے میں جا پڑا، چنانچہ مجھے گود میں اٹھا لیا گیا۔

بچپن میں مجھے بہت گہری نیند آتی تھی۔ جن دنوں میں جامعہ رضویہ فیصل آباد پڑھتا تھا ایک دفعہ مدرسہ کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ صبح کی نماز کے وقت کسی نے مجھے جگایا میں اُٹھا تو سہی لیکن بیدار نہیں ہوا۔ نیند ہی کی حالت میں جگانے والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سیڑھیاں اُترنے لگا۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی آنکھ کھل گئی اور گھبرا کر اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ کیونکہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کندھے کا سہارا لیے ہوئے تھا۔ آج بھی سوچتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ وہ کتنے کریم النفس تھے! تمام سیڑھیاں اُترے مگر ایک لفظ تک نہیں کہا۔ آج کا کوئی

عالم ہوتا تو فوراً ہاتھ جھٹک دیتا اور ڈانٹ ڈپٹ الگ پلاتا۔

جب جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخل ہوا تو مجھے مسجد خراسیاں کا مؤذن مقرر کر دیا گیا۔ حضرت استاذِ مکرم مولانا غلام رسول رضوی (شیخ الحدیث) اس مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ مولانا محمد یار سیالوی خطیب جامع مسجد اڈا کراؤن بس، صبح کی نماز شو مارکیٹ کی مسجد میں پڑھانے جاتے تو مجھے اذان کیلئے اُٹھا دیتے۔ میں نیند ہی کی حالت میں اٹھ کر وضو کرتا اور اسی حالت میں اذان دے دیتا۔ جب حی علی الفلاح پر پہنچتا تو واپس آ کر اپنی جگہ لیٹ جاتا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ کیا ہو گیا ہے؟

ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے، سکول میں پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مجھے جامعہ رضویہ، فیصل آباد شعبہ حفظ میں داخل کرایا گیا۔ حفظ کی کلاس سنی رضوی جامع مسجد میں لگتی تھی۔ پڑھانے والے حافظ صاحب کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی۔ ان کا معمول یہ تھا کہ اپنی مسند پر بیٹھے رہتے، کچھ دیر کے بعد اٹھتے اور ہر طالب علم کی پُشت پر چابک کے قلم سے پڑھائی اور یاد کرنے کا حکم نامہ خط کوفی سے نقش کر دیتے۔ اس طرزِ عمل کی وہشت دل پر اس قدر بیٹھی کہ جب ان کے پاس سُنانے کیلئے حاضر ہوتا تو "لکھیا پڑھیا بھلا رہی" کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ دو چار دن بعد ہی انہوں نے میرے برادرِ محترم کو بُلا کر کہہ دیا کہ یہ بچہ قرآن یاد نہیں کر سکتا۔ اس طرح "ڈنڈا شاہی" سے تو نجات مل گئی، لیکن یہ افسوس ہمیشہ رہا کہ کاش کوئی شفیق اُستاد مل جاتا تو مجھے بھی حفظ قرآن پاک کی سعادت مل جاتی۔

س: آپ کے کتنے بھائی ہیں اور کیا کام کرتے ہیں؟

ج: میرے تین بھائی ہیں:

بڑے بھائی مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری، جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد کے فاضل اور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ فیصل آباد میں

گھر کی مسجد میں امام ہیں۔ بڑے خوددار اور بے باک ہیں۔ اس کے ساتھ ہی صابر و شاکر بھی ہیں۔ شعر و شاعری سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ بزرگانِ دین کے حضور نذرانہ سلام پیش کرنے اور غزل میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور خوب داد سخن دیتے ہیں۔

چھوٹے بھائی احمد حسن ریلوے میں ملازم ہیں۔

اور سب سے چھوٹے فیض الحسن فرنیچر کا کام کرتے ہیں۔

س: دینی تعلیم کی طرف رجحان کیسے پیدا ہوا؟

ج: والدین کے دینی ماحول، ان کی دعاؤں اور دوسرے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے مجھے یہ سعادت ملی۔ بلاشبہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم تھا مجھے متدین والدین ملے۔ والدۂ ماجدہ صبر و رضا، شرم و حیاء اور پرہیزگاری کا پیکر تھیں۔ سخت ترین حالات میں بھی ان کی زبان سے حرف شکایت نہیں سُنا۔ پابندِ صوم و صلوٰۃ، رمضان المبارک میں پندرہ سے بیس مرتبہ ختم قرآن کرتیں۔ دریا دل اتنی کہ کیا مجال کوئی سائل خالی ہاتھ جائے۔ محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہٗ سے بیعت تھیں۔ آخری وقت بے ہوشی کے عالم میں بھی ہر سانس کے ساتھ اسمِ ذات (اللہ) کا ذکر جاری تھا، جس کی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔ ۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ/ ۷ جولائی ۱۹۸۷ء کو ان کا انتقال ہوا ہے۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

ان کے علاوہ ہمارے گھر میں ایک مقدس ہستی ماں جی جنت بی بی تھیں۔ جن کا ذکر ابتدائی سطور میں کیا جا چکا ہے۔ میں چونکہ گھر میں سب سے چھوٹا تھا، اس لئے ان کی شفقت و محبت اور دعاؤں سے خوب مستفیض ہوا۔ غالباً ۱۹۴۸ء میں مجھے ٹائیفائڈ ہو گیا۔ کبھی یوں محسوس ہوتا کہ سانپ آ رہا ہے، کبھی بلی دیوار سے اترتی ہوئی دکھائی دیتی۔ ماں جی بڑی بے چین اور مضطرب رہتیں۔ اکثر

اوقات صحت کیلئے دعائیں کرتیں۔ یہاں تک کہ!

''یا اللہ! اسے صحت عطا فرما اور میری زندگی بھی اسے عطا فرما دے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کے طفیل مجھے صحت عطا فرما دی لیکن وہ ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء میں رحلت فرما گئیں۔ میرا نام بھی انہوں نے ہی رکھا تھا۔

مولانا محمد حبیب اللہ نعمانی مؤلف ''تفسیر نعمانی'' (پنجابی منظور) کے والد صاحب کے ساتھ گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ مرزا پور تشریف لاتے تو ہمارے ہاں کئی کئی دن قیام کرتے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے انہوں نے برادرم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہٗ کے نام مکتوب ارسال کیا اور اس کے آخر میں لکھا:

''مولوی عبدالحکیم صاحب کو پیار اور دیدہ بوسی''

آج بھی سوچتا ہوں تو تعجب بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ ان کی دُور رس نگاہوں نے دو سال کے بچے میں کیا چیز دیکھی تھی کہ اُسے ''مولوی'' اور ''صاحب'' کے لفظوں سے یاد کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد انجن شیڈ، لاہور میں قیام تھا۔ خطیب پاکستان مولانا غلام الدین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بدائع منظوم کے چند اسباق پڑھے۔ وہ از راہِ شفقت و محبت مجھے ''علامہ'' اور ''فاضل لاہوری'' کہا کرتے تھے۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کو ''فاضل لاہوری'' بھی کہا جاتا ہے۔ میرا بھی وہی نام ہے اس لئے خطیب پاکستان نیک فال کے طور پر مجھے بھی ''فاضل لاہوری'' کہا کرتے تھے۔ اگرچہ فاضل سیالکوٹی سے میری نسبت وہی ہے جو ذرے کو آفتاب سے ہے۔ تاہم آج جو کچھ بھی ہوں۔ اس میں خطیب پاکستان کی دعاؤں کا بھی اثر ہے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم، والدین اور بزرگوں کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کی برکت سے مجھے علم دین کا طالب بننے کی توفیق ہوئی۔ اس سعادت کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔

میں نے "تذکرہ اکابر اہلسنت" کا انتساب والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نام کیا تھا اس وقت

[حیات] تھے۔ انتساب کے کلمات ملاحظہ ہوں:

"فقیر اپنی اس ناچیز کوشش کو بصد ادب و نیاز والد گرامی مولانا اللہ دتا صاحب مدظلہٗ العالی کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ جن کی دین داری اور نیک نفسی مجھے اکابر اہل سنت و جماعت (کثرہم اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں لے آئی، ورنہ نہ معلوم کہاں کہاں ٹھوکریں کھانا پڑتیں"۔

لگے ہاتھوں ایک اور واقعہ بھی سن لیں۔ جن دنوں میں جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں بسلسلہ تعلیم [اپ]نے برادر محترم کے ساتھ رہتا تھا۔ ہمارے ساتھ چک جھمرہ کے مولانا رحمت اللہ رہا کرتے تھے۔ [ا]ن کی زبان میں کسی قدر لکنت تھی، لیکن تھے بہت ذہین۔ ایک دن برادر محترم سے کہنے لگے:

"اگر یہ محنت کر کے پڑھے تو اپنے خاندان کا نام روشن کر سکتا ہے"۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مختلف حضرات اپنی فراست کی بنا پر اچھے تاثرات کا اظہار کرتے [رہ]تے ہیں۔ بعد میں مولانا رحمت اللہ کچھ عرصہ جامعہ نعیمیہ، لاہور رہے۔ پھر ایک حادثہ میں عین عالمِ [شب]اب میں شہید ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علی رحمۃ اللہ الشہید۔

[س]: آپ نے بچپن میں بڑا ہو کر کیا بننے کا سوچا تھا؟

[ج]: یہی کہ بندۂ مومن بنوں گا، مدرس بنوں گا، خادمِ دین بنوں گا اور تصنیف و اشاعت کے [ذ]ریعے مسلکِ اہلِ سنت کی خدمت کروں گا۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ ان ہی مقاصد کیلئے آج بھی مصروف [ک]وشش ہوں۔

[س]: تعلیمی مراحل کہاں کہاں اور کیسے طے کیے؟

[ج]: انجمن شیڈ، لاہور کے پرائمری سکول میں پانچ جماعت پاس کر کے شوال ۱۳۷۴ھ/

۱۹۵۵ء کو جامع رضویہ، فیصل آباد میں داخل ہوا۔ مولانا سید منصور شاہ، مولانا حافظ احسان الحق، مولانا حاجی محمد حنیف، مولانا محمد عبداللہ جھنگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور مولانا حاجی محمد امین مدظلہ العالی مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد سے فارسی، صرف ونحو اور ادب کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ حضرت پیر طریقت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر مدظلہ العالی، فیصل آباد کے ساتھ شریک درس رہا۔ دورانِ سال حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی کو اپنے ساتھ سیال شریف لے گئے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ/۲ جنوری ۱۹۵۷ء کو میں نے بھی جا کر دار العلوم شمس الاسلام، سیال شریف میں داخلہ لے لیا۔ اور صوفی حامد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ''نحو میر'' پڑھی۔ بعد میں انہوں نے لیہ میں اپنا مدرسہ قائم کر لیا۔ اڑھائی مہینے کے بعد تعلیمی سال ختم ہوا تو میں واپس آ گیا۔

ماہ شوال ۱۳۷۶ھ/مئی ۱۹۵۷ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور میں داخلہ لیا۔

یہاں مولانا شمس الزماں قادری، مولانا غلام مصطفیٰ (سمندری)، مولانا حافظ محمد ایوب ہزاروی، مولانا نوری محمد قادری (واربرٹن) سے درسِ نظامی کی ابتدائی اور متوسط کتابیں پڑھیں مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، حال ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ سے ''کافیہ'' اور ''شرح تہذیب'' پڑھی۔ مفتی صاحب بڑی محنت سے پڑھاتے تھے اور سنتے بھی تھے۔ اکثر و بیشتر کتابیں حضرت مولانا غلام رسول رضوی، شیخ الحدیث سے پڑھیں جو اس وقت جامعہ کے مہتمم بھی تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کی شفقت و محبت ناقابل فراموش ہے۔ ایک دفعہ غالباً ملا حسن کی عبارت پڑھ رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا:

''بس کرو! مجھے پتہ ہے کہ تمہیں عبارت آتی ہے''۔

ان کے اس قسم کے کلمات طلباء کو خود اعتمادی کی دولت سے سرشار کر جاتے تھے۔ ان ہی دنوں

وار برٹن سے مولانا نور محمد قادری بحیثیت مدرس جامعہ میں تشریف لائے۔ ان کے پاس میرا سبق "شرح جامی" کا شروع ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث نے مجھے مطالعہ کرنے کیلئے "سوال یا سوالی" کا ذاتی نسخہ عنایت فرمایا۔ "سوال یا سوالی" میں سوال و جواب کا طویل سلسلہ ملتا ہے۔ میں رات کو مطالعہ کرتا اور صبح اُستاد صاحب کے سامنے یکے بعد دیگرے کئی کئی سوالات پیش کر دیتا۔ ایک دو دن تو انہوں نے جوابات دیے۔ تیسرے دن انہوں نے کہا کہ تم کونسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہو؟ میں نے "سوال یا سوالی" کا نام بتایا تو انہوں نے فرمایا:

"میرے پاس "یا سوالی" کے سوالات کا جواب نہیں ہے"۔

میں نے اسی دن سبق موقوف کر دیا---- چند دن کے بعد استاد صاحب چلے گئے اور "شرح جامی" کا سبق حضرت شیخ الحدیث کے پاس آ گیا، لیکن میں بھی اس میں شریک نہیں ہوا میرے سر میں یہ سودا سما گیا کہ "شرح جامی" مجھے آتی ہے۔ مجھے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس خوش فہمی کو اس وقت اور تقویت ملتی جب "جامی" پڑھنے والے ساتھی مجھ سے کوئی مقام سمجھتے۔

میں اسی اندھیرے پر قناعت کیے رہتا، اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے شامل حال نہ ہوتی۔ ہوا یوں کہ ایک حادثے نے مجھے دار العلوم مظہریہ امدادیہ، بندیال حضرت ملک المدرسین مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اس سلسلے میں شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی کی راہنمائی کا بڑا دخل تھا۔ غالباً ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء کا واقعہ ہے، بندیال پہنچا تو استاد صاحب نے فرمایا:

"شرح جامی"، "مختصر المعانی" اور "تکملہ عبد الغفور" میں شریک ہو جاؤ"۔

میرے لئے یہ شاہی حکم بڑی الجھن کا باعث بنا۔ لاہور میں جو سات اسباق پڑھتا تھا، ان میں سے ایک بھی شروع نہ تھا، میں نے عرض کیا:

''مختصر المعانی تو میں پڑھ چکا ہوں''۔

استاد صاحب نے فرمایا:

''تم نے ''مختصر المعانی'' نہیں پڑھی، وہی پڑھو''۔

''شرح جامی'' کے بارے کچھ عرض نہیں کیا کہ اس کے پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

دوسری اُلجھن یہ تھی کہ لاہور میں اساتذہ اردو میں پڑھاتے تھے، جبکہ حضرت ملک المدرسین سرگودھا کی ٹھیٹھ پنجابی میں پڑھاتے تھے۔ ممکن تھا کہ میں واپس آ جاتا لیکن حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی نے میری بڑی دلجوئی کی۔ مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی طرح اپنے ساتھ رکھا کھانا ساتھ کھلاتے۔ ''شرح جامی'' کا جو حصہ پڑھا جا چکا تھا، وہ میں نے خود مطالعہ کر کے اُنہیں سُنایا۔

چند اسباق پڑھنے کے بعد ہی طبیعت مطمئن ہو گئی اور مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ میں نے پہلے ''مختصر المعانی'' واقعی نہیں پڑھی تھی۔ ''شرح جامی'' اور ''تکملہ عبد الغفور'' اور ان کے علاوہ بہت سی کتابیں پڑھیں۔ کئی سال وہاں پڑھنے کے بعد جب واپس لاہور آیا تو میرا تاثر تھا کہ بندیال میں کچھ حاصل ہوا یا نہیں، تاہم اپنی جہالت کا صحیح معنوں میں انکشاف ہو گیا۔

ان ہی دنوں فیصل آباد میں شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے دریافت فرمایا:

''کہاں پڑھتے ہو؟''---عرض کیا! ''بندیال'' پھر فرمایا---کیا پڑھتے ہو؟'' عرض کیا ''مختصر المعانی''، ''تکملہ'' اور ''شرح جامی''---تو فرمایا:

''بندۂ خدا! منطق کے گھر میں رہ کر منطق کا کوئی سبق نہیں پڑھتے!''

بندیال شریف میں درسِ نظامی کی اہم ترین کثیر التعداد کتابیں پڑھیں۔

س: آپ اساتذہ سے متعلق بھی کچھ بتائیں!؟

ج: گذشتہ سطور میں اساتذہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ البتہ ایک واقعہ کا تذکرہ ضروری ہے۔
۱۹۶۳ء میں استاذ گرامی ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ حج وزیارت کیلئے گئے تو میں نے سوچا کہ اس فرصت میں عربی ادب کی کچھ کتابیں پڑھ لوں۔ کیونکہ حضرت استاد صاحب عربی ادب پر کامل عبور رکھنے کے باوجود ادب کی کتابیں نہیں پڑھاتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ درس نظامی میں ادب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ سننے میں آیا تھا کہ جامعہ فتحیہ، اچھرہ میں ایک استاد ہیں جو عربی ادب اچھا پڑھاتے ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ ان سے کچھ پڑھ لیا جائے۔ ان ہی دنوں حضرت مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ (واں بھچراں) سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

"تم دیوبندی مدرس کے پاس کیوں پڑھنا چاہتے ہو؟ کیا سُنّی استاد نہیں ملتے؟ میں نے ابتدا میں کچھ دیوبندی اساتذہ سے پڑھا تھا، لیکن وہ سب مر چکے ہیں۔ جن لوگوں کے دل میں رسول اکرم ﷺ کی محبت و تعظیم نہیں ہے، ہمیں ان کی تعظیم کرنے اور انہیں استاد بنانے کی کیا ضرورت ہے"۔

اس کے باوجود میں جامعہ فتحیہ، اچھرہ پہنچ گیا۔ حُسنِ اتفاق کہ وہ مدرّس رخصت پر تھے۔ طلباء نے بتایا کہ اُستاد صاحب کے پاس چھ سات اسباق ہیں، اس لئے وہ اچھی طرح نہیں پڑھاتے، تم جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لے لو۔ چنانچہ میں واپس آ گیا اور دیوبندیوں کا شاگرد بننے سے بال بال بچ گیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ کے یاد فرمانے پر سیال شریف حاضر ہو گیا۔ اور اُن سے "شرح وقایہ"، "مسلم الثبوت" اور "سراجی" کے کچھ اسباق پڑھے "سراجی" کا ایک باب ہے "مناسخہ" میں نے سن رکھا تھا کہ یہ مشکل ترین باب ہے۔ جب اس باب پر پہنچا تو مطالعہ سے یہ باب حل ہو گیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے کہہ دیا کہ اس سے آگے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بحمدہ تعالیٰ بعد میں کئی دفعہ "سراجی" پڑھانے کا اتفاق ہوا اور اندازہ ہوا کہ کتاب کا اگلا حصہ بہت مشکل ہے۔

تاہم استادِ گرامی ملک المدرسین کی دعا کی برکت سے کوئی ایسا مقام نہ آیا جو حل نہ ہو سکا ہو۔

س: اساتذہ میں سب سے زیادہ کس سے متاثر ہیں؟

ج: ملک المدرسین استاذ الاساتذہ مولانا علامہ الحاج عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہٗ العالی سے۔ سب سے زیادہ درسِ نظامی کی کتابیں ان ہی سے پڑھیں۔ ان کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ ہر سبق باقاعدہ تیاری اور مطالعہ کے بعد پڑھاتے تھے۔ آسان سے آسان کتاب بھی بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھاتے تھے۔ ایک رات ایسا بھی ہوا کہ استاد صاحب نے "ہدایہ اخرین" کا مطالعہ شروع کیا ان کے ساتھ ہی میں نے بھی اسی کتاب کا مطالعہ شروع کیا میں مطالعہ سے فارغ ہو کر سونے کیلئے چلا گیا اور دیکھا کہ استاد صاحب ابھی مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان کے سمجھانے کا انداز اتنا بھرپور ہوتا تھا کہ غبی سے غبی طالب علم کے ذہن میں بھی زیرِ درس سبق نقش کر دیتے تھے۔ پڑھانے کے بعد اسی وقت طالب علم سے سنتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نے سمجھا بھی ہے یا نہیں؟ سب سے بڑی بات بلکہ ان کی کرامت یہ تھی کہ طلباء میں علم کا شوق عشق تک پہنچ جاتا تھا۔ کیا مجال کہ کوئی طالب علم پیشگی تیاری اور مطالعہ کے بغیر ان کے درس میں شریک ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان کا کوئی رواج نہ تھا۔ نہ ہی سند دی جاتی اور نہ ہی دستار بندی کا اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت استاد صاحب استاد گر ہیں۔ انہوں نے پچاس سے زیادہ مدرّسین اہلِ سنت و جماعت کو دیئے ہیں۔ ملک کے کسی گوشے میں واقعہ دارالعلوم میں مدرّس کی ضرورت ہو، ان کے نزدیک کسی بھی فاضل کیلئے سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ بندیال کا پڑھا ہوا ہے۔ جامعہ امدادیہ مظہریہ، بندیال کا نام مدارس کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

حضرت صاحب نے تلامذہ کی عقیدت و محبت کا یہ عالم ہے کہ جب وہ نام لیے بغیر "اُستاد صاحب" کہتے ہیں تو اس سے مُراد آپ ہی کی ذات اقدس ہوتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ

کی ذات استاد علی الاطلاق ہے۔ چونکہ آپ کے ہاں دستار بندی نہیں ہوتی تھی، اس لئے وہاں فارغ التحصیل ہونے کا تصور بھی عام روایت سے جدا گانہ تھا۔ جب کوئی طالب علم اپنے ظرف کے مطابق اکتساب فیض کر لیتا تو رخصت ہو جاتا۔ میں نے بھی ایسے ہی کیا۔

۱۹۶۵ء میں جامعہ نعیمیہ، لاہور میں بحیثیت مدرّس مقرر رہا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی بھی اسی جامعہ میں پڑھا رہے تھے۔ دوران سال علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا بندیال سے مکتوب موصول ہوا کہ استاد صاحب نے ایک دن گفتگو کے دوران فرمایا:

"تدریس سے تو بہتر تھا کہ وہ جامعہ اسلامیہ، بہاولپور میں چلا جاتا، جہاں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث ہیں"۔

استاد صاحب کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ میں بلا تامل بہاولپور چلا گیا اور انٹرویو میں شریک ہوا۔ انٹرویو دینے کیلئے جامعہ اسلامیہ کے پانچ اساتذہ کے بورڈ کے سامنے حاضر ہوا۔ سامنے حامد حسن بلگرامی، رئیس الجامعہ، دائیں جانب علامہ کاظمی صاحب اور بائیں جانب شمس الحق افغانی بیٹھے ہوئے تھے۔ دو اساتذہ ان کے علاوہ تھے۔ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کوئی سوال نہیں پوچھا۔ "بخاری شریف" کھولی تو سامنے باب تھا "باب التکبیر الی الصلوٰۃ"۔ عبارت پڑھی تو افغانی صاحب نے سوال کیا:

"ترجمۃ الباب (عنوان) اور حدیث میں کیا مناسبت ہے؟"

"بخاری شریف" میں عموماً یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں انہوں نے سوال کیا، اتنی دیر میں راقم حاشیہ دیکھ چکا تھا چنانچہ بڑی آسانی کے ساتھ جواب دے دیا۔ پھر "شرح عقائد" کھولی گئی۔ مقام تھا "والصانع للعالم ہو اللہ الواجب القدیم"۔ اس پر جو سوال کیا گیا اس کا جواب مزید آسان ثابت ہوا کیونکہ میں "شرح عقائد" کا حاشیہ فاضل خیالی" حضرت ملک

المدرسین سے پڑھ چکا تھا۔ پھر پوچھا گیا کہ "ہدایہ اخیرین" پڑھی ہے؟ اثبات میں جواب دینے پر کہا گیا کہ اتنا ہی کافی ہے۔ الحمدللہ! انٹرویو کے دوران ذرا پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت ملک المدرسین کا فیض سر پر سایہ فگن تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت غزالی زماں میری دائیں جانب تشریف فرما تھے۔ بلگرامی صاحب نے کہا کہ ایک میری تخصص میں داخلہ لے کر انگریزی پڑھو، پھر دو سال کیلئے تخصص فی الحدیث میں داخلہ ملے گا۔ میں نے کہا کہ اتنا تو میرے پاس وقت نہیں ہے۔

انٹرویو کے کمرے سے باہر آیا تو حضرت غزالی زماں بھی تشریف لائے اور فرمانے لگے "مولانا کو تو خواب میں بھی انٹرویو دینا پڑے تو دے دیں گے"۔

پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

"آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے آپ داخلہ لے لیں۔ پھر لاہور جا کر مشورہ کر لیں۔ اگر مرضی ہو تو آجائیں ورنہ معذرت کر دیں"۔

افسوس کہ واپسی پر یہی فیصلہ ہوا کہ معذرت کر دی جائے۔ چند دنوں بعد پاک بھارت جنگ چھڑ گئی۔

بات ہو رہی تھی حضرت ملک المدرسین مدظلہٗ کی عقیدت و محبت کی۔ اسی سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی سُن لیں۔ ۱۹۶۷ء میں فقیر جامعہ نظامیہ رضویہ میں فرائض تدریس انجام دے رہا تھا۔ یہ میرا جامعہ میں دوسرا سال تھا۔ حضرت استاد صاحب کا مکتوب گرامی موصول ہوا کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ایک مدرّس طلب کیا ہے، تم وہاں چلے جاؤ۔ سرتابی کی مجال نہ تھی۔ شعبان میں سالانہ چھٹیاں ہوتے ہی میں بھیرہ چلا گیا۔ میرے ذمہ جو اسباق لگائے گئے وہ تھے "توضیح تلویح"، "ہدایہ" جلد ثالث اور "امور عامہ"۔ "توضیح تلویح" میں نے پڑھی ہی نہ تھی۔ "امور

عامہ" پڑھی تو تھی لیکن درس نظامی کی کتابوں میں جو مجھے سب سے مشکل کتاب معلوم ہوئی وہ یہی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے پاس جو کتاب تھی، اس پر علامہ فضل حق رامپوری کے حواشی تھے۔ انہوں نے اکثر و بیشتر کتاب کو حل کرنے کی بجائے میر زاہد پر اعتراضات وارد کیے تھے۔ اس کتاب پر حضرت ملک المدرسین کی تقاریر میں نے لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ لاہور میں تھیں۔ پھر لطف کی بات یہ کہ طلبہ مجھ سے قد و قامت اور عمر میں بڑے تھے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ! کہ مجھے کوئی تشویش نہ تھی۔ یہ خود اعتمادی حضرت ملک المدرسین کے جوتے سیدھے کرنے کا صدقہ تھی۔

بھیرہ سے میں نے حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کو عریضہ ارسال کیا کہ میں حضرت استاد صاحب کے حکم پر بھیرہ شریف میں تدریسی ذمہ داری ادا کرنا چاہتا ہوں، لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ اِدھر دو دفعہ حضرت استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر لاہور جانے کی اجازت طلب کی، لیکن وہ رضا مند نہ ہوئے۔ رمضان شریف کے بعد مفتی صاحب مجھے ساتھ لے کر حضرت استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اجازت دے دی۔ اس طرح میں پھر جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور آ گیا۔

اِس طویل گفتگو سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت استاد صاحب سے ہم لوگوں کی عقیدت کا کیا عالم ہے؟ اِس جگہ یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت استاد صاحب ہمارا قومی سرمایہ ہیں۔ دُنیائے سُنیت کے عظیم محسن ہیں۔ تقریباً نصف صدی تک درسِ نظامی کی معقولات و منقولات کی دقیق ترین کُتب کی تدریس کا جاں گسل فریضہ انجام دیتے رہے، اور وہ بھی اس امتیازی شان کے ساتھ کہ آج تو کجا اُن کے معاصرین میں بھی ان کے پائے کا کوئی مدرس نہیں تھا۔ انہوں نے پچاس سے زیادہ قابل مدرسین اہلِ سنت کو تیار کر کے دیئے۔ طویل عرصہ تک جمعیت العلماء پاکستان سے وابستہ رہے۔ آج وہ بستر علالت پر دراز ہیں تو تمام اہلِ سُنت اور خاص طور پر

اُن کے تلامذہ کا فرض بنتا ہے کہ ان کے علاج معالجے کا انتظام کریں۔

س: اپنے زمانہ طالب علمی اور آج کے دینی مدارس کے ماحول میں کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

ج: اُس زمانے میں طلبہ میں تحصیل علم کا شوق و ذوق بہت پایا جاتا تھا اساتذہ کا احترام بھی حددرجہ پایا جاتا تھا۔ جس کی مختصر جھلک گذشتہ سطور میں پیش کی جا چکی ہے۔ آج نہ وہ ذوق و شوق ہے اور نہ ہی اساتذہ سے وہ عقیدت و محبت ہے۔ اکبر الہٰ آبادی نے کہا تھا کہ پہلے زمانے میں طالب علم کا خیال ہوتا تھا کہ اُستاد کو دِل پیش کیجئے اور آج کا شاگرد اُستاد کو کہتا ہے کہ بل پیش کیجئے!

میری رائے میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ

- دین اور علم کا درد رکھنے والے وہ اساتذہ نہیں رہے۔
- دوسرے نمبر پر معاشرے میں لادینی اثرات کی یلغار ہے۔ جب دین کی قدرومنزلت ہی کم ہو جائے گی تو اِس طرف آنے والوں کی حوصلہ افزائی کون کرے گا؟
- تیسرے نمبر پر معاشی مسئلہ ہے گزشتہ سالوں کا یہ مشاہدہ ہے کہ دس پندرہ سال سے دینی مدارس میں پڑھانے والے سکول ٹیچر بنتے گئے۔

س: تصنیف و تالیف کے شعبے میں کیسے آئے

ج: جن دنوں جامعہ امدادیہ مظہریہ، بندیال میں پڑھتا تھا تو ایک دفعہ بندیال کے مشرق میں واقع دیوبندیوں کی مسجد میں جلسہ ہُوا۔ جس میں ضیاء القاسمی نے تقریر کی۔ تقریر کیا تھی بریلیوں کے خلاف آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ جامعہ امدادیہ مظہریہ میں صاف آواز سُنائی دے رہی تھی۔

وہ کہہ رہے تھے:

''علماء دیوبند نے تعلیمی، تبلیغی، تعمیری اور تصنیفی میدان میں فلاں فلاں کارنامے انجام دیئے (لمبی چوڑی تفصیل کے ساتھ)۔ میں بریلویوں سے پوچھتا ہوں کہ تم نے

علمائے دیوبند کی تکفیر کے علاوہ کیا کام کیا؟"

یہ ایک شدید ضرب تھی جس کی چوٹ کو میں نے دل کی گہرائی سے محسوس کیا اور تہیہ کیا کہ تصنیف اور اشاعت کے میدان میں جو کچھ ہو سکا ضرور کروں گا۔ سب سے پہلے ۱۹۶۸ء میں "حمد اللہ" شرح مسلّم پر مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (امام احمد رضا بریلوی کے محب خاص) کا حاشیہ جو زمانہ طالب علمی میں راقم نے نقل کیا ہوا تھا، کتابت کروا کر مکتبہ رضویہ، لاہور سے شائع کیا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ بندیال کے طلبہ میں حضرت استاد صاحب کی تقریریات لکھنے کا رواج تھا۔ یہاں تک کہ طلبہ کی کوشش ہوتی تھی کہ جو الفاظ استاد صاحب نے کہے ہیں، وہی محفوظ کیے جائیں۔ کیونکہ اُستاد صاحب کا انداز بیان اتنا اچھوتا ہوتا تھا کہ شروح اور حواشی میں نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اُستاد صاحب کی تقریریات قلمبند کیں۔ کچھ عربی میں کچھ فارسی میں اور کچھ اردو میں۔ بحمدہ تعالیٰ وہی مشق بعد میں کام آتی رہی۔

س: پہلی تحریر کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی؟

ج: غالباً سب سے پہلے تو میں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ "الحجۃ الفائحۃ" کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ جو جمعیت علماء سرحد، پاکستان کی طرف سے شائع ہوا۔ باقاعدہ پہلی کتاب "یادِ اعلیٰ حضرت" لکھی جو ۱۹۷۰ء میں ہری پور سے جمعیت علماء سرحد کی طرف سے شائع ہوئی اور الحمدللہ! آج بھی دستیاب ہے۔ پہلا مضمون "ترجمان اہلِ سنت" کراچی میں شائع ہوا۔

س: اب تک کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

ج: تین درجن چھپ چکی ہیں۔ کچھ عربی اور فارسی میں ہیں اور زیادہ تر اردو میں ہیں۔ ان میں سے "تذکرہ اکابر اہلِ سنت، پاکستان"۔ "البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" اور "من عقائد اہل السنۃ" کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ کتابیں ہندوستان میں بھی چھپ چکی ہیں۔

س: تعلیم و تدریس اور دیگر مصروفیات میں سے لکھنے کا وقت کیسے نکال لیتے ہیں؟

ج: احساسِ ذمہ داری، سچی لگن اور عزمِ صمیم ہو تو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔ درس و تدریس، احباب کی ملاقات، آنے والے خطوط کے جوابات، مکتبۂ قادریہ کی مصروفیات اور خطابت کے باوجود اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ چند سطریں ہی سہی کچھ نہ کچھ لکھ لیتا ہوں۔ جامعہ ازہر شریف مصر کے استاد جناب سید حازم نے امام احمد رضا بریلوی کا عربی کلام ''بساتین الغفران'' کے نام سے جمع کیا ہے جو تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہوگا۔ وہ جاتے ہوئے میرے سپرد کر گئے ہیں۔ ان دنوں پروف ریڈنگ کر رہا ہوں۔

علامہ غلام رسول سعیدی شارح ''مسلم شریف''۔ ''تذکرہ اکابرِ اہلسنت'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''مولانا اپنی مصروفیات کے باعث بچوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتے۔ اور اہل و عیال کے حقوق کا بیشتر حصہ مسلک کی خدمت کی نذر ہو جاتا ہے''۔ (صفحہ ۱۹)

اللہ تعالیٰ میری اس کوتاہی کو معاف فرمائے اور میرے اہل و عیال کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ ان کی امداد میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

س: آپ کے کتنے بیٹے ہیں اور وہ کیا کر رہے ہیں؟

ج: میری شادی ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے۔

- بڑے بیٹے ممتاز احمد سدیدی نے پہلے درس نظامی پڑھ کر تنظیم المدارس کی طرف سے ''شہادۃ عالمیہ'' کا امتحان دیا اور پورے ملک میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ پھر انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد سے ایم۔ اے عربی کیا۔ اور اب جامعہ ازہر شریف، مصر میں داخلہ لے کر

معروف تعلیم ہیں۔ وہ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں۔

- دوسرے بیٹے مشتاق احمد قادری دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف میں پڑھ رہے ہیں۔
- اور تیسرے بیٹے حافظ قاری نثار احمد قادری ہیں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں علم و عرفان عطا فرمائے اور اخلاص واحسان کے مقام پر فائز فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

س: آپ کہاں بیعت ہیں؟

ج: ۷ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ/ ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو راقم مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوا۔ امام احمد رضا بریلوی کے پرپوتے مولانا ریحان رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت واجازت عنایت فرمائی۔

س: حضرت سید ابوالبرکات کے آپ شاگرد بھی رہے ہیں۔ ان سے متعلق آپ کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟

ج: مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری قدس سرہٗ العزیز امام اہلِ سنت تھے۔ ان کا فتویٰ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ پاک و ہند کے اہلِ سنت دُنیا کے جس ملک میں بھی آباد تھے، اُن کیلئے سند کا درجہ رکھتا تھا۔ انہوں نے دو سال بریلی شریف میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے افتاء کا طریقہ سیکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے فتاویٰ میں امام احمد رضا بریوی کے اندازِ افتاء کی واضح جھلک تھی۔ غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہٗ اور اس سطح کے اکابر علماء آپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ مخالفین آپ کے علمی جلال اور تصلب سے مرعوب رہتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کیلئے آپ کی شخصیت ابرِ رحمت کی حیثیت رکھتی تھی۔ فضیلتِ جبرائیل امین علیہ السلام کے بارے میں جب

۱۹۷۰ء میں علماء اہل سنت میں اختلاف کی خلیج خاصی وسیع ہوگئی تو حضرت نے فریقین کو یکجا کر کے ان میں مصالحت کرادی۔ اسی طرح جمعیت العلماء پاکستان کے دو دھڑوں میں آپ ہی کی کوشش سے اختلاف ختم ہوا۔ یہ آپ ہی کا کام تھا۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان کو امام احمد رضا بریلوی سے اجازت و خلافت حاصل تھی سید صاحب سے بیعت ہونے کی بڑی وجہ یہی تھی۔ اس کے علاوہ ان کا علم و فضل تقویٰ صاف سیاسی بھی پیش نظر تھے۔ راقم نے علامہ نبہانی کے رسالہ مبارکہ "الشرف المؤبد" کے ترجمہ "برکات آل رسول" کا انتساب ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں آپ ہی کے نام کیا تھا۔

س: جامعہ نظامیہ رضویہ سے کب سے وابستہ ہیں؟

ج: جامعہ نظامیہ رضویہ سے میری وابستگی بہت طویل ہے۔ مئی ۱۹۵۷ء سے اکتوبر ۱۹۶۱ء تک بحیثیت طالب علم اس مدرسہ میں رہا۔ فراغت کے بعد جنوری ۱۹۶۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۶۷-۱۹۶۶ء دو سال جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مدرس رہا۔ ۱۹۶۷ء میں مکتبہ رضویہ، انجمن شیڈ، لاہور قائم کیا۔ جس کی طرف سے "حاشیہ احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ" کے علاوہ چھوٹی چھوٹی متعدد کتابیں شائع کیں۔

حضرت صاحبزادہ محمد طیب الرحمٰن چھوہروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصرار پر یکم جنوری ۱۹۶۸ء کو جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ چلا گیا۔ جہاں مجھے صدر مدرس اور مفتی مقرر کیا گیا۔ ایک مسجد میں جمعہ پڑھانا، رات کو درس قرآن دینا میرے ذمہ لگا دیا گیا۔ وہاں میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی سرپرستی میں جمعیت علماء سرحد، پاکستان قائم کی۔ اور اس کی طرف سے آٹھ دس رسائل شائع کیے۔ اس جمعیت کی طرف سے غالباً ۱۹۷۱ء میں پہلی دفعہ "یوم رضا" منایا گیا۔ خطاب کیلئے حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ العالی کو دعوت دی گئی۔ انہیں دعوت دیتے ہوئے عرض کیا گیا

کہ کسی رائج الوقت خطیب کو اس لئے وقت نہیں دیں کہ ان کی خدمت کرنے کی ہم میں استطاعت نہیں ہے۔ مفتی صاحب اور علامہ غلام رسول سعیدی شارح "مسلم شریف" ہری پور تشریف لے گئے "یومِ رضا" کے جلسے میں خطاب کیا۔ رخصت کے وقت مفتی صاحب کی خدمت میں ساٹھ روپے اور علامہ سعیدی صاحب کو تیس روپے لفافے میں ڈال کر پیش کئے۔ مفتی صاحب نے روپے نکال کر گنے اور فرمایا:

"ہمارے آنے اور جانے کا کرایہ ساٹھ روپے ہے، یہ تیس روپے واپس لے لو"۔

یہ بھی فرمایا:

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے کتنی مشکل سے "یومِ رضا" کا اہتمام کیا ہے"۔

آج بھی جب اس واقعہ کا خیال آتا ہے تو میری جبینِ نیاز اُن کے اِخلاص اور لِلّہیت کے سامنے بہرِ سلام جھک جاتی ہے۔

بلاشبہ اس معاملے میں اُن کا کردار علمائے دین کیلئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لاہور میں جہاں خطاب کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے تو کرایہ بھی اپنی جیب سے خرچ کرتے تھے۔

گرمیوں کے موسم میں سکولوں میں چھٹیاں ہوئیں تو محکمہ تعلیم نے سکول ماسٹروں کو پابند کیا کہ چھٹیوں میں دینی مدارس میں جا کر قرآن پاک پڑھیں۔ انہیں دو گھنٹے پڑھانے کیلئے مجھے بھی مامور کیا گیا۔ کام کا دباؤ اتنا بڑھا کہ میں بیمار ہو گیا۔ بیماری اتنی شدید تھی کہ ایک خط پڑھنے کی سکت بھی نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ محمد طیب الرحمٰن چھوہردی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، انہوں نے دو ماہ تک میرا علاج کیا۔ دوا اور خوراک کا تمام خرچ اپنے پاس سے کیا، اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ میں صحت یاب ہو گیا۔ ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور کے سالانہ اجلاس میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صدر آزاد کشمیر سردار محمد عبد القیوم خاں کو

دعوت دی گئی۔ مجھے کہا گیا کہ تم سردار صاحب کو سپاسنامہ پیش کرو۔ میرے ذہن میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعر آیا۔

کروں مدح اہلِ دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

میں نے معذرت کر دی اور پیش کش کی کہ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کردوں گا سپاسنامہ لکھا اور چھپوایا بھی، لیکن حضرت کسی مجبوری کی بناء پر تشریف نہ لا سکے۔

چار سال ہری پور ایسے پُر فضا مقام میں رہنے کے بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال آ گیا۔ وہاں تدریس اور خطابت کے علاوہ ''جماعتِ اہلِ سنت، چکوال'' قائم کی۔ اس کی طرف سے چکوال میں پہلی مرتبہ ''یومِ رضا'' منایا۔ بعض احباب اہلِ سنت کے منع کرنے کے باوجود حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور جلسہ ''یومِ رضا'' میں خطاب فرمایا۔ جماعت کی طرف سے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دو رسالے ''رادالقحط والوباء'' اور ''غایۃ التحقیق'' شائع کیے۔

ماہ شوال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں پھر جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور آ گیا۔ جہاں مجھے صدر مدرس بنا دیا گیا اس کے ساتھ ہی دورہ حدیث کا آغاز ہوا تو مجھے صحاح ستہ میں سے ''ابو داؤد شریف'' پڑھانے کی سعادت ملی۔ پانچ سال بعد ''مسلم شریف'' پڑھانے کا موقع ملا۔ پھر پانچ سال کے بعد ''بخاری شریف'' پڑھانے کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ ''ابنِ ماجہ شریف'' اور ''موطا امام محمد'' پڑھانے کا موقع ملا۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مجموعی طور پر مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ میں پڑھاتے ہوئے پچیس سال ہو گئے ہیں۔ مسلسل تدریس کا عرصہ ۲۳ سال ہے۔ اتنا ہی عرصہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تبلیغ فرمانے کا دورانیہ ہے۔ فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین۔

۱۹۷۴ء میں مکتبہ قادریہ قائم کیا۔ جس کی طرف سے پچاس سے زیادہ عربی، فارسی اور اردو میں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں پہلی مرتبہ حج وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ دوسری مرتبہ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء میں والدِ ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج وزیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس سال حجِ اکبری تھا۔ ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء کو علماء کے ایک وفد کے ہمراہ جلال آباد، افغانستان جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۸ اپریل کو واپسی ہوئی۔ ۲۵ اگست ۱۹۹۲ء کو ایک وفد امامِ ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ العزیز کے عرس مبارک کے موقع پر سرہند شریف حاضری میسر ہوئی۔ جہاں سے واپسی ۳۰ اگست کو ہوئی۔

راقم جامع مسجد عمر روڈ، اسلام پورہ، لاہور میں ۱۹۷۴ء سے خطیب ہے۔ اس دوران دو سال تک سُنّی رائٹرز گلڈ کا صدر رہا۔ ایک عرصہ تک مجلسِ رضا، لاہور کے ساتھ علمی اور قلمی تعاون کرتا رہا۔

جب راقم پہلی مرتبہ حج وزیارت کیلئے گیا تو حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قدس سرہٗ العزیز حیات تھے۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہٗ نے ان کے نام ایک عریضہ مجھے دیا۔ لیکن افسوس کہ میں ابھی مکہ مکرمہ میں تھا کہ حضرت کے وصال کی خبر آگئی (اِنَّا لله وَ اِنَّا اِلیه رَاجِعُون) چنانچہ وہ مکتوب حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی مدظلہٗ العالی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حفاظت کے نکتہ نظر سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سیدی و مولائی قبلہ گاہی حضرت صاحب دامت برکاتکم العالیہ!

السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ۔

مزاج شریف!

ایں قالب فرسودہ کہ از کوئے تو دوراست

القلب علی بابک لیلا و نہارا

حامل عریضہ ہذا حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے ہاتھ حضور والا کیلئے معجونِ فلاسفہ ارسال خدمتِ عالی ہے۔

مولانا محمد عبدالحکیم شرف مسلک رضا کے علم بردار علمائے کرام میں سے ہیں اور مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کے علمی سرپرستوں میں سے ہیں۔ ان کیلئے اور اس دور افتادہ کیلئے دعائے خیر فرمائیں۔

حضرت شیخ فضل الرحمٰن مدظلہ العالی کی خدمت میں مضمونِ واحد، حاضرینِ مجلس کی خدمت میں سلام مسنون۔

والسلام مع الاحترام

دعا جو---محمد موسیٰ عفی عنہ

۱۹۸۷ء سے رضا اکیڈمی، لاہور کا سرپرست ہوں۔ جس کی طرف سے ایک سو سے زیادہ کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کی جا چکی ہیں۔ جناب حاجی محمد مقبول احمد قادری اس کے جنرل سیکرٹری ہیں۔

س: آپ کی نظر میں اہلِ سنت کو کون سے مسائل درپیش ہیں اور ان کا حل کیا ہے؟

ج: اہلِ سنت و جماعت پاکستان بلکہ دُنیا بھر میں اکثریت میں ہونے کے باوجود قطار اندر قطار مسائل سے دوچار ہیں۔ سیاسی سطح پر ہمارا وزن صفر کے قریب ہے۔ معاشرے پر ہماری گرفت انتہائی کمزور ہو چکی ہے۔ کوئی سُنی کسی مشکل سے دوچار ہو جائے تو اس کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے۔ اختلاف پیدا ہو جائے تو کوئی ایسی شخصیت یا ادارہ نہیں جو مؤثر کردار ادا کرے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں ہماری نمائندگی بہت محدود ہے۔ مزارات اور اوقاف اہلِ سنت و جماعت کے ہیں۔ لیکن

محکمہ اوقاف میں اہلِ سنت کی نمائندگی برائے نام ہے۔ دینی تعلیم کا نظام روبہ زوال ہے اتنے علماء ہی نہیں ہوتے جو ہمارے مدارس اور مساجد کی ضرورت پوری کر سکیں۔ رُشد و ہدایت کا نظام تقریباً معطل ہو چکا ہے۔ اکثر خانقاہیں

"ہے زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن"

کا نقشہ پیش کر رہی ہیں۔ نظامِ تبلیغ کاروبار بن کر رہ گیا ہے۔ اور اس کا محور صرف چند مسائل ہیں --- یہی حال تصنیف و تالیف کا ہے۔ سکول و کالج کی نصابی کتب میں علماء و مشائخ اہلِ سُنت کی اسلامی خدمات کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کشمیر، چیچنیا، بوسنیا اور دیگر ممالک کے مجاہدین کے ساتھ ہمارا وہ رابطہ نہیں جو ہونا چاہیئے۔ کہاں تک گنواؤں؟ یہاں تو مسائل کے انبار لگے ہوئے ہیں۔

ان مسائل کے حل کیلئے بڑی جدوجہد، اِخلاص اور لِلّٰہیت کی ضرورت ہے۔ اہلِ سنت و جماعت کیلئے اہم ترین ضرورت، تنظیم، تربیت، یقینِ محکم اور سچی لگن ہے۔ بُلندی سے لڑھکتا ہوا پتھر نیچے آ رہا ہو، تو اندازہ کیجئے اُسے روکنے اور پھر بلندی کی طرف لے جانے کیلئے کتنی قوت درکار ہوگی؟ زوال سے دوچار قوم کو زوال سے بچانے اور اُسے جانبِ منزل گامزن کرنے کیلئے یقینِ محکم رکھنے والا ایسا ہی قائد ہونا چاہیئے۔

امیر ایسا ہونا چاہیئے جو پورا وقت اِس مشن کو دے سکے۔ جُز وقتی قیادت سے کام نہیں چل سکتا۔ امیر کے اخراجات اور ضروریات کی کفایت ملّتِ اسلامیہ کے ذمہ ہے۔ اگر وہ فکرِ معاش میں مبتلا رہا تو تنظیم و تربیت کیلئے وقت کہاں سے لائے گا۔ پھر قوم کے ذہنوں میں اطاعتِ امیر کی اہمیت راسخ کرنے کی ضرورت ہے۔ قوم کو باور کرایا جائے کہ شریعتِ مقدسہ کے دائرے میں رہتے ہوئے امیر جو حکم دے، اس کا بجالانا شرعاً ضروری ہے۔

آج کی ضرورت یہ ہے کہ دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کو فعال بنایا جائے اور اس سلسلے میں پائی جانے والی رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ خانقاہوں میں رُشد و ہدایت، ذکر و فکر اور اتباعِ شریعت کا نظام بحال کیا جائے۔ تبلیغ برائے تبلیغ دین کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔ محلّہ وار لائبریریاں قائم کی جائیں، جہاں اہلِ سنت کا لٹریچر برائے مطالعہ فراہم کیا جائے۔ ہر محلے میں تربیتی اجتماعات منعقد کیے جائیں، جہاں عوام الناس کو دینی، اعتقادی، عملی، اخلاقی اور سیاسی مسائل سے آگاہ کیا جائے۔ یہ سب امور ایک تنظیم کے ماتحت ہوں۔ چونکہ کوئی تنظیم فنڈ کے بغیر اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتی، اس لئے فنڈز کی فراہمی کا مضبوط انتظام کیا جائے۔

س: پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے عقائد کے حوالے سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: وہ کچھ زیادہ ہی آزاد خیال واقع ہوئے ہیں، انہیں اختلاف کرنے والے ذمہ دار علماء کو اعتماد میں لینا چاہیے۔

س: دینی مدارس میں رائج نصاب موجودہ دور کے تقاضے پورے کرنے کی اہلیت رکھتا ہے یا اسے تبدیل کرنے کی ضرورت ہے؟

ج: دینی مدارس کے نصاب میں ماہرینِ تعلیم کے مشوروں سے تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی کی جا رہی ہیں۔ تنظیم المدارس کا نصاب دیکھیے! پہلے نصاب میں بہت کچھ قطع و برید کی گئی اور کئی نئے مضامین داخلِ نصاب کیے گئے ہیں۔ راقم کی رائے میں سیرتِ مبارکہ، تصوّف، تاریخِ اسلام، جدید عربی لٹریچر اور علمائے اہلِ سنّت کا عربی کلام، نظم و نثر شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ رہا موجودہ دور کے تقاضے پورے کرنے کا سوال تو دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ دور کے تقاضے کیا ہیں؟ علمائے دین کا اصل کام یہ ہے کہ دینِ اسلام کا پیغام آسان اور مدلل انداز میں عوام و خواص تک پہنچائیں۔

بلکہ طلبہ موجودہ درسِ نظامی کو صحیح طور پر پڑھ کر فراغت حاصل کرنے والا عالم اس مقصد کو حسن وخوبی پورا کر سکتا ہے۔

ہماری قوم کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ علمی اور فکری خطاب سننے کی بجائے خوش آواز اور لچھے دار مقررین کے سننے کو ترجیح دیتی ہے۔ لہٰذا خوش گو طلبہ پہلے نعت خوان بنتے ہیں۔ پھر مقررین کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ان کی توجہ پڑھائی کی طرف کم ہو جاتی ہے یا وہ کورس درمیان ہی میں چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ وقتی طور پر تو عوام الناس سے داد وتحسین حاصل کر لیں گے لیکن کسی مسئلے پر انہیں مطمئن نہیں کر سکیں گے اور اگر کسی شخص کو دینی مسائل کے بارے میں مشکلات در پیش ہوں تو اسے تسلی بخش جوابات نہیں دے سکیں گے۔

البتہ فارغ التحصیل علماء میں سے ایسے علماء منتخب کیے جائیں جو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اور تصنیف کا فریضہ انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ انہیں جدید عربی اور انگریزی بولنے اور لکھنے کی تعلیم دی جائے۔ تقابلِ ادیان، تاریخ اسلام اور جنرل معلومات ایسے مضامین پڑھائیں جائیں دوران کے مستقبل کا ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے تو اس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فارغ التحصیل مولانا فضل حنان سعیدی نے گزشتہ سال پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے ایم۔ اے کے امتحان میں نہ صرف ٹاپ کیا بلکہ پچھلا ریکارڈ بھی توڑ دیا۔ جب کہ پچھلا ریکارڈ بھی ایک دینی مدرسہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف کے فاضل ڈاکٹر خالد داد نے قائم کیا تھا۔

ایک وقت تھا کہ حکومت علوم دینیہ کی سرپرستی کرتی تھی۔ آج کے دور میں علم دینیہ کے سرچشموں کو بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ یا تو طلباء میں اخلاص اور للّٰہیت کا جذبہ اس طرح کوٹ کر بھر دیا جائے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر علم دین حاصل

کرنے میں محو ہو جائیں۔ یا پھر ان کے خوشحال مستقبل کیلئے منصوبہ بندی کی جائے۔ تاکہ طلباء ذوق شوق سے پڑھیں اور کھاتے پیتے گھرانوں کے لوگ بھی اپنی صحت مند بچوں کو دینی مدارس میں بھیجیں۔

تعجب ہے کہ دینی مدارس کے نصاب پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ فلسفہ کو شامل نصاب کیوں رکھا گیا ہے۔ حالانکہ فاضل عربی کے کورس "شمس بازغہ" ایسی کتاب اب تک شامل ہے۔ جب کہ درسِ نظامی میں سے اسے کب کا خارج کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں اس وقت صرف "میبذی" پڑھائی جاتی ہے جس میں فلسفہ قدیمہ کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔

اعتراض کرنے والوں میں وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے خود درسِ نظامی نہیں پڑھا اور نہ انہیں یہ سوال اٹھانا چاہیے تھا کہ درسِ نظامی میں "شرح عقائد" پر اکتفاء کیوں کیا گیا ہے اس میں ان مسائلِ اعتقادی پر بحث کی گئی ہے جن میں معتزلہ، مرجیہ، کرامیہ اور جبیہ وغیرہ فرقوں نے اہل سنت و جماعت سے اختلاف کیا تھا۔ حالانکہ مدارس میں ایسی کتاب بھی پڑھائی جانی چاہیے جس میں موجودہ دور کے فرقوں سے اہلِ سنت و جماعت کے اختلافات مختصر اور مضبوط دلائل سے پیش کیے گئے ہوں۔ کیونکہ مذکورہ بالا فرقے اپنی ہیئتِ اجتماعیہ کے اعتبار سے قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔

س: اس وقت پاکستان میں اہلِ سنت و جماعت اکثریت میں ہونے کے باوجود سیاسی میدان میں زوال کا شکار ہیں۔ آپ کی نظر میں اس کا ذمہ دار کون ہے؟

ج: حدیث شریف میں ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته۔

"تم میں سے ہر شخص پاسبان ہے۔ اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔

لہٰذا تمام تر ذمہ داری کسی ایک فریق پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ زوال کا باعث قائدین اور عوام دونوں ہیں۔ البتہ قائدین کی ذمہ داری زیادہ ہے، کیونکہ قائدین عوام کو چلاتے ہیں نہ کہ عوام قائدین کو۔

س: پاکستان میں انقلابِ نظامِ مصطفیٰ کے راستے کی رکاوٹیں کیا ہیں اور ان کو کیسے دُور کیا جا سکتا ہے؟

ج: اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ ہمارے ملک کی زمامِ اقتدار غیر ملکی آقاؤں کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے کو ہم اگست ۱۹۴۷ء میں آزاد ہو گئے تھے لیکن حقیقتاً آزاد نہیں ہو سکے۔ بلکہ اب تو ہم غلامی کی دلدل میں گلے تک دھنس چکے ہیں۔

- دوسری رکاوٹ یہاں کا نظامِ انتخاب ہے جس میں ووٹ دینے والے کیلئے تو کجا منتخب ممبران کیلئے تعلیم، دین داری اور نیک نامی کی کوئی شرط نہیں ہے۔ البتہ شرط ہے تو یہ کہ وہ سرمایہ دار ہوں اس سے غرض نہیں کہ وہ سرمایہ جائز ذرائع سے حاصل ہوا ہے یا حرام طریقوں سے۔ ضمیر فروشی یہاں کا طرۂ امتیاز ہے۔
- تیسری رکاوٹ عوام کا ذہن دینی اور اسلامی بنیادوں پر تیار نہیں کیا گیا وہ کس طرح صالح دینی ذہن رکھنے والے محبِ وطن اور ناقابلِ فروخت افراد کو منتخب کر سکیں گے؟ ظاہر ہے ان رکاوٹوں کو وہی دینی جماعت دور کر سکتی ہے جس کی جڑیں عوام میں بہت گہری ہوں اور وہ بھرپور جدوجہد کر کے عوام الناس کے دل و دماغ میں انقلاب برپا کر دے۔ ایسی جماعت کیلئے ضروری ہے کہ نہ صرف عوامی مشکلات و مصائب کا ادراک رکھے بلکہ ان کا ازالہ کرنے کیلئے عملاً کوشش بھی کر کے دکھائے۔ شیخ سعدی کا شعر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ مقصد واضح کرنے کیلئے پیش کرتا ہوں:

سیاست بجز خدمتِ خلق نیست

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

آج عوام الناس یہ نہیں دیکھتے کہ امیدوار کتنا بڑا عالم و فاضل ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے کام کون آئے گا؟

س: کیا انقلاب صرف انتخابی طریقہ کار سے ہی ممکن ہے یا اس کا کوئی اور بھی راستہ ہو سکتا ہے؟

ج: موجودہ حالات میں نظامِ مصطفی ﷺ کا نفاذ انتخاب کے ذریعے بہت ہی مشکل دکھائی دیتا ہے۔ ہمارا نظام انتخاب مغربی جمہوری نظام کا چربہ ہے، اس کے ذریعے زیادہ تر مرغانِ بادنما، کرپٹ سیاست دان ہی منتخب ہو کر قانون ساز اسمبلی میں جائیں گے۔ جنہیں صرف اس بات سے غرض ہوگی کہ ہم اتنے کروڑ خرچ کر کے منتخب ہوئے ہیں اس سے زیادہ ہمیں ملنے چاہئیں۔ انہیں اس بات سے غرض نہیں ہوگی کہ یہاں کونسا نظام نافذ ہوتا ہے، اسلامی یا غیر اسلامی۔ البتہ کوئی سچا مسلمان فوجی آ کر نظامِ مصطفی ﷺ نافذ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی کہاں سے آئے گا؟ وہ بھی تو اِسی معاشرے کا فرد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ پاکستان کو صحیح مومن حکمران عطا فرمائے۔

س: ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفی اپنے منطقی انجام تک کیوں نہ پہنچی؟

ج: منطقی انجام تک تو پہنچ گئی تھی۔ تحریک مثبت نہیں بلکہ منفی بنیادوں پر چلائی گئی تھی اس کا مقصد ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کو گرانا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اگرچہ اس کا فائدہ کسی اور نے اٹھایا۔

نیز دِلوں کے فاصلے ختم کیے بغیر جو غیر فطری اتحاد قائم کیا جائے گا وہ کبھی پائیدار نہیں ہو سکتا۔

کاش اہلِ سُنت و جماعت آپس میں دلوں کی دوری ختم کر کے متحد، منظم اور فعال ہو جائیں تو بڑے

سے بڑے مقصد کا حصول آسان ہو سکتا ہے۔

س: ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دورِ حکومت کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج: جنرل محمد ضیاء الحق دینی رجحان رکھنے والے تھے نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ جب روسی فوجوں نے افغانستان پر قبضہ جمایا تو انہوں نے اور جنرل اختر عبدالرحمٰن نے افغان مجاہدین کی امداد، سرپرستی اور راہنمائی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ روسی افواج کی واپسی میں ان دونوں جرنیلوں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ نافذ کرنے کی کوشش کی۔ بیکاری نظام میں شراکت کھاتا جاری کیا۔ تاہم سودی نظام ختم نہ کر سکے اور نہ ہی نظام مصطفیٰ ﷺ مکمل طور پر نافذ کر سکے۔ اسلام کے نام پر ریفرنڈم کروایا اور اُسے اپنے حق میں استعمال کیا۔ اس وقت تمام اختیارات ان کے پاس تھے۔ اس کے باوجود نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ نہ کرنا باعثِ افسوس ہے۔ سری لنکا گئے تو وہاں کے مندر میں گھنٹہ بجانے اور چڑھاوا چڑھانے ایسے غیر اسلامی کام کیے۔ کرکٹ میچ کے حوالے سے ہندوستان گئے تو وزیراعظم کی بیگم سے رکوع کی حد تک جھک کر ملے۔ مفتی محمود، مولوی غلام اللہ خان اور دیگر دیوبندی وہابی علماء کے جنازوں میں شرکت کی۔ اس کے برعکس اہل سنت کے علماء مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری، قاری مصلح الدین قادری (راولپنڈی)، مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (سیال شریف) کسی جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ حالانکہ خواجہ صاحب اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر تھے۔

س: کیا اسلام میں مارشل لاء جائز ہے؟

ج: اسلامی نقطۂ نظر سے حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ان الحکم الا للہ (قرآن پاک)
جنگ بدر میں مجاہدینِ اسلام کی صفیں درست کی جا رہی ہیں۔ ایک صحابی کسی قدر صف سے آگے نکلے ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی ان کے سینے سے لگائی اور فرمایا:

استویا سواد۔

''سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ''۔

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ آپ عدل و انصاف کا پیکر ہیں، مجھے بدلہ دیں''۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا سینہ پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ ''بدلہ لو'' انہوں نے عرض کیا کہ ''میرا سینہ تو ننگا تھا جبکہ آپ کے سینے پر قمیض مبارک ہے''۔ آپ ﷺ نے اپنا گریبان کھول دیا۔ وہ صحابی دوڑ کر آپ کے سینے سے لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے۔

''حضور ﷺ! جنگ کا میدان ہے، ممکن ہے میرا آخری وقت آپہنچا ہو۔ اس لئے میری آرزو تھی کہ میرا جسم آپ کے جسمِ اطہر سے مس ہو جائے''۔

ہے کوئی فیلڈ مارشل جو عین حالتِ جنگ میں قانون کی اس علمداری کا مظاہرہ کر سکے؟ مارشل لا میں تو سب قوانین معطل ہو جاتے ہیں اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا حکم ہی قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

س: سیکولر یلغار کے مقابلے میں تمام دینی قوتوں کو کن مستقل قابلِ عمل اور کم سے کم نکات پر متحد کیا جا سکتا ہے؟

ج: ابنِ سینا کا قول ہے کہ مختلف الحقیقت اشیاء کا آپس میں اتصال تو ہو سکتا ہے اتحاد ہو سکتا۔ مختلف دینی قوتوں میں بعض بنیادی اور اصولی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے جب تک وہ دور نہیں ہوتا، حقیقی اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر برائے نام قائم ہو بھی جائے تو زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا۔

"تم سب اللہ کی رسی کو تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ"۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کیا ہے؟ قرآن پاک اور دامنِ مصطفیٰ ﷺ تمام طبقوں کے بااثر، مخلص اور اعتدال پسند علماء مل بیٹھ کر متفقہ اصول طے کر لیں اور غیر ضروری اختلافی امور کے خاتمے کا فیصلہ کر لیں تو اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس طرح نہ ہو سکے تو کم از کم ضابطۂ اخلاق طے کر لیا جائے کہ ہر طبقہ اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ معقولیت اور دلائل سے کرے گا۔ اشتعال انگیزی اور قتل و غارت گری کے ذریعے قانون کو ہاتھ میں لیا جائے گا تو پُر امن ماحول کے قیام میں مدد مل سکتی ہے؟

س: کیا دینی جماعتیں عوام الناس کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو جائیں گی یا عوام اُن سے روٹھے ہی رہیں گے؟

ج: آج سے پچیس سال پہلے کے ماحول پر نظر ڈالیں۔ علماء اور مشائخ کا عوام کے ساتھ گہرا رابطہ تھا۔ تعلیم قرآن، درس قرآن، محافل ذکر، جلسوں اور دینی محافل کے ذریعے، علماء کرام دینی جذبے کے تحت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کا پیغام پہنچاتے تھے اور لوگ بھی ان کی باتیں توجہ سے سنتے تھے۔ آج وہ عوامی رابطہ تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ امامت و خطابت ایک پیشہ بن کر رہ گئی ہے۔ وعظ ذریعۂ آمدن تصور کیا جانے لگا ہے۔ اخبارات، عوامی رسائل اور ٹیلی ویژن قوم کے اخلاق اور اسلامی ثقافت کو برباد کرنے میں خطرناک کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان حالات میں عوام الناس کی دینی جماعتوں سے دُوری اُس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک ہم سلف صالحین کے دردِ دل اور جذبۂ تبلیغ سے سرشار ہو کر عوامی رابطہ بحال نہیں کرتے، آج ہزاروں افراد کے اجتماعات سے خطاب کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایک شخص تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی ضرورت ہے۔

س: خانقاہی نظام میں کونسی خرابیاں ہیں؟ کیا ایک بے نماز اور داڑھی منڈا پیر بن سکتا ہے؟

"تم سب اللہ کی رسی کو تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ"۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کیا ہے؟ قرآنِ پاک اور دامنِ مصطفیٰ ﷺ تمام طبقوں کے با اثر، مخلص اور اعتدال پسند علماء مل بیٹھ کر متفقہ اصول طے کرلیں اور غیر ضروری، اختلافی امور کے خاتمے کا فیصلہ کر لیں تو اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس طرح نہ ہو سکے تو کم از کم ضابطۂ اخلاق طے کرلیا جائے کہ ہر طبقہ اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ معقولیت اور دلائل سے کرے گا۔ اشتعال انگیزی اور قتل و غارت گری کے ذریعے قانون کو ہاتھ میں لیا جائے گا تو پُر امن ماحول کے قیام میں مدد مل سکتی ہے؟

س: کیا دینی جماعتیں عوام الناس کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو جائیں گی یا عوام اُن سے روٹھے ہی رہیں گے؟

ج: آج سے پچیس سال پہلے کے ماحول پر نظر ڈالیں۔ علماء اور مشائخ کا عوام کے ساتھ گہرا رابطہ تھا۔ تعلیم قرآن، درسِ قرآن، محافلِ ذکر، جلسوں اور دینی محافل کے ذریعے، علماء کرام دینی جذبے کے تحت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کا پیغام پہنچاتے تھے اور لوگ بھی ان کی باتیں توجہ سے سنتے تھے۔ آج وہ عوامی رابطہ تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ امامت و خطابت ایک پیشہ بن کر رہ گئی ہے۔ وعظ ذریعۂ آمدن تصور کیا جانے لگا ہے۔ اخبارات، عوامی رسائل اور ٹیلی ویژن قوم کے اخلاق اور اسلامی ثقافت کو برباد کرنے میں خطرناک کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان حالات میں عوام الناس کی دینی جماعتوں سے دوری اُس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک ہم سلف صالحین کے دردِ دل اور جذبہ تبلیغ سے سرشار ہو کر عوامی رابطہ بحال نہیں کرتے، آج ہزاروں افراد کے اجتماعات سے خطاب کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایک شخص تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی ضرورت ہے۔

س: خانقاہی نظام میں کونسی خرابیاں ہیں؟ کیا ایک بے نماز اور داڑھی منڈا پیر بن سکتا ہے؟

ج: خانقاہیں ہوں یا دینی مدارس، اِن میں بڑی خرابی تو یہ ہے کہ یہاں وراثتی نظام قائم ہے یعنی باپ کے بعد بیٹا ہی سجادہ نشین اور مہتمم ہوگا چاہے اُس میں کسی قسم کی صلاحیت ہی موجود نہ ہو۔ حالانکہ یہ قومی ادارے ہیں۔ انہیں چلانے کیلئے قابل افراد کا انتخاب کرنا چاہیے خواہ بیٹا ہو یا مُرید اور شاگرد ہو یا کوئی دوسرا افرد۔ موروثی نظام کا نتیجہ ہے کہ خانقاہوں میں ذکر وفکر اور رُشد و ہدایت اور مدارس میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ ختم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اگر ہم معاشرے کے بگاڑ کو دور کرنا چاہتے ہیں اور ملک میں نظامِ مصطفیٰ کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلاف کا وہی خانقاہی اور تعلیمی ماحول واپس لانا پڑے گا۔

رہا بے نماز اور داڑھی مُنڈے کا پیر بننا تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ کسی کو پیر ماننے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کا فرماں بردار اور مقرب بنادے۔ جو شخص خود شریعت مبارکہ پر عمل نہیں کرتا وہ صحیح مرید بھی نہیں ہے، پیر بننا تو دور کی بات ہے۔ بقول شیخ سعدی۔

''او خود گم است کرا رہبری کند؟''

''وہ تو خود گم کردہ راہ ہے، وہ کس کی رہبری کرے گا''؟

س: ڈبہ پیروں اور بعض درباروں پر ہونے والی خرافات کی وجہ سے مسلک اہلِ سنت بدنام ہو رہا ہے اس کا کیا حل ہے؟

ج: کسی شاعر نے کہا ہے:

چو شیراں برفتند از مرغزار

زند روبہ لنگ لاف شکار

''جب شیر چراگاہ سے چلے جائیں تو لنگڑی لومڑی بھی شکاری ہونے کی لاف مارنے

گئی ہے۔

جب صحیح پیر نہیں صحیح پیر نہیں رہیں گے تو لازماً جعلی پیران کی گدی سنبھال لیں گے۔ صحیح عقیدہ و عمل والے علماء کی ذمہ داری ہے کہ مسندِ رُشد و ہدایت سنبھالیں اور خلقِ خدا کی دینی اور روحانی راہنمائی کریں۔ دکھ درد کے مارے ہوئے افراد کی اسلامی طریقے سے یاوری کریں اور انہیں بتائیں کہ تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ اپنا تعلق اللہ کریم جل شانہٗ سے مضبوط کریں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم ﷺ سے ایمان کی حد تک محبت کریں اور آپ کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل کریں۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص تعویذ لینے کیلئے آتا تو اُس سے پوچھتے کیا نماز پڑھتے ہو؟ وہ نفی میں جواب دیتا تو فرماتے کہ نماز نہ پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ ہی تم سے راضی نہیں تو میرا تعویذ کیا اثر کرے گا؟

علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریری اور تقریری طور پر لوگوں کو بتائیں کہ

- مزارات کو سجدہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔
- رکوع کی حد تک جھک کر سلام کرنا ممنوع ہے۔
- مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو مزار پر حاضری دینا اور مزار کے ساتھ لپٹنا ناجائز ہے۔
- عورتوں اور مردوں کا اختلاط ناجائز ہے۔

محکمہ اوقاف کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان امور کا سختی سے سد باب کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان خرافات کا خاتمہ نہ ہو۔

سوال: کیا ایک پیر تنہائی میں ایک غیر محرم عورت سے ملاقات کر سکتا ہے اور کیا عورتوں کیلئے بھی بیعت ضروری ہے؟

ج: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص تنہائی میں کسی نامحرم عورت کے ساتھ ملاقات کرے گا تو ان کے ساتھ شیطان بھی شامل ہوگا۔ پیر اپنی مرید عورت کا محرم نہیں ہے اس لئے عورت اپنی پیر کے ساتھ نہ تو تنہائی میں ملاقات کر سکتی ہے اور نہ ہی بغیر پردے کے اس کے سامنے جا سکتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تنہائی میں مرد ڈاکٹر کیلئے مریضہ کا چیک اپ کرنا ہی جائز نہیں ہے۔ جبکہ اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

سب سے بڑے پیر نبی اکرم ﷺ ہیں۔ نجات کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے لائے ہوئے احکام کو دل و جان سے تسلیم کرے اور ان پر عمل کرے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت البتہ ذکر و فکر اور اوراد و وظائف سیکھنے کیلئے عورت اپنے شوہر کی اجازت سے صحیح العقیدہ سُنّی اور صاحب علم و عمل پیر کی بیعت کرے تو جائز ہے بلکہ اہم امور میں سے ہے۔

س: اعلیٰ حضرت فاضلؒ بریلوی علیہ الرحمہ نے عورتوں کو مزارات پر آنے سے منع کیا ہے۔ دور حاضر میں فکر رضا کے علم بردار علماء اس بات کی تلقین کیوں نہیں کرتے؟

ج: حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ایک دفعہ یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

> "ہم منع تو کرتے ہیں لیکن اس سلسلے میں زیادہ سختی اس لئے نہیں کرتے کہ عورتیں بازاروں میں بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں۔ کسی بزرگ کے مزار پر جائیں گی تو کچھ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اقدس ﷺ کو یاد کریں گی، توبہ استغفار کریں گی، موت کو یاد کریں گی"۔

تاہم علماء کو چاہئے کہ امام احمد رضا بریلوی کے فتوے کی تشہیر کریں اور بتائیں کہ اگر جانا ہی ہے تو پردے کی پابندی کریں اور موت کو یاد کریں کہ زیارت قبور کا اہم مقصد یہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میلے کا

نساں قائم کر دیا جائے اور نمود و نمائش کا شوق پورا کیا جائے۔

س: کیا دیو بندی، اہلِ حدیث یا شیعہ خاتون سے شادی جائز ہے؟

ج: کسی سنی مرد کیلئے کسی بھی ایسی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے جس کی بد مذہبی حدِ کفر تک پہنچی ہوئی ہو مثلاً نبی اکرم ﷺ کی گستاخ ہو یا ختم نبوت کی منکر ہو یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کی منکر ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت مآبی پر شک کرتی ہو۔

علاوہ ازیں کسی بھی بد مذہب عورت سے شادی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ زوجین کے درمیان ذہنی اور فکری ہم آہنگی کا فقدان خانگی زندگی کو اجیرن کر دے گا۔ نیز مرد اگر اس کا ہم خیال نہ بھی بنے تو اولاد اپنی ماں کے عقائد و خیالات سے ضرور متاثر ہو گی۔

س: ردِ قادیانیت کے حوالے سے علماء اہلِ سنت کے کردار پر روشنی ڈالئے:

ج: علماء اہلِ سنت نے ہمیشہ فرقِ باطلہ کا رد کیا اور اُمتِ مسلمہ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے کی کوشش کی ہے۔ مرزائے قادیانی نے قصرِ ختمِ نبوت میں نقب لگا کر خود نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ علماء اہلِ سنت نے تو ان لوگوں کو بھی معاف نہیں کیا جنہوں نے کہا تھا:

"بالفرض اگر زمانہ نبوی کے بعد بھی کوئی نیا نبی آ جائے تو خاتمیتِ محمدی میں فرق نہیں آئے گا"۔

- امام احمد رضا بریلوی کے والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خلاف علمی اور قلمی جہاد کیا جو کہتے تھے کہ باقی چھ زمینوں پر نبی اکرم ﷺ کے مثل چھ افراد موجود ہیں۔
- شہیدِ تحریکِ آزادی علامہ محمد فضل حق خیر آبادی اس سے پہلے "تحقیق الفتویٰ" اور "امتناع النظیر" لکھ کر مخالفین کو ساکت کر چکے تھے۔

❁ مولانا غلام قادر بھیروی رحمہ اللہ تعالیٰ (م-۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) نے مرزا کا سخت رد کیا اور بیگم شاہی مسجد، لاہور میں ایک پتھر نصب کیا، جس پر یہ عبارت درج تھی:

"بہ اتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرع شریف قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری، مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے"۔

❁ آفتاب گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں حج و زیارت کی سعادت حاصل کرنے گئے تو ان کی خواہش یہ تھی کہ حرمین شریفین میں ہی قیام کیا جائے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تاکیداً واپسی کا حکم دیا اور فرمایا:

"ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے اس لئے آپ ضرور ہندوستان واپس جائیں بالفرض اگر آپ خاموش بھی بیٹھے رہیں گے تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرسکے گا"۔

پیر صاحب فرماتے تھے کہ ہم حاجی صاحب کے اس کشف کو اپنے یقین کی رُو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتے تھے۔ [1]

(۱)- محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت، صفحہ ۵۳۸، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں آپ نے "شمس الہدایہ" لکھ کر مرزائے قادیانی کے مزعومات کا رد کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر زبردست دلائل قائم کیے۔ مرزا کا خیال ہوگیا کہ پیر صاحب صوفی منش اور عبادت و مجاہدہ کے میدان کے آدمی ہیں، وہ میرا چیلنج مناظرہ قبول نہیں کریں گے اور یوں مجھے فتح کا جشن منانے کا موقع مل جائے گا لیکن

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

کے مطابق ناکامی کا منہ دیکھا۔ حضرت پیر صاحب علماء کے جم غفیر کے ساتھ مقررہ تاریخ پر بادشاہی مسجد لاہور تشریف لائے مگر مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء کو "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر عربی میں شائع کی اور تاثر یہ دیا کہ الہامی تفسیر ہے۔ حضرت پیر صاحب نے ۱۹۰۲ء میں "سیفِ چشتیائی" لکھ کر شائع کر دی۔ جس میں مرزا کی عربی دانی کو طشت از بام کیا اور قادیانی دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کتاب کا جواب پوری ذریتِ قادیانیت کے سر پر قرض ہے۔

- امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز مسلک اہل سنت کے حقانیت کی بُرہان اور فرقِ باطلہ کے خلاف شمشیرِ بے نیام تھے۔ انہوں نے "حسام الحرمین" میں سب سے پہلے مرزائے قادیانی کے کفر کا تذکرہ کیا ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" اور دیگر رسائل میں قادیانیوں کے رد میں فتاویٰ دیکھے جا سکتے ہیں۔

قادیانیوں کے رد میں آپ کے درج ذیل رسائل ملاحظہ کیجئے:

- المبین ختم النبیّن۔
- السوء و العقاب علی المسیح الکذاب۔
- قہر الدیان علی مرتد بقادیان۔
- جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ۔
- الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔ (آخری تصنیف)

آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے مرزا کے رد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے موضوع پر لاجواب رسالہ "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" لکھا اور مرزائیوں پر حجت قائم کر دی۔

پروفیسر خالد بشیر احمد، فیصل آباد نے دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے کے باوجود اپنی کتاب ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' (صفحہ ۴۵۵) میں امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ نقل کیا اور اس سے پہلے اپنے نوٹ میں لکھا:

> ''ذیل کا فتویٰ بھی آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش و بصیرت کا تاریخی شاہکار ہے جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو خود ان کے دعاویٰ کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے یہ فتویٰ مسلمانوں کا وہ علمی خزینہ ہے، جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں، کم ہے''۔

امیرِ ملت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے مرزائے قادیانی کے دعاویٰ باطلہ کی زبردست تردید کی اور لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کو تحفظ فراہم کیا آپ نے بادشاہی مسجد، لاہور میں تقریر کرتے ہوئے مرزا کی موت کی پیش گوئی فرمائی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔[1]

---

(۱)۔ محمد عالم آسی امرتسری، مولانا: الکاویہ علی الغاویہ۔

مولانا فقیر محمد جہلمی، جہلم سے ہفت روزہ ''سراج الاخبار'' نکالتے تھے۔ انہوں نے مولانا کرم الدین دبیر کو اس رسالے کا مدیر مقرر کر دیا۔ مولانا نے مرزائیوں کے خلاف اتنے زوردار مضامین لکھے کہ مرزائی بلبلا اُٹھے۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے مدیر اور پرنٹر کے خلاف تین مقدمات دائر کر دیے، دو میں تو وہ باعزت بری ہو گئے۔ تیسرے مقدمے میں ۵۴ روپے جرمانہ ہو گیا جو ادا کر دیا گیا۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک کتاب ''مواہب الرحمٰن'' جہلم میں تقسیم کی گئی۔ جس میں مولانا کرم الدین دبیر کے خلاف جی بھر کر زہر اُگلا گیا۔ مولانا نے مرزائے قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ دو سال تک چلتا رہا۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے جج نے مرزا غلام احمد قادیانی پر پانچ سو روپے اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ کا حکم دیا اور جرمانہ ادا نہ

کرنے کے صورت میں بالترتیب چھ اور پانچ ماہ قید کا حکم سنایا۔

۱۹۵۳ء میں تمام طبقوں نے مل کر تحریک ختم نبوت چلائی اور بالاتفاق مجلس عمل کا صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کو منتخب کیا گیا۔ متفقہ طور پر خواجہ ناظم الدین کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ظفر اللہ قادیانی کو وزارت خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ حکومت نے مطالبات تسلیم کرنے کی بجائے قائدین کو گرفتار کر لیا۔ پھر کیا تو پورے ملک میں احتجاجی جلسے ہونے لگے اور جلوس نکلنے لگے۔ حکومت نے بھی تشدد کی انتہا کر دی اور پورے ملک کے جیل خانے فدایان ختم نبوت سے بھر گئے۔

علامہ ابوالحسنات سکھر جیل میں تھے جہاں آپ کو اطلاع پہنچائی گئی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا سید خلیل احمد قادری کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کے پاداش میں پھانسی دے دی گئی ہے۔ اللہ رے استقامت! آپ نے فرمایا:

"الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرما لیا"۔

دیگر زعماء گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسجد وزیر خان لاہور کو مرکز بنا کر اپنی شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ان کے خلاف پھانسی کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ قریب تھا کہ یہ تحریک کامیاب ہو جاتی لیکن بعض آسائش پسند لیڈر حکومت سے معافی مانگ کر رہا ہو گئے۔ بعد ازاں علامہ ابوالحسنات اور مولانا عبدالستار خان نیازی کو بھی رہا کر دیا۔ مولانا خلیل احمد قادری کی سزائے موت کی خبر غلط ثابت ہوئی۔

۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو اس کے جنرل سیکرٹری علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری تھے۔ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ۷ ستمبر کو مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا محمد علی (حیدرآباد) اور مولانا

محمد ذاکر (جھنگ) کی کوششیں قابلِ قدر ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ تمام علماء اہل سنت نے ردِ مرزائیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس سلسلے میں کتنے حضرات کے نام گنوائے جائیں؟ تاہم آج ضرورت ہے کہ اہل سنت کا کم از کم ایک ادارہ ایسا ہو جو ردِ قادیانیت کیلئے مختص ہو۔ قادیانیوں نے اپنی ریشہ دوانیوں کا جال پوری دُنیا میں پھیلایا ہوا ہے اور دُنیائے عیسائیت اِن کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

س: وہ کون سے فکری علمی اور تحقیقی پہلو ہیں جن پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے؟

ج: پہلو تو بے شمار ہیں لیکن ان پر کام کون کرے گا؟ ایک دو افراد کے بس کا تو روگ نہیں ہے، کاش جماعت اہلِ سنت منظم ہو کر تصنیف و اشاعت کا ایک ادارہ قائم کرے۔ پھر یہ سوچنا مناسب رہے گا کہ کس کس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت ہے؟ آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے مضبوط سے مضبوط تر ہو۔ اس کیلئے دین کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل آسان زبان میں اردو، انگریزی اور عربی میں لٹریچر کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جائے۔ تصوف کی مستند تصانیف عام فہم زبان میں پیش کی جائیں۔ عقائد پر کتابیں لکھی جائیں اور اُن شکوک و شبہات کا قلع قمع کیا جائے جو نئی نسل کے نوجوانوں میں پھیلائے جا رہے ہیں۔ مسائل جدیدہ کا حل پیش کیا جائے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ کے کارناموں پر لکھا جائے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق کتابیں تیار کی جائیں۔ ایک جماعت ایسی متعین کی جائے جو اخبارات میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کو جواب دے۔

س: اکثر جید علماء و مشائخ بیٹے دین کی بجائے دُنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟

ج: اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حساس اور ذمہ دار علماء دینی خدمات میں اس طرح کھو جاتے ہیں

کہ انہیں اپنی اولاد کی تربیت اور خدمت دین کا جذبہ ان تک منتقل کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ یقیناً یہ بڑی کوتاہی ہے۔ اخلاص اور للّٰہیت کا جذبہ اپنی اولاد کو منتقل کرنا بجائے خود بہت بڑی عبادت اور ذمہ داری ہے۔

دوسری بڑی وجہ علماء کی معاشی حالت ہے۔ علماء خود تو للّٰہیت کے جذبے سے معمور ہوتے ہیں۔ لہٰذا معاشی دباؤ برداشت کر جاتے ہیں۔ لیکن اولاد اسے برداشت نہیں کر پاتی۔ پھر ہمارا ماحول اور معاشرہ مادیت اور طلبِ زر کی دوڑ میں غرق ہے۔ حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مالِ دُنیا کے حصول کیلئے ضمیر تک فروخت کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کر جاتی ایسے ماحول میں بچوں کا ذہن متاثر نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

س: آپ کے روزانہ کے معمولات کیا ہیں اور رات کو کتنے بجے تک لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں؟

ج: آج کل صبح ساڑھے سات بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک بخاری شریف اور درسِ نظامی کی دوسری کتابیں پڑھاتا ہوں۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتا ہوں۔ ملاقات کرنے والے احباب سے ملاقات کرتا ہوں۔ ظہر کے بعد عصر تک آرام کرتا ہوں۔ عصر کی نماز کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ میں قائم مکتبۂ قادریہ میں کام کرتا ہوں۔ ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے خطوط کا جواب لکھتا ہوں۔ پھر دربار مارکیٹ نزد دستا ہوٹل مکتبۂ قادریہ میں عشاء کی نماز تک بیٹھتا ہوں۔ پھر واپس آ کر کچھ لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں جو آج کل بہت محدود ہو گیا ہے۔ اس مشغلے میں روزانہ تقریباً بارہ بج جاتے ہیں۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ دین و مسلک کا تھوڑا بہت کام کر ہی لیتا ہوں۔

س: مستقبل میں آپ کی کونسی کتابیں منظرِ عام پر آ رہی ہیں؟

ج: راقم نے کچھ عرصہ پہلے اپنے متفرق مقالات جمع کیے جو کسی کتاب میں شامل نہیں ہوئے

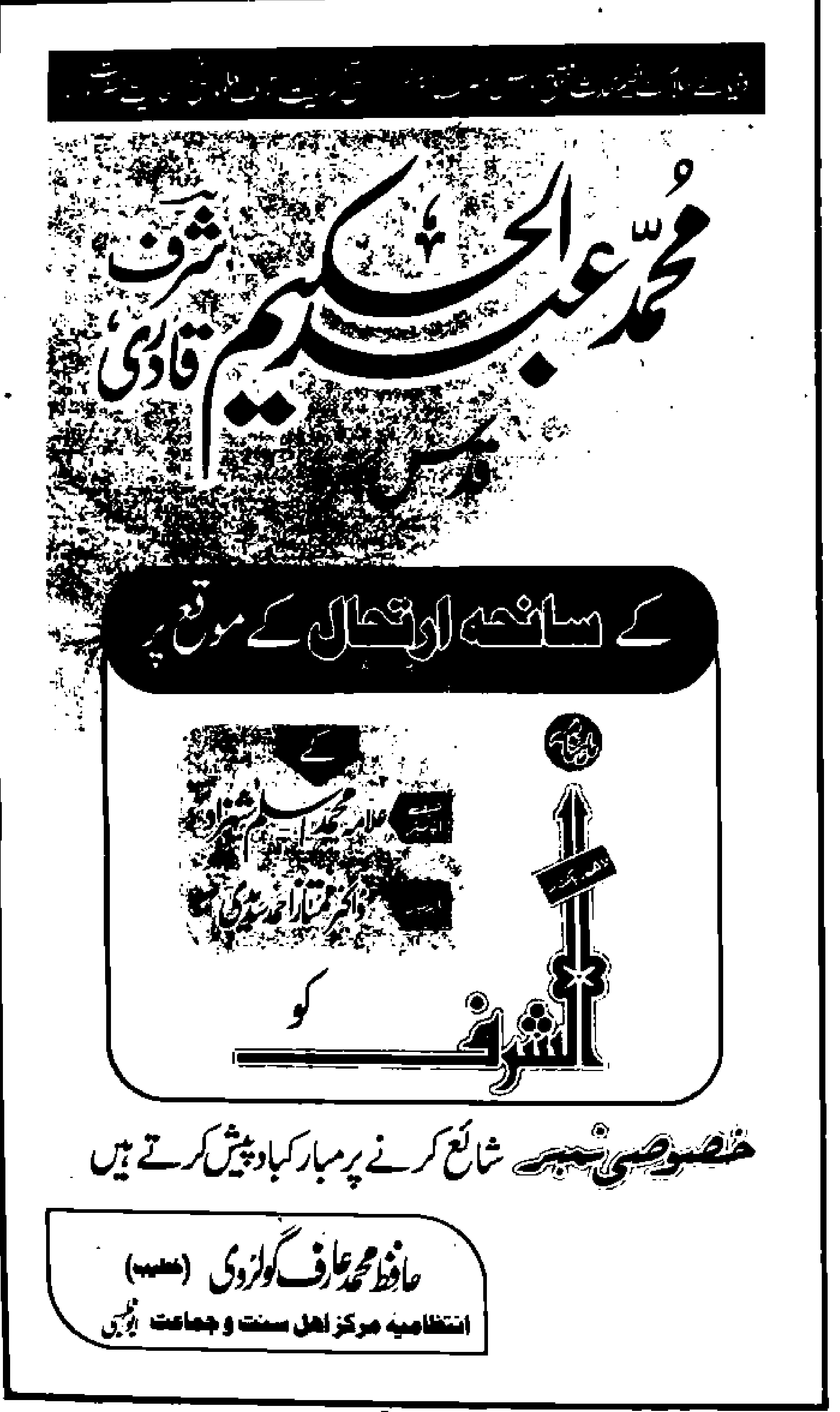
تھے۔ ارادہ یہ تھا کہ انہیں یکجا کر دیا جائے۔ لیکن وہ اتنی مقدار میں تھے کہ ایک کتاب میں سما نہیں سکتے تھے اس لئے یہ طے کیا کہ انہیں پانچ چھ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پہلا حصہ "مقالاتِ سیرتِ طیبہ" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ دوسرا اور تیسرا حصہ "تذکرہ ابرارِ ملت" اور "تذکرہ اخیارِ ملت" کے نام سے عنقریب شائع ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز یہ تذکرے چودہویں صدی اور اس سے پہلے کے علماء اور مشائخ کے حالات پر مشتمل ہیں۔ مدینہ منورہ کے سابق مفتی حضرت سید جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالہ مبارکہ "مناقب سید الشہداء" (حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ترجمہ کیا ہے جو عنقریب کراچی سے شائع ہوگا۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی اہم تصنیف "تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف" کا عربی سے اردو ترجمہ کیا ہے جو لاہور سے شائع ہوگا۔ شیخ محقق کی یہ تصنیف لطیف ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

س: کیا انقلابِ ایران کو اسلامی انقلاب کہا جا سکتا ہے؟

ج: ایرانی انقلاب خالص شیعہ انقلاب تھا۔ وہاں اہلِ سنت و جماعت کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ انہیں مسجد تک بنانے کی اجازت نہیں۔ جبکہ امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک میں اہلِ سنت بکثرت مسجدیں بنا رہے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے "اسلام اور خمینی مذہب" از علامہ بدر القادری، فاضل جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا۔

انٹرویو ماہنامہ اخبار اہلِ سنت، لاہور شمارہ جولائی اگست، ۱۹۹۷ء۔


محمد عبدالحکیم شرف قادری
کے سانحہ ارتحال کے موقع پر
علامہ محمد اسلم شہزاد
کو
خصوصی نمبر شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
حضرت سلطان باہو ٹرسٹ
یونان



محمد عبد الحکیم شرف قادری
مدرس
کے سانحہ ارتحال کے موقع پر
ماہنامہ
اشرف
علامہ محمد اسلم شہزاد
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
کو
خصوصی نمبر شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
حافظ محمد عارف گولڑوی (خطیب)
انتظامیہ مرکز اہل سنت و جماعت

صاحب قناعت و تقویٰ اور صاحب ذکر و فکر

پروفیسر ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرف العلماء مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ ایک چوٹی کے عالم، محقق، مدرس تھے ساتھ ساتھ میدان تالیف و تصنیف میں بھی اچھا تجربہ رکھتے تھے۔ شرف العلماء سے میرے خصوصی مراسم تھے، میری نظر میں وہ ایک عالم دین ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص ولی بھی تھے۔ ایسے علماء دین جو صحیح العقیدہ یعنی اہلسنت ہوں اور باعمل کہ ظاہر شرع کے پابند ہوں اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہی ہوتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان لم تکن العلماء اولیاء فلیس للہ علی ارضہ ولی۔

(تفسیر صاوی زیر آیت الا ان اولیاء اللہ)

کہ اگر علماء اہل سنت اولیاء اللہ نہیں تو اللہ کی زمین پر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں ہے۔

ایسے علماء اہل سنت جو اپنے علمی کارناموں اور کاوشوں سے اندرون و بیرون ملک شہرت رکھتے ہیں، جن کی کاوشیں عوام و خواص کی اصلاح و علمی استفادہ کا ذریعہ ثابت ہو رہی ہیں، اپنے دور کے مجدد دین کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں جبکہ ایک وقت میں کئی ایک مجدد ہو سکتے ہیں بلکہ "مرقاۃ" علامہ ملا علی قاری میں ہے:

" کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شہر بھی مجدد سے خالی نہ ہو "

مولانا کے علمی کارناموں کی بنا پر ان پر بھی مجدد کا اطلاق ہو سکتا ہے بلکہ دور حاضر میں اس طرح کی خدمات انجام دینے والے رواں صدی کے مجدد کہلاتے ہیں۔

مولانا بے شمار خوبیوں کے مالک تھے ان میں تواضع اور علم تو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ابھی آخری ایام حیات شریفہ میں انھوں نے قرآن کریم کا ترجمہ مکمل فرمایا جو علمی و تحقیقی اعتبار سے واقعی قابل ذکر و قابل دید و لائق استفادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر بہترین جزا دے۔ آمین

مولانا دنیا کی حرص و ہوس سے بھی کوسوں دور تھے صاحب قناعت و توکل اور صاحب ذکر و فکر تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت شعور بخشا تھا ان کی علم دین سے محبت کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے اپنے صاحبزادوں کو بھی عالم بنایا۔ یہ دین سے بے حد لگاؤ کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ دربار حضرت سلطان باھو

عزیز محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کے عظیم والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا علم ہوا جس سے بے حد صدمہ ہوا۔ موت العالم موت العالم۔ وہ ایک ایسا خلا چھوڑ گئے ہیں جس کا پُر کرنا ناممکن ہے۔ اُن کی وفات سے پورے عالم اسلام کے دینی حلقوں میں ایک جید عالم اور راسخ الاعتقاد عالم دین کی کمی ہوئی ہے۔ مرحوم تحقیق و تدقیق کے میدان میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ ہر مسئلہ میں زود فہمی اور فوری حتمی رائے کا اظہار اُن کا ایک بڑا مفید طریقہ تھا۔ اُن کی تبلیغات اور آراء سے مسلمانوں میں اتحاد اور قرب باہمی کی تعلیمات حاصل ہوتی رہیں۔ اولیائے کرام سے اُن کا روحانی قرب ہمیشہ اُن کی زیارات میں انہیں مشغول و موجود رکھتا تھا۔ اطاعت و عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے علم و عمل کا خاصہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے معاشرہ کو بالخصوص آج ایک ایسے دینی رہنما کی ضرورت ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیم قرآن وحدیث سنت وسیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں خلق خدا کو آگہی عطا کرے۔ انہیں باہمی احترام، محبت اور یگانگت کی تعلیم دے کر یکجا کرے۔ پارٹی بازیوں، گروپ بندیوں اور فرقہ پرستیوں ونفرت کے شیطانی وساوس سے لوگوں کو دور کرے۔ میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ بطفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اُن کے بے لوث وپاکیزہ نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

خدا تعالیٰ آپ کو اور جملہ متعلقین ولواحقین کو صبر واستقامت بخشے اور مرحوم کے درجات میں روز افزوں اضافہ رحمت فرمائے اور مغفرت وقرب حقیقی کے اعلیٰ مقامات سے نوازے، آمین

.................❀❀❀.................

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم

حضرات علماء کرام ومشائخ عظام اور معزز حاضرین محفل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زندگی اُس کی امانت ہے، کبھی دیتا ہے، کبھی لیتا ہے اور ہم کو آزماتا ہے، ہم اُس کے عاجز بندے ہیں، آزمائش کے لائق نہیں..... نعمت بھی اُس کی عطا ہے، مصیبت وغم بھی اُس کی عطا ہے، اس کریم کی نسبت سے مصیبت وغم میں بھی اجالا نظر آنے لگتا ہے۔

میری ہوس کو عیشِ دوعالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دکھا ہوا

جو آیا ہے، جانے کے لئے آیا ہے۔ مگر ہمارا جانا اور ہے، ان کا جانا اور ہے۔ اُن کا جانا، جہاں کا اٹھ جانا ہے۔ آبروئے اہل سنت، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

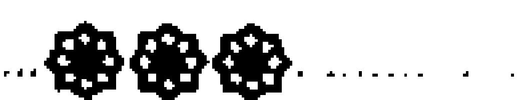
علیہ الرحمۃ والرضوان انہیں جانے والوں میں تھے، وہ جانے کے باوجود ہمارے دلوں میں بسے ہوئے ہیں وہ شیخ کامل تھے، وہ عالم باعمل تھے۔ علم دین کی بہار عمل سے ہے اور عمل کی بہار اخلاص ہے۔ وہ صاحب اخلاص تھے۔ انہوں نے شدید علالت کے دوران بھی دین و مسلک کی خدمت کو جاری رکھا اور قرآن کریم کا ترجمہ کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ وہ صاحب عزیمت تھے، وہ بے مثال مدرس تھے، وہ بے نظیر مصنف و مترجم تھے۔ ان کے آثار، ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔ علماء کرام و مشائخ عظام کی یہ عظیم محفل ان کی بے لوث محبت کی نشانی ہے۔

فقیر حضرت والدی و مرشدی مسعود ملت مدظلہ العالی، ادارۂ مسعودیہ، کراچی اور امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی کے تمام اراکین کی طرف سے اس صدمہ جانکاہ پر اظہار غم کرتے ہوئے دلی تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے جوار قدس میں درجات عالیہ عطا فرمائے۔ آمین! اور اہل سنت و جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین! یہ اُس کے کرم سے بعید نہیں۔ وہ کریم فرزند جلیل حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، مولانا مشتاق احمد، مولانا نثار احمد، تمام پسماندگان اور اہل سنت و جماعت کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو حضرت مرحوم کے مخلصانہ تعلقات کو قائم رکھنے اور معمولات کو جاری رکھنے کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔

(ابوالسرور محمد مسرور احمد)

ابن حضرت مسعود ملت

چیئرمین، ادارۂ مسعودیہ، کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ صیام کی آمد سے چند روز قبل لاہور کی معروف مذہبی شخصیت، عالم اسلام کے بطل جلیل، اہل سنت کے مایہ ناز بزرگ عالم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری انتقال فرماگئے، موصوف متعدد کتب کے مصنف ومؤلف تھے ان کی علمی خدمات پر پی ایچ ڈی کیا جانا چاہیے۔

ان کے انتقال کے تیسرے روز جامعہ اسلامیہ لاہور میں ان کی یاد میں منعقدہ ایک تقریب تعزیت میں شرکت کا موقع ملا، علما کا انبوہ کثیر تھا ہر آنکھ پرنم تھی، ہر کوئی مرحوم سے اپنے تعلق کو بیان کر رہا تھا اور خدمات کو سراہ رہا تھا، راقم نے اپنی گفتگو میں تجویز پیش کی کہ آنسو بہانے اور مسجع ومقفع تعزیتی کلمات سے خراج تحسین پیش کرنے کی اس عبادت کے ساتھ ساتھ فقہ المعاملات کا باب وا کریں اور عملاً ان کی یاد میں ہر دینی مدرسہ کی لائبریری میں ان کے نام سے گوشہ شرف ملت قائم کریں، جس میں مرحوم کی تالیفات اور موصوف پر لکھی جانے والی کتب رکھی جائیں۔ یہ کام ان مدارس میں بآسانی ہوسکتا ہے جہاں ان کے تلامذہ مہتمم یا انتظامیہ کا حصہ ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی مغفرت فرمائے اور اپنی شان کے مطابق اپنے سچے دین کے اس مخلص خادم کے درجات بلند فرمائے۔

ایں دعا از من جملہ جہاں آمین باد

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

(مدیر اعلیٰ مجلہ فقہ اسلامی۔ کراچی)

❁❁❁

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے۔

صاحبزادہ خادم حسین طاہر۔ پیر کریاں ۔پاک پتن شریف

قحط الرجال کے اس دور میں استاذ العلماء سرمایہ اہلسنت ،اور یادگار سلف حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم سے رخصت ہو گئے۔ نفسانفسی اور بے چینی کے اس دور میں آپ کی رحلت صرف اہلسنت و جماعت نہیں بلکہ عالم اسلام کا عظیم نقصان ہے۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے قابل ترین تلامندہ ،تصانیف وتالیف اور مختلف موضوعات پر بے باک قلم اٹھانا ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے، جو ہمیشہ ہمارے دلوں میں ان کی یاد تازہ رکھے گا۔ ناچیز کو برادر محترم علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب کے ہمراہ متعدد مرتبہ آپ سے نشست حاصل رہی چونکہ ہم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمسایہ تھے ہم نے آپ کے شب وروز کو بہت قریب سے دیکھا، اس پیرانہ سالی اور مہلک بیماری کے غلبہ کے باوجود زہد وتقوٰی رشد وہدایت اور تحریر وتصانیف کا سلسلہ آخر دم تک جاری رکھا۔

اور اس مادی دور میں بھی اپنی زندگی قلندرانہ شان سے گزاری۔ اور ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو ہمیشہ ہمارے لیئے مشعل راہ ہوں گیا آپ کی عظیم یادگاروں میں آپ کے فرزند ارجمند علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری اور تصانیف بلاشبہ عظیم کارنامہ ہے۔

خداوند کریم سے دعا ہے کہ آپ کے صاحبزادہ گان اور تلامندہ کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب سدیدی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......

آپ کے والد بزرگوار استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سانحۂ ارتحال آپ کے لئے۔ ہم سب اہل سنت کے لئے عظیم صدمہ ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے حضرت کو جوار رحمت میں درجات قرب سے نوازے تمام وابستگان نسب ونسبت کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، مسند تدریس سونی ہوگئی۔ تصنیف کے حوالے سے حضرت کی گرانقدر تحقیقات مسلک حق اہل سنت کے لئے عظیم سرمایہ ہے۔ اسلاف واخلاف کے لئے یادگار اور وجہ افتخار ہے۔

دور قحط الرجال میں آپ افاضل واماثل امت کے وارث اور امین تھے۔ رب کریم آپ کو آپ کے برادران گرامی کو حضرت کی ایمانی روحانی امانتوں کا سرمایہ دار اور جانشین رکھے۔

آپ کے برداران گرامی سے سلام مسنون ومضمون واحد۔

دعا گو۔ یکے از خدام اہل سنت

محمد محفوظ الحق غفرلہٗ

............❀❀❀............

شیخ القرآن حضرت علامہ علی احمد سندھیلوی

جامع المعقول والمنقول، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر، شیخ طریقت، عالم ربانی، حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ہمہ صفت موصوف تھے۔ ساتھ ساتھ عاجزی انکساری، صبر وشکر کا مجسمہ بھی تھے۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے عرب وعجم کے طلباء، علماء ومشائخ

اور کاملین کی بہت بڑی تعداد علمی وروحانی فیوض وبرکات سے محروم ہوگئی بلکہ امتِ مسلمہ ایک بہت
بڑے شرف سے محروم ہوگئی ہے۔انہوں نے لائق اور شریف اولاد کے ساتھ،روحانی اولاد کی بہت
بڑی تعداد اپنے پیچھے چھوڑی ہے نیز بہت ساری زندہ تصنیفات امت مرحومہ کی تعلیم وتربیت کیلئے
لکھیں۔اللہ تعالیٰ حبیب مکرم ﷺ کے صدقہ،آپکی قبر کو منور اور ٹھنڈا فرمائے،آپکے بنین (بیٹے)
وبنات (بیٹیاں)،جملہ اہل خانہ اور دیگر متعلقین کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔آمین

حضرت علامہ مفتی منیب الرحمٰن ،کراچی

علامہ محمد عبدالحکیم شرفؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ تمام تر علمی جلالت اور شکوہ کے باوجود انتہائی
متوازن،متواضع اور متناسب طبیعت کے مالک تھے۔علامہ عبدالحکیم شرفؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے
عہد کے ممتاز مفسر،محدث،فقیہ،مدرس،محقق،مصنف اور مایہ ناز ادیب اور صاحب طرز نثر نگار تھے
انہیں کتابیات اور رجال پر ملکہ تامہ حاصل تھا،ہمارے برصغیر پاک وہند کے تناظر میں وہ مسلک اہل
سنت وجماعت پر سند اور اتھارٹی رکھتے تھے۔انہون نے اردو اور عربی میں وقیع علمی تحقیقات
اور دعوتی سرمایہ چھوڑا ہے۔بحیثیتِ مدرس انکی دینی واسلامی خدمات کا دورانیہ بڑا طویل ہے۔انہوں نے
اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ کرام سے اکتساب علم وفیض کیا پھر زندگی کا تقریبا سارا عرصہ تدریس،تحقیق
اور تصنیف میں گذار دیا۔وہ اپنے ایام علالت سے پہلے طویل عرصہ تک اہل سنت وجماعت کی عظیم
دینی درسگاہ "جامعہ نظامیہ رضویہ" میں استاذِ حدیث کے منصب جلیل پر فائز رہے۔ان کے تلامذہ
تقریبا دنیا کے اکثر ممالک میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور دین حنیف کی خدمات سرانجام
دے رہے ہیں۔آخری عمر میں ان کو تصوف وطریقت اور ارشاد سے کافی لگاؤ ہوگیا،اس لئے بیعت
وارشاد اور ذکر کی مجالس بھی منعقد کرتے تھے۔ان کے وصال پرملال سے اہل سنت وجماعت
میں بہت بڑا علمی خلا پیدا ہوگیا ہے،جس کو پر کرنا مشکل نظر آتا ہے۔اللہ رب العزت ان کے
درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے،ان کی جملہ دینی خدمات کو ان کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر قبول

فرمائے اور ان کی اولاد [illegible] ان کے جملہ پسماندگان متعلقین، متوسلین، لواحقین، معتقدین اور مستفیدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

❀❀❀

علامہ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی، لاہور

شیخ الحدیث، شرف ملت حضرت مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، اہل سنت کا عظیم سرمایہ، مسند تدریس کے تاجدار اور میدان تحقیق و تصنیف کے شاہسوار تھے۔ ان کا وصال ہمارا عظیم نقصان ہے۔

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی　　　اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

❀❀❀

مفتی ہدایت اللہ پسروری صاحب۔ ملتان

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے بے مثال مدرس، محقق، مصنف اور دنیائے اہل سنت کیلئے سرمایہ افتخار تھے۔ انہوں نے ساری زندگی اسلام دشمن فتنوں کے خلاف مسلسل جہاد کیا، وہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے علمی وارث تھے۔ انہوں نے اسی جامعہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور پھر آخری ایام تک اسی جامعہ میں علوم وفنون سے تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے نیز تصنیف و تالیف کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو یقیناً رہتی دنیا تک ان کے لئے صدقہ جاریہ کے طور پر باقی رہیں گے۔ ان کے بے شمار تلامذہ (شاگردانِ رشید) کے ساتھ، ان کے خلف الرشید عزیزم علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی اور ان کے برادران انکی نیکیوں میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرف ملت کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، ان کے لاتعداد تلامذہ، عقیدتمندوں اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں ان کے عظیم مشن کو جاری رکھنے کی توفیق انیق ارزانی فرمائے۔ آمین

محمد یعفور رضا عطاری کراچی

عالم کی موت، عالَم کی موت ہے۔

.................❁❁❁.................

علامہ محمد نعیم رحمت نوری، گوجرانوالہ

عالم اسلام کے عظیم عالم دین، دنیائے اہل سنت و جماعت کے عظیم محسن بلکہ دنیائے اہل سنت و جماعت کی آبرو، تاجدار مسلک حق، پیر طریقت، رہبر شریعت، حضور قبلہ عالم، شیخ القرآن والحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے صرف میں ہی نہیں میرے ابوجی حضور بانی جامعہ نعیمیہ گوجرانوالہ، شیخ الادب والفقہ، مولانا ابونعیم محمد رحمت اللہ نوری بھی عقیدت رکھتے تھے گویا ان سے عقیدت و محبت مجھے تو ورثہ میں ملی ہے۔ شرف ملتِ اسلامیہ، سینوں کے دلوں کی دھڑکن، اہلِ سنت و جماعت کی جان، بلکہ میرے مسلک کی پہچان، شیخ الحدیث، شرف ملت حضرت مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، ائمہ اہل سنت کے طریق سے ہیں بلاشبہ آپ کو امام اہل سنت کہا جائے تو بے جا نہیں بلکہ بجا ہے۔ آپ جیسی ہستی کو دنیائے اہلِ سنت و جماعت روتی رہے گی، یہ کمی کبھی پوری نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نسبی اولاد اور روحانی اولاد کو صبرِ جمیل دے۔ آمین

.................❁❁❁.................

علامہ محمد عمران الحسن فاروقی، لاہور

استاذ العلماء، شرفِ ملت، محسن اہل سنت، حضرت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ جب بھی آقائے دوجہاں ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار ٹپک پڑتے تھے، انہوں نے ہمیں صحیح

معتوں میں دینی فکر سے روشناس کیا، ہماری تربیت فرمائی، ہمارے دلوں میں دین کا درد بھر دیا۔ اللہ کریم ان کو بلندی درجات عطا فرمائے۔ آمین

علامہ مولانا محمد افضال، لاہور

محمد عبدالحکیم شرف قادری نور اللہ مرقدہٗ، اہل سنت کا عظیم سرمایہ، اپنے دور کے ممتاز سے زیادہ محدث، مفسر، صاحب تقویٰ اور فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے تمیں سال حدیث رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی تفسیر پڑھاتے ہوئے گذارے اور انہوں نے اپنا وقت فقط تدریس کو ہی نہیں دیا بلکہ اپنی تدریسی مصروفیات سے ٹائم نکال کر متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جو کہ آپ کے بعد آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں آپکے شاگرد ہیں، جو صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر حصوں میں دین متین کی خدمت عالیہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات ان کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

قاری محمد صفی الدین مدنی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (سورۃ الرحمن ۲۸)

(ہر وہ (جاندار) جو زمین پر ہے، فنا (وہلاک) ہو جائے گا۔ اور تمہارے بڑی شان اور بزرگی والے رب کی ذات باقی رہے گی)

ہر چیز کو فنا ہے اور صرف ذات باری تعالیٰ کو بقا ہے۔ دنیا میں ہر دور کے اندر دو قسم کے لوگ آئے ہیں اور آتے رہیں گے، مگر کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوتے ہیں جو قیامت تک اپنا نام زندہ چھوڑ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی ظاہری زندگی کے زمانے تک محدود ہوتے ہیں، مستقبل میں انکے

نام تک سے واقف نہیں ہوتا مگر مربی و مشفق ہمارے روحانی باپ، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ان نفوس قدسیہ سے ہے جو اپنا اسم گرامی تا صبح قیامت زندہ و جاوید فرما گئے۔ آپ علم و حکمت کے پیکر اور عاجزی و انکساری کا مجموعہ تھے۔ تدریس و تصنیف کے میدان میں آپ نے وہ گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جو موجودہ زمانہ میں کم ہی کسی سے سر انجام پا سکتی ہیں۔ آپ نے اپنے طلبہ و تلامذہ کا ذہن ہمیشہ تدریس کی طرف ہی مائل فرمایا۔ عرصہ انتالیس (۳۹) سال تک مسلسل درس نظامی کی تدریس سے وابستہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ علمی و روحانی روشنی، دنیا کے چار کونوں میں بکھیرتے رہے۔

میری دعا ہے باری تعالیٰ ہمارے استاذِ مکرم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

❀❀❀

شیخ الحدیث علامہ محمد صدیق ہزاروی، لاہور

استاذ العلماء، ادیب ملت، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی جب دماغ کے کسی گوشے میں جلوہ گر ہوتا ہے، تو تصور میں ایک گوشت پوست کا انسان نہیں بلکہ علوم دینیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، دنیائے تدریس کا کوہ گراں اور تصنیف و تالیف کا نیر تاباں اچانک جاگزیں ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا عالم دین کہ حکمت و دانائی، ذہانت جسکا طواف کرتی نظر آتی ہے۔ ایک ایسا مدرس، جس پر علوم و فنون کی عقدہ کشائی قربان ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ ایک ایسا صاحبِ قلم جس کی تلاش میں خود قلم و قرطاس سرگرداں ہیں۔ حضرت علامہ شرف قادری بظاہر عصر حاضر کا باسی لیکن حقیقت میں اسلاف کا کامل نمونہ، علم کے تقاضوں کی جھلک جس کے اعمال کا جھومر ہے۔ تواضع جس کا اوڑھنا بچھونا، تقویٰ جسکی زندگی کی زینت اور تحقیق جس کے بائیں ہاتھ کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ ایک ایسی شخصیت، جو "اِنَّمَا یَخْشَی

اللّٰہ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" (سورۃ فاطر ۲۸) کا مصداق ہے۔ تصنع وبناوٹ جس کی ذات سے کوسوں دور، اخلاق عالیہ جس کے جبہ و دستار، جس کا وجود مسعود باعث صد برکات، جس کا اس دنیا سے کوچ فرمانا حقیقت میں "موت العالم موت العالم" ہے۔ اللہ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

............❀❀❀............

مولانا ذوالفقار احمد سیالوی ، لاہور

شرف الملۃ والدین، استاذ العلماء، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ آپ تمام علوم نقلیہ وعقلیہ کے جامع، نہایت شفیق ، مہربان، ہمدرد، عالم دین اور استاد تھے۔ طلباء سے حد درجہ محبت وشفقت سے پیش آتے، علم دین حاصل کرنے والوں کو اپنی حقیقی اولاد کی مانند تصور کرتے تھے خواہ وہ آپ کے پاس زیر تعلیم ہوتے یا کسی اور مقام پر تعلیم اسلام حاصل کرنے والے ہوتے۔ تکبر و غرور نام کی کوئی چیز آپ میں قطعاً نہ تھی۔ عالم اسلام کی بدحالی پر غمگین رہتے تھے۔ ہر تحریک جو اسلام، مسلمانوں اور اہل سنت وجماعت میں ہوئی، اس میں ضرور شامل ہوئے، تمام عمر درس وتدریس، تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ انتہائی علالت و بیماری کے باوجود زندگی کے آخری ایام میں کلام الٰہی کا ترجمہ کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کو قرآن مجید سے بہت محبت تھی، میں جب بھی حاضر ہوتا مجھ سے تلاوت کلام مجید سماعت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت استاذی المکرم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور ہمیں آپکے بہترین طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

............❀❀❀............

علامہ عبدالحمید نقشبندی ،لاہور

استاذ العلماء، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک بے مثل عالم دین اور دین کا درد رکھنے والے انسان تھے۔ مجھے چند دن انکی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا، وہ ایام میری زندگی کے حسین ایام ہیں۔ غرض الفاظ میں ان کی زندگی کے محاسن کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ اللہ غریق رحمت کرے۔ آمین

............❁❁❁............

غلام غوث بغدادی قادری

انسان کی زندگی میں کئی شخصیات سے تعارف ہوتا ہے اور یہ بات عین حقیقت ہے کہ عظیم ہستیاں کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے محسن اہل سنت، محقق دوراں شرف الملۃ والدین، حضرت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، آج ان کے وصال پر مسلک حق اہل سنت و جماعت کا درد رکھنے والا ہر شخص یقیناً افسردہ ہے۔ دراصل افسوس ناک امر اور ہماری کمزوری یہ ہے کہ عظیم شخصیات کی قدر ان کے وصال کے بعد ہوتی ہے۔ زندگی میں معلوم نہیں ہم قدر کیوں نہیں کر پاتے۔ قبلہ شرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے ہمیں یہ کہ ہم اکابر اہل سنت کی قدر کریں اور اصاغر اہل سنت کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے کئی روشن پہلو تھے جن میں سے ایک عاجزی وانکساری نمایاں پہلو تھا اور دوسرا شاید اپنے مسلک کو ترقی دینے کے پیش نظر یہ کہ آپ جس اہل سنت و جماعت کے فرد میں معمولی سی بھی صلاحیت ملاحظہ فرماتے تو اس کی حد درجہ حوصلہ افزائی فرماتے نیز اسے کام کرنے پر ابھارتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رفعہ اللّٰہُ (جس شخص نے اللہ کی کیلئے عاجزی وانکساری کا رویہ اپنایا تو اللہ تعالیٰ اسکو رفعت کے بام عروج پر فائز فرمادے گا) حضرت

شرف صاحب کی زندگی تواضع میں گذری تو آج دنیا اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کس قدر بلندیاں عطا فرمائی ہیں اور لوگ دنیا بھر سے اس ہستی کو خراج عقیدت وتحسین پیش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور آپ کے صاحبزادگان کو حضرت کے نقش قدم پر گامزن فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

پیر طریقت حضرت ڈاکٹر محمد اشرف جیلانی ،کراچی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ﷺ

اہل سنت وجماعت کے جید عالم دین ،صاحب علم وحلم ،صاحب تقویٰ وپرہیزگاری، یادگار سلف، حجۃ الخلف ،استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری قدس سرہٗ العزیز کی ذات والا صفات ایک جامع کمالات شخصیت تھی۔وہ بیک وقت مدرس، مفسر، مترجم، مصنف، مؤلف، محقق، محدث اور فقیہ تھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ان تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ درحقیقت وہ ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔ان کو ہمارے خانوادہ اشرفیہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔راقم کے والد گرامی اشرف المشائخ، سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی نوراللہ مرقدہٗ نے انہیں سلسلہ اشرفیہ کی خلافت عطا فرمائی تھی۔حضرت شرف صاحب نے راقم کو اپنی تمام اسانید حدیث عنائت فرمائی تھیں، اس طرح راقم کو بھی ان کے تلامذہ میں شمار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، کبھی پر نہ ہو سکے گا۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت ورضوان کی بارش فرمائے اور ہمیں ان کے مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حضرت علامہ محمد عبد العلیم سیالوی، لاہور

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، علماء کائنات کی حیات کا باعث ہوا کرتے ہیں۔دریا کی مچھلیاں ان کے لئے دعا کرتی ہیں، ان کی فرقت و وصال کائنات کی آہ وفغاں کا سبب بنتا ہے۔۱۹۵۴ سے حضرت، علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ رہا، جامعہ نظامیہ رضویہ میں طالب علمی کے دور سے لیکر وصال تک، سرکار دو عالم ﷺ کے عشق ومحبت کے کوہ ہمالیہ علم و عمل کے پیکر، عجز وانکساری (کا عنصر انہیں منازلِ صوفیا کے کس قدر قریب کر رہا تھا) یہ بات ان کے کمال کی نشان دہی کرتی ہے۔بے شمار کتب کی تصنیف، ایمان کی پختگی، اکابرین کا انتہائی ادب واحترام، ان کا طرۂ امتیاز تھا۔میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمہ گیر شخصیت، بے بہا خوبیوں کے مالک آج ہمیں جدائی کے صدمہ سے ہمکنار کر کے اپنے اللہ جل جلالہ ومحبوب ﷺ کی بارگاہ میں چل دیئے۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارشیں تا ابدالآباد رکھے۔آمین

❀❀❀

علامہ اقبال احمد فاروقی، نگران مرکزی مجلس رضا، لاہور

حضرت، علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے سلسلہ میں منعقدہ اجلاس میں حاضری کا موقعہ ملا، یہ میرے لئے باعث افتخار ہے۔حضرت شرف رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم سنی عالم تھے، مدرس تھے، معلم تھے، ساری زندگی خدمت اسلام میں گزاری اور بیسیوں دینی کتابیں لکھیں۔مختلف موضوعات پر اظہار خیال کیا اور امت مسلمہ خصوصا نوجوانان اہل سنت وجماعت کی علمی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔آپ اعلی حضرت فاضل بریلوی کے افکار کے ترجمان تھے۔ان کے جانے سے اہل سنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔آمین

علامہ محمد نور الحسن انور، لاہور

حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم عالم دین تھے۔ فقیر کو الحمد للہ ان سے تقریباً پچاس سال سے تعارف اور میل ملاقات تھی۔ آپ جس قدر زیادہ صاحب علم و فضل تھے، اسی قدر آپ میں عاجزی وانکساری موجود تھی۔ آپ کی تدریسی، تعلیمی اور تصنیفی خدمات، اپنی مثال آپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے، اعلیٰ علیین میں مقام رفیع پر فائز فرمائے، آپ کے صاحبزادگان، متوسلین اور تلامذہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ

❀❀❀

علامہ مفتی سید مزمل حسین شرقپوری البغدادی، لاہور

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد:

حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ جنازہ میں شرکت باعث بخشش ہو جائے کیونکہ میں ذاتی طور پر ان کو سلف صالحین میں شمار کرتا ہوں کیونکہ قبیح وصف ان کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا، لیکن جہاں تک حسین اوصاف کا تعلق ہے تو وہ تمام ان میں موجود تھے نیز علم و عمل کے اعتبار سے سلف صالحین کا خوبصورت نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر شریف کو روشن اور منور فرمائے، ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے، ان کا زہد و تقویٰ ہم سب کیلئے قیامت کے روز ذریعہ نجات بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

❀❀❀

علامہ صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی، مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن

اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم بطفیل خواجہء انام، نبی محتشم ﷺ حضرت العلام، استاذ العلماء، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مرحوم و مغفور کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ وہ ایک عظیم شخصیت تھے کہ دین مبین کی خدمت میں پوری زندگی صرف کر دی۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی نمایاں مقام کے حامل تھے اور آج بھی اسی طرح ممتاز اور نمایاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

❀❀❀

علامہ حافظ محب الدین نوشہروی، شرقپور شریف

کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل تڑپتے ہیں

کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار جاتا ہے

انتہائی دکھ کا مقام ہے کہ آسمان علم و حکمت کے چمکتے دمکتے ستارے، برق رفتاری کے ساتھ، ہماری نظروں سے، اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے آفتاب علم دین کا دنیا سے رخصت ہو جانا، یقیناً دنیائے اہل سنت و جماعت کیلئے نا قابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی خصوصی مہربانی سے اس عظیم نقصان کی تلافی فرمائے اور ان کے فیوض و برکات کو قیامت تک جاری و ساری فرمائے۔ آمین

❀❀❀

محمد نعیم اختر نقشبندی، کاموکی

اناللہ وانا الیہ راجعون، شرف ملت، حضرت العلام، شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری

رحمۃ اللہ علیہ ان معدودے چند علمائے کرام میں سے تھے جو علم و عمل کا پیکر اور مجسمہ تواضع و عاجزی تھے۔ مولا تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہم جیسے طالب علموں کو ان کے فیض سے مشرف فرمائے۔ اللہم اغفرہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ

❀❀❀

علامہ ابرار احمد صدیقی رحمانی، نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

آفتاب علم و فکر، شیخ الحدیث والتفسیر، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم کی بہت سی کرنیں چھوڑ کر ہم سے روپوش ہو گئے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ حضرت علامہ نے اہل سنت وجماعت کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، وہ یقیناً ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی وفات حسرت آیات سے علمی ودینی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اسکا صدیوں پر ہونا ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ حضرت علامہ صاحب کو اپنا قرب خاص عطا فرمائے اور ہم اہل سنت وجماعت کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے علمی مشن پر کام کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ بندہ ناچیز، حقیر کراچی سے فاتحہ، سوئم میں حاضر ہوا کہ اتنی عظیم ہستی کے سوئم میں شریک ہونا فقط باعث ثواب ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے باعث نجات بھی ہے۔ بقول میر تقی میر:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں ۔۔۔ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں۔

بندہ ناچیز ان کے لواحقین اور پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

❀❀❀

پیر سید احمد عثمان نوری، چیئرمین نوری فاؤنڈیشن

حضرت، علامہ، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ایک جید عالم دین ہی

نہیں بلکہ روحانیت کا سرچشمہ تھے۔حضرت شیخ الحدیث صاحب نے جو علمی تحقیقات کا ذخیرہ ہمارے لئے چھوڑا ہے،ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔آپ نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے فروغ کے لئے بے مثال خدمات سرانجام دی ہیں۔آپ کے تلامذہ میں شیوخِ حدیث اور بہت سے مستند علماء ہیں۔اللہ کریم آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

۞۞۞

علامہ احمد علی قصوری،لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ومن یوتی الحکمۃ فقداوتی خیرا کثیرا"

آج جس پیکرِ علم وعمل کے ایصالِ ثواب کی تقریب میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے،میری ناقص نگاہ میں فیضانِ فضل حق خیر آبادی کا جو چشمہ بہتا ہوا حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا،ہمیں جو ذخائر عطا کر گیا ہے،ان میں حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ غیر معمولی اہمیت کی حامل شخصیت ہیں۔انہوں نے ہمہ پہلو قابل رشک زندگی گذاری ہے۔دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی رحمت کے صدقے،ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر انہیں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عنایت فرمائے،اور جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسے اپنے کرم سے جلد از جلد پر فرمائے۔آمین

۞۞۞

علامہ محمد شہزاد مجددی ،دارالاخلاص ،لاہور

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

حضرت،علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں آج اہل علم ودانش کا ایک عظیم

اجتماع ہے جہاں بڑے بڑے فضلائے روزگار تشریف فرما ہیں، آج ان کا وصال ہوئے تیسرا دن ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مرحوم کی یادیں تازہ تر ہوتی جارہی ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ وقت کی گردش آسمان علم وفضل کے نیر تاباں کی تابانیوں اور درخشانیوں کو گہنا نہیں پائے گی اور آپ کا تدریسی، تصنیفی اور تحقیقی اثاثہ، دنیائے فانی میں نشان بقاء بن کر جریدہ ء روزگار پر ثبت رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ ء عالم دوام ما

...............❀❀❀...............

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، جامعہ جلالیہ رضویہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم، آج علم وحکمت کا ایک آفتاب غروب ہو جانے کے بعد اس آفتاب کی روشنیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے اور اندھیروں کے خطرات پر افسردگی کے اظہار کا یہ اجتماع، استاذ العلماء، آبروئے قرطاس وقلم، زہد وتقویٰ کے مینار، ایک روشن فکر مصلح، ایک دردمند دل کے حامل مبلغ، ایک ہمہ جہت مربی، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ختم قل شریف کا ہے۔ حضرت مخدوم امم داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پاک کے زیر سایہ حضرت شرف ملت کے جنازہ کے اجتماع میں آپ کی اخروی زندگی کے بارے میں قرائن بول رہے تھے کہ جس رب تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرتے ہوئے انہوں نے زندگی گذاری اور جس محبوب ﷺ کے عشق کو بانٹتے ہوئے، آپ نے شب و روز بسر کئے، وہ آپ کو نوازیں گے۔ ان شآء اللہ تعالیٰ

...............❀❀❀...............

علامہ عزیز احمد قادری، جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

اللہ تعالیٰ نے استاذ العلماء، علامہ شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کو عظیم صلاحیتوں سے نوازا تھا خصوصاً آپ کے دل میں مسلک حق اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ نے اپنی پوری زندگی اسی مسلک کی خدمت کرتے ہوئے گذار دی، اس کو فروغ دینے میں اپنا خوب حصہ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے مزار اقدس پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ قلندر لاہوری حضرت علامہ اقبال نے یقیناً ایسے ہی مرد قلندر کے بارے میں فرمایا تھا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا چمن میں دیدہ ور پیدا

❀❀❀

حافظ محمد رؤف احمد نقشبندی، جامعہ حنفیہ غوثیہ، لاہور

ستاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت تھے، آپ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں سے ان چند افراد کی مانند تھے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم فرمایا ہوتا ہے۔ اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں کہ آپ کی علمی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ اللہ آپ کے بچوں، شاگردوں اور خلفاء کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

❀❀❀

علامہ حافظ محمد شاہد اقبال، لاہور

استاذ الاساتذہ، شیخ القرآن والحدیث، حضرت علامہ، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نہایت کریم، شفیق اور مہربان استاذ تھے۔ دور حاضر میں اپنے شاگردوں اور علماء کو تحریر و تدریس

کی ترغیب دینے والے تھے۔محبت وپیار کے ساتھ اصلاح فرمانا ان کا کام تھا،اللہ تعالیٰ آپ کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آہ! آج ہم اپنے ایک کریم، حلیم اور مہربان راہنما واستاذ سے محروم ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر بے پایاں رحمتوں کا نزول فرمائے،ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی صلبی وروحانی اولاد کو ان کا عظیم مشن جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین

............❀❀❀............

خلیفہء مسعود ملت علامہ جاوید اقبال مسعودی ،کراچی

علامہ،شیخ الحدیث والتفسیر،محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ آبروئے اہل سنت اور محسن اہل سنت تھے،بلا مبالغہ اگر کہا جائے کہ آپ شرف ملت بھی اور شرف اہل سنت تھے تو بالکل صحیح ہوگا،مسلک حق اہل سنت وجماعت کیلئے ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں،ان کے پاس سب سے بڑی دولت،عشق مصطفیٰ ﷺ تھی۔میرا یقین ہے وہ یہی دولت لیکر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔

؎ لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے ۔۔۔ اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

............❀❀❀............

محمد عبدالستار طاہر مسعودی

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی........اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

علامہ شیخ الحدیث والتفسیر محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کا وصال پرملال ایک ایسا سانحہ ہے،جسے مدتوں بھلایا نہ جا سکے گا۔آپ زندگی بھر دین متین کی اشاعت وترویج میں مصروف رہے۔آپ کی محبتیں،شفقتیں،ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

احقر کو آپ کی شخصیت پر کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جو میرے لئے عظیم سرمایہ ہے۔ آپ کی خدمات دینیہ سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہیں۔ مولا کریم آپ کے صاحبزادگان کو ہر اعتبار سے آپ کا سچا جانشین بنائے اور مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے نوازے

...........❁❁❁...........

علامہ شاہد اقبال مسعودی

علامہ شیخ الحدیث والتفسیر محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ جیسی شخصیت، اہل سنت و جماعت اور عالم اسلام کے لئے عظیم سرمایہ اور نعمت عظمیٰ تھی۔ آپ کی دینی تعلیم و تدریس سے ہزاروں دینی طلباء نے فیض حاصل کیا۔ آپ کو اردو، عربی، فارسی وغیرہ پر عبور حاصل تھا جن میں آپ نے بے شمار کتابیں لکھیں، آپ استقامت اور استقلال کا عظیم نمونہ تھے، یہی وجہ ہے کہ سخت بیماری کے عالم میں بھی آپ نے قرآن کا ترجمہ کیا، آپ کی کتاب، البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ بہت مشہور ہوئی۔

...........❁❁❁...........

نور محمد سعیدی، خطیب بھائی پھیرو

محقق العصر، شیخ الاسلام، نابغہ روزگار، حضرت قبلہ، استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کے انفصال دنیا و وصال الی اللہ سے اہل سنت و جماعت ایک عظیم شخصیت سے محروم ہو گئی ہے، دور حاضر میں آپ جیسے فن تدریس و فن تصنیف کے شاہسوار کے عالم فانی کو الوداع کہنے سے، جو خلاء پیدا ہوا ہے مستقبل قریب میں یہ پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

...........❁❁❁...........

محمد اطہر القادری ۔انجمن اساتذہ ، پاکستان پنجاب

محسن ملت یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا سانحہ ارتحال نہ صرف عوام الناس بلکہ علماء ومشائخ کے لئے ایک ایسا داغ ہے جو مندمل ہونا ناممکن ہے

،خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

وقار سنیت کا ایک ایسا معتبر حوالہ کہ جن کی پوری حیات اسی عظیم مشن کے لئے وقف رہی۔ جذبات و احسات کو لفظی جامہ پہنانا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔اس لیے کہ حال کا قال میں سمانا عقدہ لاینحل ہے۔آپ کی بے پایاں شفقت ومحبت تازندگی ناقابل فراموش رہے گی۔ جب بھی ان کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل ہوئی ہمارے اندر خدمت اسلامی کے ایک نئے جذبے نے انگڑائی لی۔ اور پھر میدان عمل میں آنے کا حوصلہ عطا ہوا، راقم نے اپنی تصنیف ،الجواہرات عن الزیارات جو سعودی عرب، شام، عراق اور ایران کا سفر نامہ ہے پیش کی تو انتہائی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا۔اسی طرح احقر نے جب شہنشاہ بغداد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے دربار سے اجازت وخلافت پر مشتمل شجرہ حضرت مولانا عبدالعزیز صدیقی صاحب کی معرفت بھیجا تو آپ نے دست مبارک سے اسکا اردو ترجمہ فرمایا، جس کی اصل احقر اپنے لئے ان کی طرف سے ایک بہت بڑا انعام سمجھتا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے احسانات سے نہ صرف راقم بلکہ پوری سنیت کی گردن زیر بار ہے۔ چند دن قبل جمعہ کی نماز کے بعد مولانا عبدالعزیز صدیقی صاحب جوان کے شاگرد خاص ہیں،ان کی معیت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور مزاج پرسی کی سعادت حاصل کی تو گفتگو سے معذوری کے سبب کاپی پر لکھ کر حالات حاضرہ اور دینی خدمات پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا اور اس وقت بھی تصنیف وتالیف ،ایسی خدمات میں مشغول ومصروف ہونے کا اظہار فرمایا۔اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی پوری زندگی

شمع کی طرح جلیں بزم گاہ عالم میں خود جلیں، دیدہ اغیار کو بینا کر دیں

کا مصداق تھی۔ اللہ رب العزت ان کے درجات میں رفعت و بلندی عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے اور اہل سنت وجماعت کو بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

............❀❀❀............

حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری، چیئرمین حضرت سلطان باہو ٹرسٹ، برطانیہ

آج کا دن ایک عظیم شخصیت سے جدائی کا دن ہے۔ میری جب بھی آپ سے ملاقات ہوئی۔ اچھے کام کی تعریف فرمائی، جو کمیاں ہیں ان کو دور کرنے کا مشورہ عطا فرمایا۔ آپ کی شخصیت علم و عمل کا نمونہ تھی۔ نہایت ہی درویش انسان تھے۔ آخری سالوں میں آپ پر بیماری کا غلبہ ہو گیا تھا جس کا مقابلہ بڑی ہمت و جوانمردی سے کیا۔ تواضع اور انکسار تو گویا آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی انکے چھوڑے ہوئے نقوش پا پر چلتے ہوئے، خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

............❀❀❀............

محمد یاسین قصوری نقشبندی، ادارہ علوم ادب، لاہور۔

حضور قبلہ شرف اہل سنت، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر اہل سنت وجماعت کیلئے یقیناً صدمہ عظیمہ ہے۔ آپ کی قد آور شخصیت، علماء و فضلاء کیلئے ایک ممتاز راہنماء کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ کی تدریسی، تصنیفی، تالیفی اور تحقیقی و ادبی خدمات اہل سنت کیلئے باعث صد افتخار تھیں اور رہیں گی۔

علامہ سید ریاض حسین شاہ کاظمی، جامعہ سیف الاسلام مظفر آباد

استاذی المکرم، شرف ملت، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں عالم ربانی تھے۔ انہوں نے ساری زندگی، علوم اسلامیہ کی تدریس کو عبادت سمجھ کر اپنائے رکھا، اور آپ نے بلاشبہ اپنے اس فریضہ کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا، جو اخلاص، استغناء اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے رکھا تھا، وہ کم ہی علماء کے پاس دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے درویشانہ زندگی بسر کی ہے ب، لاشبہ آپ کے وصال سے عالم اسلام کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی دینی، مذہبی اور ملی خدمات کو ہمیشہ تک یاد رکھا جائے گا۔ آپ بظاہر تو دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن دینی خدمات اور تصنیفات کی وجہ سے آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ایک عالم دین دنیا میں جو کچھ کر سکتا ہے، یا اسے کرنا چاہیئے، بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث والتفسیر کی دینی، ملی اور مذہبی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اپنی شان کے مطابق انہیں جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❀❀❀

حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری، زیب سجادہ حضرت سلطان باھو

۳۹: یک عظیم علمی شخصیت اپنے خالق حقیقی سے شرف باریابی پا کر ایک سفر مکمل کر چکی ہے، لیکن ایسی ان مٹ نشانیاں چھوڑ گئے، جو ایک ورثہ بھی ہے اور لائحہ عمل بھی، پروردگار عالم ان پر اپنی رحمتوں کی بے پایاں بارشیں فرمائے۔

حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر سلطان امتیاز الحسن

دربار حضرت سلطان باھو

حضرت ایک سادہ منش مگر بہت بڑی علمی شخصیت تھے۔ ہر ایک کیلئے دعا گو اور پیار کرنے والے عالم دین تھے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو ہدایت کے راستے پر گامزن رکھے۔ آمین

٭٭٭

سید محسن شاہ

حضرت ایک شفیق، محبت کرنے والے انسان مگر بہت بڑی علمی شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی دینی خدمات، تصنیفات و تالیفات وغیرہم کو ان کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور ہمیں بھی انکی زندگی کے مطابق اپنی زندگیاں گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

٭٭٭

محمد فیصل جاوید

محسن ملت، استاذ الاساتذہ، شرف اہل سنت و جماعت، یادگار اسلاف، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایسے نازک دور میں، داغ مفارقت دے جانا، بلاشبہ ایک عظیم سانحہ ہے۔ صدیوں کی کاوشیں ہمیں ایسے شرف سے مشرف کرنے سے عاجز نظر آتی ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صاحبزادگان کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

٭٭٭

صاحبزادہ کاشف سلطان دربار عالیہ حضرت سلطان باھو

علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اہل سنت کی ایک نہایت قد آور شخصیت تھے اور ان کی خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔

❀❀❀

حافظ محمد اختر چشتی انچارج تحفیظ قرآن انسٹی ٹیوٹ

عالم اسلام کی عظیم شخصیت استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے ساری زندگی دین کے لیے وقف کر دی اور آپ کی خدمت کو عوام اہلسنت کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ آپ کی تصانیف ہمیشہ مسلمانوں کے لیے صراط مستقیم رہیں گی،

❀❀❀

صاحبزادہ محمد اویس قادری، صوبائی امیر کاروان اولیاء

یادگار اسلاف، استاذ، شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت تھے آپ کے صال با کمال سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے کبھی اسلاف کی جیتی جاگتی یہ تصویر نہیں دیکھ سکیں گے۔ آپ انتہائی منکسر المزاج، ملنسار، عاشق رسول ﷺ تھے آپ کی سوانح عمری کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ پھر بھی آپ کی علمی، ملی اور دینی، خدمات کا اعتراف دریا کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ آپ کی عاجزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قبلہ ممتاز احمد سدیدی صاحب نے ایک مرتبہ علامہ صاحب سے کہا کے حضور دعا فرمائیں کہ اللہ آپ جیسا اخلاص ہمیں بھی عطا فرمائے۔ یہ سن کر قبلہ علامہ شرف صاحب نے فرمایا: میں کیا ہوں میری حیثیت کیا ہے؟ اخلاص مانگنا ہے تو رومی جامی کا مانگو۔

محمد ضیاء الدین نوری اوکاڑہ

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرؔف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم انسان تھے۔ جو کہ محبت اور پیار کے پیکر تھے۔ان کی ذات عالم اسلام کے لئے علمی کمالات کا نمونہ تھی۔ اللہ تعالی اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امین

❁❁❁

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ڈائریکٹر ادارہ مذہبی امور اوقاف (پنجاب)

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرؔف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کی عظیم علمی دینی شخصیت تھے۔ آپ ایسے نابغہ اور عبقری تھے جن سے دنیا ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہیگی۔ آپ کا وصال واقعتاً ایک ایسا نقصان ہے جسکا ازالہ ممکن نہیں اور یہ خلا حقیقتاً پر ہوتا محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے ساری زندگی ایک خاص فکر کو موثر اور مضبوط بنانے میں صرف کی اور اسی کی ترویج انکی زندگی کا خاص مقصد تھی، اللہ تعالی انکے مقصد حیات اور مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

علامہ مظفر اقبال مصطفوی ٹیکسالی گیٹ لاہور

شرف العلماء، علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرؔف قادری، اک درویش عالم دین، جو کہ علمی بساط لپیٹ کر، خاموشی سے، اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون "خدا مغفرت فرمائے۔

❁❁❁

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، جامعہ نعیمیہ، لاہور

حضرت استاذ العلماء والفضلاء علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رحلت فرما جانا نہ صرف اہل سنت و جماعت کے لیے بلکہ عالم اسلام کا عظیم نقصان ہے جسکی تلافی عرصہ دراز تک نہ ہو سکے گی۔ علامہ موصوف کے تلامذہ، تصنیفات، تالیفات، علمی رشحات، مقالات اور مختلف موضوعات پر مضامین کا ذخیرہ ایسا صدقہ جاریہ ہے، جو تا قیام قیامت تک ان کی یاد دلاتا رہے گا، اور ان کے نام کو زندہ و جاوید رکھے گا۔ آپ حقیقی معنوں میں اسلاف کی چلتی پھرتی تصویر اور وہ عظیم نشانی تھے، جو آج کے تاج و زر کے طالبان کے لیے ایک عظیم قابل تقلید مثال تھے کہ اس دور کے اندر بھی ثمین وزر سے معمور دنیا میں قلندرانہ شان سے زندگی بسر کی جا سکتی ہے خاک نشین علم کا شہسوار خاموشی سے خاک نشین ہو گیا اور اپنے پیچھے ان مٹ نقوش آفتاب و ماہتاب کی صورت میں چمکتا ہوا چھوڑ گیا۔

بارگاہ الہی میں دعا ہے کہ آپکی علمی فکری اور تصنیفی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو علمی جانشین بنائے۔

❁❁❁

مولانا محمد حسیب قادری، المرکز الاسلامی، لاہور

آج علم و حکمت کی دنیا کا بحر زخار، جو کئی عشرے تشگان علم و حکمت کی پیاس بجھانے کے لیے، علم و حکمت کے چشمہ فیض کو کھولے ہوئے تھے، اس دار فانی سے، دار بقاء کے راہی بنے۔ حضرت استاذ العلماء، فخر المحدثین، شرف الملۃ والدین، علامہ، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال با کمال اہل سنت و جماعت کے لیے کسی سانحہ عظیم سے کم نہیں حضرت صحیح معنوں میں "ثُمَّ اجْوَدُ بَنِیْ آدَمَ، رَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا ثُمَّ نَشَرَہٗ" کے مصداق ہیں

اللہ جل شانہ حضرت کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں ارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❀❀❀

علامہ غلام نصیرالدین چشتی، جامعہ نعیمیہ، لاہور

... ارادة المولیٰ جلّ وعلا ان ینتقل شیخنا شرف الاسلام الی جوار ربه فی شعبان ۱۴۲۸ھ

ماذا أقول، وماذا تنطق الكلم

الحكم لله فيما شاء يحتكم

نقول ماقالهٔ عبادهٔ الصالحون (اناللہ وناالیه راجعون)

فقد رحل عنا فقيد المثل فی العلم والعمل الشيخ محمد عبدالحكيم شرف القادری البركاتی الیٰ اعلیٰ علیین فی وقت تمس الحاجة الیٰ العلماء الربانيين مثل هذا العالم النبيل الحبر النحرير أشد من كل وقت ولكن سنة الله فی عباده الاولين والآخرين (كل نفس ذائقة الموت)

❀❀❀

علامہ محمد خلیل الرحمان قادری

استاذ العلماء، زینت مسند تدریس، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال جانگسل ہے۔ آپ کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ شاید ہی پر ہو سکے۔ آپ نے صدق واخلاص اور ایثار کو اپنا شعار بنایا اور ہزاروں رجال دین تیار فرمائے، جو پوری دنیا میں اپنی اپنی استطاعت اور صلاحت کے مطابق، خدمت دین میں مشغول ہیں۔ آپ

نے یادگار تصانیف وتالیفات کا ذخیرہ اس قوم کو دیا، جو بالخصوص اہل سنت وجماعت کے لئے اور بالعموم پوری قوم مسلم کے لئے ایک گرانقدر سرمایہ ہے۔

آپ صحیح معنوں میں، اسلاف کا نمونہ تھے، آپ نے جس صبر واستقلال کے ساتھ، انتہائی تکلیف دہ مرض کا مقابلہ فرمایا، وہ آپ ہی کا حصہ ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیماری کی ان کیفیات کے اندر بھی، آپ کے معمولات روحانی، عبادات وریاضات، اوراد ووظائف اور تصانیف وتالیفات میں کوئی قابل ذکر فرق، دیکھنے میں نہیں آیا، بلکہ اسی دوران قرآن کریم کا ترجمہ کرکے، تراجم کتب کے جہان میں ایک عظیم اضافہ فرمایا۔

؎ خدا رحمت کند، ایں عاشقان پاک طینت را... آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔۔

❁❁❁

محمد فیاض احمد سعیدی

استاذ الاساتذہ، سماحۃ الشیخ، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں شریعت وطریقت کے دونوں دریا موجزن تھے۔ آپ کی صحبت کی برکت اور مجلس کی شان یہ تھی

کہ کوئی پھول لے گیا، کوئی چاند، کوئی تارا.... جو چراغ بجھ گیا، تیری انجمن میں جل کے آپ کے سانحہ ارتحال سے، اہل سنت وجماعت ایک عظیم شیخ، ایک بلند پایہ عالم، ایک بہت بڑے شیخ الحدیث اور ایک انتہائی مشفق ومربی سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ جل جلالہ آپ کی قبر مبارک پر ابدی رحمتوں کا نزول فرمائے، اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ایک موقعہ پر آپ نے احسان دانش کا ایک شعر ارشاد سنایا تھا؛

دانش میں خوف مرگ سے، مطلق ہوں بے نیاز.... میں جانتا ہوں، موت ہے سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

❁❁❁

مولانا مفتی میاں طاہر یاسین، آستانہ عالیہ کھریپڑ شریف

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر سرمایہ اہل سنت، امین طریق صالحین، جناب علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کو فقیر نے اپنے طالب علمی کے زمانہ ہر حال میں ان اوصاف سے آراستہ پایا، جن سے ایک کامل مؤمن کو مزین ہونا چاہیئے۔ طلباء کے ساتھ بے پناہ شفقت کے ساتھ ساتھ علمی ذوق کو بڑھانے میں کوشاں رہتے۔ میں نے اپنے استاد محترم کو سنت مصطفی ﷺ پر عمل کرنے میں بہت حریص پایا، جب فقیر کی استاذی المکرم سے آخری ملاقات ہوئی، جو وصال سے قریباً صرف تین دن پہلے تھی، تو بھی حصول علم اور تبلیغ دین کی ہی تلقین فرمائی۔ المختصر یہ کہ استاد محترم کی شخصیت میں وہ تمام صفات موجود پائیں جو ایک کامل استاد میں ہونی چاہیئں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بوسیلہء مصطفی ﷺ دعا ہے کہ وہ رحیم وکریم استاد محترم پر اپنی کروڑ ہا بلکہ اَن گنت رحمتیں نازل فرمائے، آپ کی قبر انور کو منبع فیوض و برکات بنائے اور تمام وارثین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❀❀❀

حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ نیک آباد گجرات

استاذ العلماء، عالم ربانی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے بے نظیر مدرس علوم عقلیہ ونقلیہ بے مثل محقق ومصنف ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی باصفا اور عظیم مصلح تھے وہ حدیث نبوی ﷺ ان علماء ورثۃ الانبیاء کے صحیح مصداق تھے آپ نے درس وتدریس اور تصنیف و تالیف میں اس قدر محنت کی کہ وہ بہت جلد بوڑھے ہوگئے وہ ترسٹھ برس کی عمر میں دنیا فانی سے کوچ فرما گئے لیکن اجنبی لوگوں کو اسی (۸۰) برس کے لگتے تھے آپ کے وصال سے نہ صرف پاکستان بلکہ

پورا عالم اسلام ایک عظیم خادم اسلام سے محروم ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے صاحبزادگان اور ہزاروں شاگردوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے میں اپنی مختصر تحریر کے آخر میں اپنے آپ اور تمام علماء اسلام کو نہایت اخلاص کے ساتھ دعوت دیتا ہوں کے آئیں ہم سب حضرت علامہ عبدالحکیم شرف کے طریقے کے مطابق اخلاص وللہیت کے ساتھ دین اسلام کے سچے خادم بن جائیں اور اسلام کی عظمت کے لئے اپنے آپ کو واقف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علامہ پیر مشتاق احمد شاہ الازہری

قبلہ استاذی المکرم شیخ الحدیث والتفسیر نابغہ روزگار محقق عصر صوفی باصفا عاشق رسول ﷺ کا سانحہ ارتحال یقیناً اہل سنت والجماعت کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے آپ نے ساری زندگی محمد عربی ﷺ کے دین بے لوث کی خدمت سرانجام دی۔ اللہ رب العزت آپ کی مرقد انور پر کروڑں رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین۔

علامہ پیر محمد عابد سیفی، بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

محقق دوراں، نابغہ عصر، حضرت علامہ شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرا شاگردی کے تعلق کے علاوہ ایسا ناطہ تھا جو شاید بہت سوں کا نہ ہو۔ آپ نہ صرف علمی دنیا کے مشہور تھے بلکہ تقویٰ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ساری عمر دین کی خدمت میں گزاری مسند حدیث ایسے علماء پر یقیناً فخر کرتی ہے آج ان کے وصال سے مسلک اہلسنت کے فلک میں ایسا شگاف پیدا ہوا ہے جو پر ہوتا نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ممتاز صاحب علامہ مشتاق صاحب کو ان کی

علمی واراثت میں بھی کاملیت عطا فرجائے۔

❁❁❁

پروفیسر مطلوب احمد رانا،انجمن اساتذہ پاکستان

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقدس زندگی کو دینی علوم کی نشرواشاعت کے لئے وقف کردیا تھا، آپکی ان دینی اور علمی کوششوں کی وجہ سے اب اس عالم فانی میں آپکے سینکڑوں شاگرد موجود ہیں جو کہ اپنی علمی خدمات سے اس دینا کے گناہ گاروں کو راہ مستقیم کی طرف بلا رہے ہے اور آپ کی تصانیف جو بہت بڑا علمی، تحقیقی علوم کا ایک ذخیرہ ہیں جو آپکی وفات کے بعد اپنے قارئین کو عشق مصطفےٰ ﷺ اور باقی علوم پر درس دیتی رہی گی اللہ تعالیٰ آپکی مضفرت فرمائے۔ امین ثم امین

❁❁❁

پروفیسر محمد احمد اعوان ، انجمن اساتذہ پاکستان

حضرت شرف ملت قبلہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت آج ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن حضرت شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اولاد امجاد اپنی تصانیف اور تلامذہ کی صورت میں یادگار ہیں چھوڑی ہیں۔ اور تا قیامت آپ کا فیض جاری رہے گا۔ حضور شرف ملت یادگار اسلاف تھے، سرکار دوعالم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا اعلیٰ نمونہ تھے آپ ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے اہل سنت کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے یقیناً ناقابل تلافی نقصان ہے آپ جیسی شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، عشق مصطفیٰ ﷺ کا پیکر تھے، اور علمی و روحانی حوالہ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے رب کریم آپ کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین بجاہ سیدہ المرسلین۔

حضرت مولانامحمد حنیف ناظم اعلیٰ جامعہ محمدیہ ،لاہور

استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف نے اپنی زندگی میں عظیم الشان علماء کو تربیت دی جو کہ اس وقت اکثر مدارس اہل سنت میں دینی کام کررہے ہیں آپ نے اپنے شاگردوں کو صرف علمی تربیت نہ کی بلکہ صاحب قلم اور تدریس وتصوف کے میدان میں بھی تربیت دی آج پورے پاکستان میں آپ کے شاگرد دینی کام کررہے ہیں ،اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے آمین۔

❀❀❀

صاحبزادہ محمد بلال الھاشمی

میرے والد صاحب قبلہ مفتی الحاج علامہ محمد شفیع ھاشمی چیرمین عالمی شرعی بورڈ یوکے آپ برطانیہ میں ۱۸ سال سے دین کی خدمت کررہے ہے آپ نے فون پر مجھ کو حکم دیا بیٹا عالم اسلام کی عظیم شخصیت جو میرے استاد بھائی ہیں بندیال میں ہم ساتھ رہے ہے آج ان وہ انتقال فرما گئے ہے آپ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے جنازے میں شرکت کریں الحمدللہ میں بندہ ناچیز کو اللہ نے یہ شرف دیا کہ شرف ملت اہل سنت کے جنازے میں شریک ہوا ہو،اور لوگوں کو روتے ہوئے اور تڑپتے ہوئے دیکھ کر بہت دکھی ہوا کہ کاش ہم بھی دین کی اسی طرح خدمت کریں ،اور ان کے نقش قدم پر چلیں میرے والد صاحب نے فون پر بتایا کہ شرف قادری دنیائے اہل سنت کے عظیم مصنف تھے اور آج برطانیہ میں سب علماء بہت دکھی ہیں ،اللہ پاک ان کے صاحبزادگان کو نیک بنائے اور انھیں صبر عطا فرمائے۔

❀❀❀

محمد معظم الحق محمودی، معظم آباد شریف

حضرت قبلہ شرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کا عظیم سرمایہ تھے۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ سادگی اور انکساری کا ایک خوبصورت نمونہ تھے۔ آپ کی محققانہ تصانیف رہتی دنیا تک طالبان علم و تحقیق کی راہنمائی کرتی رہیں گی۔ اللہ کریم آپ کے صاحبزادگان کو آپ کے نقش قدم پہ پوری ہمت کے ساتھ چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

❀❀❀

مولانا قاری ظہور احمد سیالوی جامعہ نظامیہ لاہور

جناب شرف صاحب کا جانا اہل سنت و جماعت کے لئے نا قابل برداشت نقصان ہے۔ ان جیسا ہمہ صفت انسان ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ آپ کیساتھ جامعہ نظامیہ رضویہ میں عرصہ دراز گذارا، آپ سے کبھی سنت نبوی ﷺ کے خلاف کوئی کام ہوتا نہیں دیکھا، یہی ولی کامل ہونے کی نشانی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے، آپ کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے، اعلیٰ علیین میں مقام رفیع پہ فائز فرمائے اور روحانی و جسمانی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین ثم آمین بجق سید المرسلین ﷺ

❀❀❀

مولانا عباس علی انجم، ناظم جامعہ غوثیہ، شیخوپورہ

حضرت استاذی المکرم، شیخ الحدیث، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بالخصوص ہم تلامذہ کیلئے اور بالعموم تمام اہل سنت و جماعت کے لئے نا قابل برداشت نقصان ہے۔ دورہ حدیث شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے بخاری شریف کے، وہ شیریں اور علم و عمل کے دروس آج تک کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل

کے عظیم پیکر تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظیم دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر آپ کے درجات کو بلند فرمائے نیز آپ کی اولاد امجاد کو آپ کا صحیح جانشین بنائے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

مولانا حافظ محمد ظہیر بٹ ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، لاہور

رئیس التحریر، تاجدار مسند تدریس، آبروئے قلم و قرطاس، فکر رضا کے پاسبان، اسلاف کرام کی درخشاں روایات کے امین، وارث علوم نبوت، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت ، علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ عظیمہ، پوری امت مسلمہ کے لئے ایک شدید حادثہ ہے۔ قبلہ استاذی المکرم کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ علمی، فکری، تحقیقی اور روحانی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ خدمت دین کے حوالے سے خوابیدہ احساسات اور مردہ جذبات کے حامل افراد میں تبلیغ دین کی امنگیں اور تازہ ولولے بیدار کرنے میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ استاذ گرامی اردو، عربی، اور فارسی میں بیک وقت سلاست کے ساتھ لکھنے اور بولنے میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ ماضی قریب میں علمائے مسلک حق اہل سنت و جماعت میں گنے، چنے افراد نظر آتے ہیں جو فصیح و بلیغ عربی میں شاندار تصانیف فرما کر، علماء عرب سے داد تحسین وصول کر چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ بتصدق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء قبلہ استاذی گرامی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آپ کے مراتب عالیہ میں اضافہ فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین متین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہے علم و عرفان کا سورج، دور افق میں ڈوب گیا........ جانے کتنی صدیوں تک اب لوگ سحر کو ترسیں گے

ڈاکٹر فضل حنان جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ موجود دور کے بے مثال استاذ تھے۔ انہیں عربی، فارسی اور اردو میں لکھنے اور بولنے پر دسترس حاصل تھی۔ انہوں نے تینوں زبانوں میں لکھا اور تینوں زبانوں میں پڑھایا حتیٰ کہ پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات بھی آپ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔

آپ نے مجھے بے شمار دعاؤں سے نوازا، اور میں سمجھتا ہوں، وہ میرے حق میں قبول ہوئیں۔

❀❀❀

علامہ حافظ محمد اسحاق ظفر راولپنڈی

موت العالم موت العالم کے مصداق یقیناً استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت شرف ملت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے، جس سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنا، بہت مشکل نظر آتا ہے، تاہم علم و عمل اور للٰہیت کی، جو کھیتی آپ نے اپنی حیات مستعار میں بوئی، اس کے ثمرات سے ایک عالم مستفید ہوگا، ان شاء اللہ العزیز، ہمہ صفت موصوف ہستی کی تعریف میں الفاظ و کلمات کا دامن تنگ ہے، اگرچہ مجھے رسمی طور پر توان سے شرف تلمذ حاصل نہ تھا لیکن آپ کی صحبت و معیت میں بارہا بیٹھنے اور پر از حکمت ملفوظات سماعت کر کے علمی خوشہ چینی کرنے کا موقعہ خوب میسر آیا، میں اسے اپنے لئے سعادت عظمیٰ یقین کرتا ہوں۔ اسلاف کا نمونہ آپ کا پیکر خاکی اور آپ کا مثالی کردار اس کی عملی تصویر ہے۔ آپ نے ایسی یادگاریں چھوڑی ہیں، جو رہتی دنیا تک آپ کی یادوں کو لوگوں کے قلوب واذہان میں تازہ رکھیں گی۔ خدا رحمت کند، ایں پاک طینت را

❀❀❀

مولانا حافظ محمد قاسم قادری، محافظ ٹاؤن، لاہور

عالم اسلام کی نامور شخصیت جو کسی تعارف کی محتاج نہیں، شرف ملت محسن اہل سنت، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں، جن کے متعلق حکیم العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی جیسے عالم دین فرمایا کرتے تھے، کہ مجھے اپنے اس اپنے شاگرد محمد عبدالحکیم شرف قادری پر فخر ہے' شرف ملت کو اللہ تعالیٰ مالک ہمہ ملکات بنایا تھا، آپ بیک وقت استاذ بھی تھے بلکہ شیخ الحدیث، رئیس التحریر، تشریحات مشکلہ کے ماہر اعظم، پیر طریقت، مصلح کامل بھی تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے استاذ محترم کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیعہ عطا فرمائے۔ آمین

............❀❀❀............

مولانا محمد وسیم رضا سیالوی، سرگودھا

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت یقیناً وہ المیہ ہے، کہ جس پر ایک دوسرے کی تعزیت کے ساتھ ساتھ خودشناسی اور ترقی ملت پر بھی غور کرنا ہے، یہی سبق استاذ گرامی سے ہر ملاقات پر ملا، بولو، آج کل کون کونسی کتابیں پڑھا رہے ہو؟ کس کس موضوع پر قلم گھسائی ہو رہی ہے؟ اپنی مسجد میں کتنی بار درس قرآن دینے کی سعادت حاصل کر چکے ہو؟ کتنی مرتبہ حدیث کا درس دینے میں کامیاب ہو چکے ہو؟ یہ میرے پاس امانت تھی جو میں نے آپ لوگوں تک پہنچا دی، کہ ان بزرگوں کو آپ لوگوں سے کس قسم کی توقعات وابستہ ہوتی ہیں اور کونسی چیزیں ان کی خوشنودی کا باعث ہوا کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی امیدوں پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قبلہ استاذ گرامی کے درجات کو اور بلند فرمائے، اور امت مسلمہ کے کارگر افراد کو ان کے دیے ہوئے درس عمل پر عمل پیرا ہونے

کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❀❀❀

حضرت مولانا غلام حسن قادری ،حزب الاحناف ،لاہور

پیکر شرف ومحبت ،استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت ،علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اصاغر نوازی کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے میرے پاس ذخیرہ الفاظ نہیں،ان کی زندگی کے باقی حسین پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لانا تو یقیناً ناممکنات میں سے ہے۔خداوند کریم، بطفیل حبیب کریم ﷺ ان کو بلند و بالا درجات عطا فرمائے ،اور اپنے محبوب ﷺ کے قرب سے مستفید فرما کر،ان کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ

❀❀❀

حافظ محمد یونس ،مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ ،لاہور

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت ،علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ عالم باعمل تھے،آپ نے اہل سنت و جماعت کے لئے عظیم سرمایہ ،اپنی علم سے مشرف اولاد کو چھوڑا، نیز ہزاروں کی تعداد میں،وہ علماء جو آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ان شاء اللہ تا قیام قیامت آپ کا نام زندہ رہے گا،علماء کے پڑھنے پڑھانے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہے گا،آپکو اللہ کریم کی جناب خاص سے ثواب ملتا رہے گا۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❀❀❀

قاری فیاض الحسن جسن الازہری، شیخوپورہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین، موت العالم موت العالم۔ پر جتنا بھی سوچا جائے تو آج یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اس جہان فانی سے رحلت نے یہ بات ثابت فرمادی ہے کہ عالم دین کی موت صرف فرد واحد کی موت نہیں ہوتی بلکہ پورے کا پورا جہان ہی موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ آپ کی شفقتیں اور محبتیں تادم زیست یاد رہیں گی، میری صاحبزادگان کے ساتھ دلی وابستگیاں الحمدللہ پہلے سے موجود ہیں اور تادم آخران شاء اللہ قائم ودائم رہیں گی۔ جب سے فارغ التحصیل ہوا، اس وقت سے آپ کے وصال تک کسب فیض کا سلسلہ قائم رہا اور قائم رہے گا، صرف اس کا انداز بدلا ہے پہلے آپ زمین کے اوپر جلوس اجلال فرما کر فیض یاب فرمایا کرتے تھے، اب آپ زمین کے نیچے تشریف فرما ہو کر فیض کے دریا بہاتے رہیں گے۔ باری تعالیٰ شرف ملت ومحسن ملت کی قبر انور پر لاتعداد رحمتیں نازل فرمائے۔

❁❁❁

علی ارشد، پنجاب یونیورسٹی

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی اُرواح ہر وقت اپنے رب کی ملاقات اور دیدار کے لئے بے چین رہتی ہیں، جو انہیں زندگی مستعار میں میسر آجاتی ہے یا پھر قبر میں پہنچنے کے ساتھ ہی وہ اس عظیم نعمت سے سرفراز کردیئے جاتے ہیں۔ استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ جیسی نیک شخصیت اپنے ساتھ ہم جیسے نالائقوں کو بھی اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے

علامہ مفتی محمد تنویر، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا، عظیم سانحہ ہے، جو اہل سنت و جماعت کے لئے بہت بڑا خلا ثابت ہوا ہے۔ رب کریم آپ کی اولاد کو صحیح معنوں میں آپ کا جانشین بنائے اور آپ کی دینی و ملی خدمات کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قبول فرما کر آخرت کا ذخیرہ فرمائے۔ آمین

...............❀❀❀...............

حضرت مولانا مدد علی قادری مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ

محترم، عزت مآب، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تعزیتی پروگرام میں شرکت کی سعادت ملی۔ حضرت والا نے ہمیں آخری سال دورہ حدیث شریف جامعہ نظامیہ رضویہ میں پڑھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کو اس کا عظیم صلہ عطا فرمائے اور ان کے تلامذہ کو ان کا مشن آگے بڑھانے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

...............❀❀❀...............

محترم نصر اللہ، المعارف لاہور

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا، عالم اسلام کے لئے بالعموم اور اہل سنت و جماعت کے لئے بالخصوص عظیم سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آپ کی اولاد اور عقیدتمندوں، متوسلین کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

...............❀❀❀...............

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہ

اجمعین۔ اما بعد!

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری قدس سرہ العزیز کا سانحہ ارتحال عالم اسلام کیلئے نا قابل تلافی نقصان ہے۔ آپ کی دینی خدمات بے حد و عد ہیں۔ آپ علوم وفنون کے بحر ذخار، بے مثال تدریس، بے نظیر مصنف، عظیم محقق، یگانہ روزگار فقیہ و محدث تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمیع دینی علوم وفنون کی بے مثال مدرس کا ملکہ اتم اور ذہن اخاذ عطا فرمایا تھا۔ جس فن کی بھی تدریس فرماتے تو طلبہ یہ سمجھتے آپ نے شاید اسی فن میں تخصص فرمایا ہے۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ آپ نہایت متقی پرہیزگار عالم دین تھے۔ راقم الحروف کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ جس پر میں اللہ تعالیٰ کا بے شمار شکر ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بحر العلوم عالم ربانی کے فرض علم سے خوشہ چینی کی توفیق بخشی ہے۔ حضرت استاذ العلماء کی وفات پر جہاں آپ کے اہل خانہ اور صاحبزادگان و عزیز واقارب افسردہ ہیں وہاں آپ کے جملہ تلامذہ بھی افسردہ و غمگین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں حضور ﷺ کا جوار نصیب فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان، تلامذہ و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شیخ فرید

تحصیل نقی مظفرآباد۔ آزاد کشمیر

❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الحدیث والتفسیر محقق اہلِ سُنّت محسن ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

قبلہ استاذی المکرم بلاشبہ علماء ربانیین میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر صفت موصوف بنایا تھا۔ اصاغر کے ساتھ آپ کی شفقت ومحبت اس قدر تھی کہ جو بھی زیارت کیلئے حاضر ہوتا حسنِ سلوک دیکھ کر ہمیشہ کیلئے گرویدہ ہو جاتا۔ ویسے تو جملہ وابستگان کے ساتھ آپ کی کرم نوازی تھی۔ لیکن بندہ ناچیز کے ساتھ جو نوازشات فرمائیں وہ نا قابلِ فراموش ہیں۔ طالب علمی کے دور سے لے کر آخر وقت تک اپنی دعاؤں سے نوازا۔ ہر حوالہ سے سرپرستی فرمائی۔ جب بھی حاضری دی دین کے ساتھ لگن کی تلقین فرمائی۔ زندگی بھر اپنا فیض تقسیم فرمایا اور انشاء اللہ بعد از وصال بھی آپ کا فیض جاری وساری رہے گا۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کیلئے ارشاد فرمایا تھا:

ٹر گئے محرم راز دلیں دے تے نال جنہاں دے رلا

آپ تے وچ رنگ محلاں تے ساکوں چھوڑ گئے کلا

نہ کوئی حال سنے نہ ڈیوے تے ناں آس امید تسلا

یار فرید ملسوں تداہاں جداں سانگ .....بنڑیسی اللہ

آج آپ کے صاحبزادگان، رشتہ دار، تلامذہ سب افسردہ اور غم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور قبلہ استاذی المکرم کے درجات بلند فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محبوب احمد چشتی

مدرس جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے استاذِ محترم جناب قبلہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ یقیناً اہل سنۃ والجماعۃ کیلئے ایک عظیم سرمایہ تھے۔ ان کے وصال سے پیدا ہونے والا علمی خلاء بالیقین ایک طویل عرصے تک پر ہونا یقیناً ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہے۔ لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے آپ جیسی علم وعمل کی برکات سے مملو شخصیات بعدِ وصال بھی اپنے فیوض وبرکات جاری رکھتی ہیں۔ بس ضرورت، سنجیدگی کے ساتھ انہیں حاصل کرنے کی ہے۔

میں بذاتِ خود استاذِ محترم کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی سعی احسن کرتا رہوں گا اور ان کے تلامذہ کیلئے بالعموم اور صاحبزادگان سے بالخصوص اس امر کی تمنا وتوقع وخواہش رکھتا ہوں کہ وہ دعا فرمائیں۔ اللہ عزوجل ہمیں جمیع مقاصدِ حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے اور استاذِ محترم پر اپنے بے شمار کرم وفضل نازل فرمائے۔ آمین!

مفتی محمد اکمل مدنی (کراچی)

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ علم دوست، علم پرور اور مسلک اہلِ سنت والجماعت کو ترویج دینے والی شخصیت تھے بایں وجہ میرے ساتھ بھی ایک شفیق باپ سا برتاؤ فرماتے تھے۔ جس کی بہترین جزاء اللہ رب العزت کی ذات پاک ہی دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں خدمت دین کیلئے کی گئی ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ کوشش کی بھی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر سلمیٰ سہول

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرفِ ملت استاذی المکرم حضرت علامہ عبدالحکیم شرف القادری انتہائی محنتی، مخلص، مشفق، منکسر المزاج شخصیت تھے۔ تدریس، تحریر، تحقیق کے میدان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تصانیف کا ایک کثیر الفائدہ ذخیرہ چھوڑا ہے۔ مسلک اہلِ سنّت کیلئے ان کی عظیم خدمات ہیں۔ ان کی دینی وملی خدمات کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ ان کی اولاد خدمت دین میں مصروف ہیں اور ان کے شاگرد کثیر تعداد میں ملک اور بیرون ملک خدمت دین سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد اور ان کے شاگردوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا محمد نذیر احمد سعیدی

(ریسرچ سکالر) جامعہ نظامیہ لاہور

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیسیوں کتب کے مصنف اور سینکڑوں علماء کے استاذ، میدانِ تدریس کے شہسوار شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو تقریباً دوپہر ۲ بجے وصال فرماگئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون آپ کی رحلت اہلِ سُنّت وجماعت کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے جس کا صدمہ کبھی بھی ہمارے سینوں سے فرو نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عظیم استاذ کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا محمد اکرام اللہ بٹ

چیف سیکریٹری جامع نظامیہ رضویہ

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج کفن میں پھولے نہیں سمائیں گے "شرف"

قبر کی رات ہے، اُس گُل سے ملاقات کی رات ہے

مورخہ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ رات ۹ بجے یہ جانکاہ خبر موصول ہوئی کہ استاد محترم و محتشم حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ خبر سنتے ہی ایک جھٹکا سا لگا کہ ہمارے مشفق مربی ہمیں داغ مفارقت دے کے چل دیئے۔ حضرت موصوف کے تلامذہ بے شمار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب کی کیفیت یکساں ہی ہوگی۔ میری طرح ہر آنکھ آپ کے وصال پر اشکبار ہوئی۔ اللہ رب العزت غریق رحمت فرمائے اور مجھ سمیت تمام تلامذہ کو آپ کا مشن پورا کرنے، بلکہ اس مشن کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

برادر مکرم حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب سلمہٗ، مولانا مشتاق صاحب سلمہٗ اور مولانا نثار صاحب سلمہٗ کو اللہ رب العالمین حضرت قبلہ استاذ مکرم کے فیوض سے وافر حصہ عطا فرمائے اور اس صدمۂ عظیمہ سے بخیر و خوبی نکلنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

صاحبزادہ قاضی عابد الدائم عابد

(ہری پور ہزارہ)

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۸ شعبان المعظم کو ٹھیک 1:45 پر آپ کی روح مقدس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور یہ فقیر عین آپ کے وصال کے وقت خدمت اقدس میں موجود تھا

اور حضور کے قدموں کو دبانے کی سعادت حاصل کر رہا تھا اور وہ جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندۂ مومن کی روح اس آسانی کے ساتھ قبض کر لی جاتی ہے کہ میت کو تکلیف تک نہیں ہوتی۔ اس کا حسین منظر میں نے حضور قبلہ شرف صاحب کے وصال کے وقت دیکھا کہ آپ نے تین ہچکیاں لیں اور خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ حضور شرفِ ملت کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آپ بلاشبہ شرف اہلسنّت تھے۔ مسلک اہلِ سُنّت کی بہاریں آپ کے وجودِ مسعود سے خوشبوئیں بکھیر رہی تھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان کو بالخصوص اور تمام تلامذہ کو بالعموم صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ النبی الامین ﷺ۔

قاری محمد اسلم قادری نقشبندی

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب علیہ الرحمہ نہایت شفیق اور مہربان استاذ تھے۔ طالب علم کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور اگر کوئی نیا لکھنا شروع کرے تو بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔ بلکہ لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

آمین! بجاہ الامین ﷺ۔

مولانا لیاقت حسین

کراچی رکن مجلس عاملہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

حضور شرف ملت بھی اہل سنت کو داغ مفارقت دے گئے۔ آہ علماء کا تیزی سے رخصت ہوتے چلا جانا علم کا اٹھتے چلا جانا ہے۔ حضرت کا اپنے علمی وقار کے باوجود عاجزی کا اظہار آج نگاہوں میں گھوم رہا ہے۔ دو تین مرتبہ زیارت کیلئے حضرت کے گھر پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ہر مرتبہ ان کا انداز والہانہ اور دہلیز تک چھوڑنے آنا اور تحائف کے ساتھ رخصت کرنا یہ تمام باتیں تھیں جو اس وقت بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی تھیں اور آج بھی دل ان کی زیارت کیلئے بے چین ہیں۔ دعوتِ اسلامی پر ان کی خصوصی شفقتیں تھیں۔ امیر اہل سنت امیر دعوتِ اسلامی کا تعزیتی مکتوب بھی ان کے شہزادگان کے نام آیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین! بجاہ النبی الامین۔

مولانا محمد عرفان حفیظ عطاری

(ناظم) جامعۃ المدینہ مال روڈ

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل غمگین اور آنکھیں پرنم ہیں کہ ایک اور استادِ گرامی داغ مفارقت دے گئے اگرچہ جو بھی اس دنیا فانی میں آیا ہے جانے کیلئے ہی آیا ہے لیکن بعض افراد ایسے ہوتے ہیں کہ اگرچہ وہ خود تو چلے جاتے ہیں لیکن ان کی یادیں اور ان کا فیضان باقی رہ جاتا ہے۔ استادِ گرامی حضرت علامہ مولانا

عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی یگانہ روزگار شخصیات میں سے ایک ہیں اور ان کا شماران افراد میں سے ہوتا ہے کہ جن کے حوالے سے شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے بندہ خدا جب تو دنیا میں آیا تھا لوگ ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا اب ایسی زندگی گزار کہ جب تو دنیا سے جائے تو تو ہنس رہا ہو اور لوگ رو رہے ہوں۔

؎ دنیا اندر رکھ فقیرا ایسا ئین کھلون
تُو ہوویں تے ہسن سارے نہ ہوویں تے رون

مولانا محمد اشفاق عطاری

.............❀❀❀.............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاں دنیائے علمیت کو ان کے جانے سے نقصان پہنچا وہاں ہمارے خاندان سے رحمت خداوندی اٹھ گئی۔ میں ان کے خاندان کا ایک ادنیٰ سا آدمی ہوں۔ آپ میرے خالو تھے۔ خدا ان کے خاندان واہل وعیال کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ان کے توسل ہمارے سے خاندان پر اپنا رحم وکرم کرے

عارف علی قادری

.............❀❀❀.............

عصر حاضر کے عظیم عالم دین، مسند تدریس کے عظیم شہسوار، میدانِ تحقیق کے شناور، کثیر کتب کے مصنف، جنہوں نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی آپ کے ایما پر بیسیوں ادارے قائم ہوئے سینکڑوں تلامذہ آپ سے فیض حاصل کر کے اندرون بیرونِ ملک دین اسلام کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کو تینوں زبانوں اردو فارسی عربی پر قدرت کاملہ تھی اور تینوں زبانوں میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ زہد و ورع اور سادگی کا پیکر تھے، اسلاف کی یادگار تھے۔ راہِ

عزیمت کے عظیم راہی تھے۔ آپ نے تقریباً انتالیس برس تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے تشریف لے جانے سے علمی دنیا میں ایک عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے جس کی کمی عرصہ دراز تک محسوس ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ ہم سب کو اور صاحبزادگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی (جہلم)

............❀❀❀............

میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ ولی کی کیا خصوصیات ہیں یا کیا نشانیاں ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر ولی میں تین خصوصیات ہوتی ہیں۔ (۱) ایک سورج کی طرح شفقت (۲) دریا کی طرح سخاوت (۳) زمین کی طرح عاجزی و انکساری۔

اور ایک مرتبہ کافی عرصہ تک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کو نہ آیا اور نیا نیا آپ سے بیعت ہوا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ میری خواب میں آئے اور کہنے لگے "مولوی اسلم کافی عرصہ ہو گیا ہے مجھ سے ملنے نہیں آئے ہو"۔ یہ ایک ولی کامل کی کرامت ہے ان دنوں میں نارووال روز کالی صوبہ خان سے آگے ایک گاؤں چک علاؤ الدین میں رمضان المبارک گزار رہا تھا اور میں حلفاً کہتا ہوں۔ والشاھد ھو اللہ میں نے آپ کی بہت سی کرامات دیکھیں۔

محمد اسلم نقشبندی قادری (نارنگ منڈی)

............❀❀❀............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج اس صاحب کردار کی باتیں ہوں گی

ان کی گفتار ان کی رفتار کی باتیں ہوں گی

جو جلاتا تھا اندھیروں میں محبت کے چراغ

آج اس روشنی کے مینار کی باتیں ہوں گی

حضور سیدی و مرشدی انما یخشی الله من عباده العلماء اور اذا روا نکر الله کے مصداق اتم تھے۔ آپ کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا سنت کے مطابق تھا۔

چار سال قبل ان سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت سے ایک ایک لمحہ میری رہنمائی فرمائی۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: درس نظامی چھوڑ کر سکول پڑھ لوں۔ فرمایا بعد میں پڑھ لینا۔ فرمایا: پڑھو اور پڑھاؤ یہی زندگی اور بندگی ہے۔ فقیر نے چار سال میں بے شمار کرامات دیکھیں۔ مختصر یہ کہ آپ ظاہری و باطنی علوم کا کوہ ہمالیہ تھے۔ سنت کا باعمل پیکر تھے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا پرچار کرنے والے تھے۔ فرمایا کرتے: نعت اعلیٰ حضرت کی پڑھا کرو۔

حافظ نوید احمد قادری

............❀❀❀............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شرف ملت، مولانا علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ دار فانی کی طرف چلے گئے۔ یہ ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ کا دن تھا۔ میں نے حضرت کے حوالے سے ایک مضمون ترتیب دے دیا ہے جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں وہ رب تعالیٰ کے ان بندوں میں سے تھے جن کو وہ اپنی خصوصی قربت عطا فرماتا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عشق رسول ﷺ سے عبارت تھا وہ دن رات خدمت دین متین میں مشغول تھے ان کا کام یقیناً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

ان پر رب تعالیٰ نے ایک سکینہ طاری فرمایا ہوا تھا جس کی دلیل ان کی زندگی خود ہے۔ وہ جب

بیماری کے مراحل سے گزر رہے تھے ایسے میں زبان پر شکایت آجانا کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن آپ کی زبان پر کبھی شکایت نہ آئی۔

وہ استقامت کا پہاڑ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ قوت ایمانی سے نوازا تھا۔ وہ رب تعالیٰ کے ولی کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو ان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین۔

علامہ محمد ارشد القادری (شاہدرہ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ الاساتذہ والشیخ عبدالحکیم شرف القادری نور اللہ مرقدہٗ کے سانحہ ارتحال پر دل غمگین لیکن تقدیر کے سامنے ہم بے بس ہیں۔ علماء اہل سنت میں تدریس و تعلیم مدرسین و معلمین کو حاصل رہا ہے لیکن تصنیف و تالیف میں الا ماشاء اللہ آپ اس میدان میں دسترس رکھتے ہیں۔ حضرت شرف نے تصنیف کے میدان میں قدم رکھا تو معقول و منقول میں مہارت تامہ تھی۔ خصوصاً فتنوں کے اس دور میں عقائد میں تنقیح اور ملت اہل سنت کو بطریق احسن عقائد باطلہ سے نبرد آزما ہونے قرآن وسنت سے جن ادلہ قطعیہ راہنمائی فرماتے وہ انہی کا خاصہ تھا۔ البریلویہ کا رد عربی میں خصوصی کمال ہے۔ اللہ جل شانہ ہمیں ان کی عظیم سنت تصنیف و تالیف کو موجودہ دور میں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد

منہاج یونیورسٹی، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرف ملت استاذ العلماء حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر ایک عظیم شخصیت تھے۔ تصنیف و تالیف کے بڑے شاہ سوار تھے۔ اس دور میں جبکہ علم کے حقیقی حامل لوگوں سے زمین خالی ہو رہی تھی اُن کا وجود ایک عظیم نعمت سے کم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

مولانا الحاج حافظ محمد اکبر

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرف ملت استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا قادری پر عظیم کام کیا۔ ہزاروں علماء پیدا کیے۔ آج اُن کے شاگردوں میں فقہاء، شیخ الحدیث اور لکھنے والے بے شمار علماء پائے جاتے ہیں۔ اِن تمام باتوں کے باوجود اُن کی ذات بے پناہ میں انکساری پائی جاتی تھی۔ جس کا ایک زمانہ گواہ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیضان کو قیامت تک جاری رکھے اور ہمیں آپ کے مشن پر کار بند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا محمد انور علی سعیدی

صدر جماعت اہل سنت ضلع لاہور

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ایک طرف آپ علم کے کوہِ گراں تھے اور دوسری طرف حلیم الطبع بھی تھے۔ آپ علیہ الرحمۃ اپنے تمام شاگردوں پر بڑے شفیق بھی تھے۔ اکثر

اپنے طلباء کو مولانا کے نام سے پکارتے تھے۔ اور اکثر طلباء کے دردمندانہ انداز میں سے تلقین کرتے، کسی بھی طرح دین کے کام میں مصروف رہو۔ اللہ تعالی اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے آپ کی قبر انور پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین!

مولانا افتخار احمد جماعتی (نارول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ العلماء شیخ المشائخ شیخ الحدیث والتفسیر کی جانفزا خبر میرے لیے بہت بڑے صدمے کا باعث ہے۔ اتنا افسوس اپنی اولاد کے جانے پر نہیں اور نہ ہی والدین کے جانے پر ہوا جتنا کہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے اس حادثہ پر پہنچا۔ میں آپ کے ابتدائی خوشہ چینوں میں سے ہوں، ان کا میرے ساتھ تعلق اور پیار بچوں سے بڑھ کر تھا اور تدریس، تحریر کا بھی آپ نے سلیقہ سکھایا۔ اکثر اعلیٰ حضرت کے رسائل ہری پور میں چھپاتے تھے، میں اسباق کی وجہ سے بوجھ محسوس ہوں۔ تو اکثر فرمایا کرتے تھے، آج تمہیں اس کا بوجھ محسوس ہوتا ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ تیرے لیے یہی نسخہ جات باعث صد افتخار ہونگے اور مشعل راہ ہونگے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور فتاوی جات میں کوئی مسئلہ ہوتا تو آپ فرماتے پہلے تم اس کا جواب تحریر کرو پھر اس کو درست کر کے خود تحریر کرتے اور فرماتے اس کا جواب یوں بنتا ہے اور فتوی تحریر کرنے کا یہ طریقہ ہوتا ہے، انہی کی ہدایات کے مطابق مدرسہ کمال العلوم تو گیرے شریف ضلع بہاولنگر، لاہور کی مشہور اور پرانی درسگاہ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں فتاوی جات تحریر کرتا رہا۔

یہ سب کچھ انہیں کا فیض ہے اور ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے انوار السنن عربی زبان میں فقہ حنفی کی مستند احادیث کو جمع کیا جو کہ ۳ جلد پر مشتمل ہے اور زیر طبع ہے۔

مولانا احمد دین توگیروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کرے حاصل ہو دنیا میں عروج ایسا

کہ آسمان بھی جناب کی رفعتوں پہ ناز کرے

آمین!

حافظ محمد طیب، لاہور

...............❁❁❁...............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم اسلام کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ایک زندہ جاوید انسانی شکل میں اولیاء کرام کی تصویر نظر آتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم نے میرے ساتھ نہایت محبت والا سلوک فرمایا، اور خلوص بھرے انداز میں شفقت فرمائی، اللہ تبارک وتعالیٰ جانشین شرف اہل سنت کو اور علامہ مشتاق احمد ضیاء اور برادر محترم حافظ نثار احمد کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حکیم میاں حافظ محمد طاہر نذیر

...............❁❁❁...............

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی وفات حسرتِ آیات ایک بہت بڑا حادثۂ جانکاہ اور عظیم خسارہ ہے اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ مرحوم کی علمی وادبی خدمات اور تصانیف کا تذکرہ میرے بس کی بات نہیں، مرحوم کی دینِ اور عربی زبان کی ترویج واشاعت کے لیے خدمات اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید مجھ جیسا انسان ان کا احاطہ نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی قبر کو تاحد نظر وسیع فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں ان کی شان کے شایان ارفع واعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ اور ان کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور آپس میں پیار محبت سے رہنے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے پیار کی توفیق عطا فرمائے۔ بالخصوص ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کو توفیق دے کہ ان کے تشنہ رہ جانے والے کاموں کو ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت واستطاعت نصیب فرمائے۔

آمین! واللہ خیر المستعان ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکا تہٗ ۔

پروفیسر غلام حیدر چشتی

سابق صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد

❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علامہ شیخ الحدیث استاذ العلماء المدرسین قبلہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس پرفتن دور میں ایک مینارۂ نور تھی آپ میں بے شمار خصوصیات تھیں اور بالخصوص تحریر میں آپ نے اپنے قلم سے عصمت رسالت کا ایسا دفاع فرمایا جس سے اپنوں کے سینے تو روشن ہوئے ہی غیروں نے بھی آپ کی نطافت تحریر کا اعتراف کیا۔ آپ ہر فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ملک العلماء استاذ المحدثین قبلہ علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ بحر متوں سے علم منطق ہی کو دیکھیں کہ قبلہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ مرقات اپنے استاذ محترم کے فن منطق کی وہ چمک دکھائی جس سے اپنے اور غیر بھی بصیرت حاصل کر رہے ہیں۔ ایسی نابغہ روزگار ہستی کا انتقال پرملال صرف ان کے خاندان کیلئے ہی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ آپ کے درجات جنت الفردوس میں بلند ہوں اور آپ کے صاحبزادگان اور متعلقین کو

آپ کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین۔

علامہ مولانا محمد رضاء المصطفیٰ (گجرات)

❁❁❁

بغدادی ہاؤس میں حضرت پیر سید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کی زیارت کیلئے آیا تو حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر ملی۔ وہ اہلِ سُنّت کی نوجوان نسل کے حقیقی محسن تھے۔ تدریس، تصنیف و تالیف اور تقریر و خطابت سے اصلاح اخلاق و عقائد پر ان کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ التحیۃ والثناء کے طفیل ان کے اس روحانی و علمی فیض کو تا ابد جاری رکھے۔ ان کے فرزند گرامی قدر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو اپنے والد مرحوم کے علمی و روحانی ورثہ کی حفاظت اور فروغ کی توفیق مزید مرحمت فرمائے۔ اللہ کریم انہیں اپنے جوارِ رحمت میں رکھے اور شفاعت نبی کریم ﷺ کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی

❁❁❁

پیر سید محمد معروف حسین نوشاہی (بریڈفورڈ)

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث، حضرت، علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ جنھوں نے خداداد علمی و عملی صلاحیتوں سے، دین متین کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا شمار دنیائے اہل سنت کی، ان چند ایسی شخصیات میں ہوتا تھا، جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ انکی شخصیت کا نمایاں پہلو، تواضع و انکساری تھا۔ آپکی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین متین، دعوت، تبلیغ، تصنیف و تالیف اور وعظ و ارشاد میں صرف ہوا۔ آپکی تصانیف کا گرانقدر ذخیرہ رہتی دنیا تک عالم اسلام کے لئے مشعل راہ بنا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ قبلہ

شرف صاحب کی قبر کو اپنے انوار و تجلیات سے معمور فرمائے آمین

محسن اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سن کر سخت قلبی صدمہ ہوا قبلہ شرف صاحب کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت تھی یقیناً آپ کی شخصیت رب کریم کی جانب سے ملت اسلامیہ کے لئے بے مثال، انمول جوہر اور سرمایہ افتخار تھی آپ کی رحلت سے ملت اسلامیہ کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے شاید اس کی کبھی تلافی نہ ہو سکے، سب کے ساتھ ہمیشہ محبت فرماتے، قدم قدم پر اشاعت کتب کے حوالے سے رہنمائی فرماتے، جب بھی فون پر بات ہوتی ہمیشہ ان کی مسکراہٹ محسوس ہوتی، وصال سے چند روز پہلے فون پر بات ہوئی تو فرمانے لگے تمہارا فون آنے پر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے، قبلہ شرف صاحب کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی، صفہ فاونڈیشن کے جملہ ساتھی اور بالخصوص محترم محمد افضل راحیل، محترم امجد جاوید، محترم نعیم احمد، محترم قاسم الیاس، محترم سلطان محمد تمیال محترم جمشید شاہد، محترم ریاض قدیر قادری، محترم محمد عثمان قادری، محترم حاجی محمد سعید، محترم محمد اسلم جاوید، محترم محمد رفیع صاحبزادگان والاشان اور جملہ متعلقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں اللہ رب العزت ہر حال میں آپکی قبر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر انہیں بلندیاں عطا فرمائے (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

❀❀❀

پیرزادہ محمد امداد حسین ،پرنسپل جامعہ الکرم (برطانیہ)

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے شب و روز سے بھرپور استفادہ کیا اور اسلام کی تبلیغ کے لئے تقریر، تدریس اور تصنیف کے تینوں میدانوں میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد علماء، دنیا کے مختلف کونوں میں تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ آپ سادگی، انکساری اور خوش اخلاقی میں سلف صالحین کی نشانی تھے۔

آپ کے انتقال سے علمائے اہل سنت میں، مزید ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے، جو پر ہوتا نظر نہیں آتا عقائد واعمال کی اصلاح کے لئے کی جانے والی آپ کی کوششیں ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپکی قبرانور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

❀❀❀

علامہ امجد جاوید ،ایڈیٹر صفہ میگزین برطانیہ

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے آپ ایک باعمل عالم دین اور امت مسلمہ کا گرانقدر اثاثہ تھے،وہ ایک عظیم مدرس ، بے مثال مصنف ، شیخ الحدیث ، آبروئے اہل سنت ، اسلاف کے سچے وارث اور نہ جانے کتنی خصوصیات کے حامل تھے،ان کا اس جہان فانی سے رخصت ہونا یقیناً امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے،اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

❀❀❀

علامہ محمد عبدالمجید نقشبندی ،اسلامک انفارمیشن سنٹر برسٹل

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سن کر سخت قلبی صدمہ ہوا۔ آپ فکر رضا کے سچے پاسبان وعلمبردار تھے آپ نے اپنی پوری زندگی دین کے سچے خادم اور فکر رضا کے سچے علمبردار کے طور پر گزاری تحقیق و اشاعت اور افراد سازی کے حوالے سے ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ،انھیں دیکھ کر سلف صالحین کی یادتازہ ہو جاتی ،اور خدمت دین کے میدانوں میں کام کرنے والے لوگوں کے حوصلے بڑھتے اور ہمتیں بلند ہو جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کا قرب نصیب

فرمائے (امین) احقر قبلہ شرف صاحب کے صاحبزادگان و متعلقین سے دلی تعزیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب غمزدوں کو صبر و استقامت عطا فرمائے آمین۔

.................❁❁❁.................

مولانا محمد اقبال رضوی ،جامع مسجد نور الاسلام بولٹن

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ کی خبر سن کر دل رنج و غم میں ڈوب گیا یہ سن کر نہایت قلبی دکھ ہوا کہ امت مسلمہ ایک باعمل عالم دین کے مخلص و سچے خادم کے سایہ شفقت سے محروم ہوگئی، آج ساری دنیائے سنیت سوگوار ہے کہ دنیائے اہل سنت کا ایک بطل جلیل دار مفارقت دے گیا، آپ کی خدمات کا سب سے روشن پہلو آپ کی وہ درجنوں علمی و تحقیقی کتب ہیں جو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں ان کی شخصیت میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا رنگ غالب نظر آتا ہے، جب بھی سرور کونین ﷺ کی محبت و عظمت کا ذکر چھڑتا ان کی آنکھیں غمناک ہو جاتی تھیں۔ رشد و ہدایت کے اس عظیم مینار کی رحلت پر جتنا بھی اظہار غم کیا جائے کم ہے اللہ رب العزت انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) حضرت کے ایصال ثواب کے لئے جامع مسجد نور الاسلام بولٹن میں فاتحہ خوانی کا پروگرام بھی ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب، حضرت مولانا محمد نظام دین صاحب، حضرت مولانا محمد حسن صاحب، حضرت مولانا محمد صابر صاحب، حضرت مولانا محمد حسین قادری، حضرت مولانا محمد کلیم الدین قادری صاحب اور حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری اشرفی سمیت طلباء و عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

.................❁❁❁.................

مولانا محمد مقصود حسین قادری رضوی ، ڈیوزبری (برطانیہ)

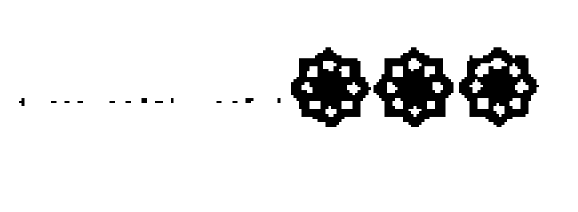
استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت دنیائے

سنیت کے لئے ایک اعصاب شکن صدمہ ہے، عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے درجنوں کتابیں تصنیف کرنے کے ساتھ ساتھ ہزاروں علماء و فضلا کی ایک بڑی کھیپ تیار کرنا ان کا عظیم کارنامہ ہے ، برطانیہ کے مسلم حلقوں میں ان کے انتقال کی خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی گئی، اللہ رب العزت آپ کو حضور نبی رحمت ﷺ کے طفیل جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ،آمین آپ کے ایصال ثواب کے لیے مسجد میں فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔

❀❀❀

مولانا محمد عبدالرزاق شائق ، بھاولپور

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ کے انتقال کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا، ان کے وصال سے اہل سنت عظیم مذہبی و روحانی قائد سے سے محروم ہوگئی، آپ اہل سنت کے عظیم محسن تھے، تقویٰ و پرہیزگاری اور عاجزی وانکساری آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلوں ہیں، عاجزی وانکساری کا ایسا رنگ ان کی شخصیت میں تھا کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک سے محبت و شفقت سے ملنا اور یکسوئی سے اس کی بات کو سننا اور معقول مشوروں سے نوازنا انھیں کا حصہ تھا، ان کے وصال سے مجلس علم ویران ہوگئی ہے مرکزی میلاد مصطفیٰ ﷺ کمیٹی بہاولپور کے احباب مجلس قبلہ شرف صاحب کے شہزادگان و متعلقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں، اللہ کریم آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔



قطعہ تاریخِ رحلت

پاکیزہ پندار شرفِ اہلِ سُنّت

۱۴۲۸ھ

نادرِ روزگار علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۰۰۷ء

نتیجۂ افکار: سیّد عارف محمود مجہور رضوی، گجرات

نرغے میں ہے قضا کے لاریب زندگانی
جو بن دکھا رہا ہے ہر آن دردِ فُرقت
جانا ہے ہر کسی کو اک روز اس جہاں سے
رہنا ہے کب کسی نے دنیا میں تا قیامت
انسان ہے مرقع اے دوست بے بسی کا
ملتی ہے مختصر سی جینے کی اس کو مہلت
اُٹھا جہاں سے اہلِ فضل و کمال عالم
مغموم اس کے غم میں ہیں، آج اہلِ سُنت
تشریحِ دینِ حق کا حاصل تھا اس کو ملکہ
تفسیر میں بھی اس کی فائق رہی فضیلت
تحقیق میں بھی اُس نے اپنے بٹھائے سکّے
تدقیق بھی رہی ہے اس کی بنائے شہرت

تقریر میں تھا اس کی سنجیدگی کا غلبہ
تحریر میں نمایاں اس کی تھی ایک عظمت
تدریس و درس اس کا محبوب مشغلہ تھا
تاریخ و تذکرہ سے اس کو رہی ہے رغبت
مقبولِ عام اس کے حد درجہ تھے تراجم
حامل بجا تھی اس کو دینِ متین کی دولت
پیکر تھا سادگی کا، ملّت کا وہ شرف تھا
پیشِ نظر رہی ہے اس کے سدا قناعت
زوحِ رواں کبھی تھا وہ مجلسِ رضا کا
اُس نے دلائی مجھ کو ہی یادِ اعلیٰ حضرت
پہنچا اُسی کے باعث میں بزم مُوسوی میں
کرتا ہوں آج ظاہر یہ دلکشا حقیقت
طرزِ عمل ہمیشہ اس کا تھا مُشفقانہ
بُھولے گا نہ کبھی بھی وہ پیکر محبت
سُنیئے ''غم و اندوہِ قادری شرف'' ہے

2007ء

الہام کی زباں سے اعلانِ سالِ رحلت
آؤ سبھی اُٹھائیں ہاتھوں کو اپنے اپنے
مجوّز ہے یہ ''قبرِ شرفِ اہلِ سُنّت''

1428ھ

ہر اک کی زباں پر ہیں ان کے محاسن
کریں سب ہی تحسینِ شیخ الحدیث
سن وصل پر غیب سے ہر محل
ندا آئی "تدفینِ شیخ الحدیث"

2007ء

چل بسا ہے آج دارِ فانی سے
پیکرِ علم و عمل، بندۂ ربِّ غفور
سالِ ترحیل پہ تم برملا و برجستہ
کہہ دو "اخلاص منش قادری شرف" مجبور

2007ء

.................☆☆☆.................

بیادعلامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

یاحبیبی الوداع ویارفیق الفراق

ہو بیاں کیا مجھ سے شان وشوکتِ عبدالحکیم
اہل علم وقلم میں ہے شہرتِ عبدالحکیم
اسوۂ حسنہ رسولِ پاک پرتھے گامزن
عامل شرع میں تھے حضرت عبدالحکیم
زہدوتقویٰ وعبادت آپ کامعمول تھا
اس طرح تھی دین سے کچھ رغبت عبدالحکیم
علمائے اہل سنت میں تھا ان کااک مقام

۵

اللہ اللہ کیا تھی قدرو عظمتِ عبدالحکیم

تھے مدرس تھے محدث تھے مترجم بے مثال

اور تصنیفات میں تھی شہرتِ عبدالحکیم

نازشِ اربابِ علم وعمل شرف قادری

سالک راہ طریقت حضرت عبدالحکیم

کامیابی قدم چومے گی یقیناً آج بھی

کاش اپنائے زمانہ سیرت عبدالحکیم

حاوی معقول ومنقول واصول وفلسفہ

نائب احمد رضا خاں حضرت عبدالحکیم

یاحبیبی الوداع ویارفیقی الفراق

ہے نہایت جان لیوا فرقتِ عبدالحکیم

تھا وجودِ پاک ان کا نعمت ربِ جلیل

ہو بیاں کیا مجھ سے تابش رفعتِ عبدالحکیم

محمد منشا تابش قصوری

☆☆☆

قطعۂ تاریخ رحلت

"معزِ زمانہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری"

۱۴۲۸ھ

"سرمایۂ روشن دلاں شرفِ ملّت"

۲۰۰۷ء

مولانا عبدالحکیم اَبدال سیرت — سرگروہِ فاضلان کانِ فراست
اس کا سینہ علمِ دیں کا تھا خزینہ — شاہِ کوثر ﷺ کی محبت اُس کی دولت
عظمت اسلام کا تھا پاسباں وہ — صاف گو پاکیزہ باطن خوش طبیعت
بہرِ باطل تھا وہ اِک تیغِ برہنہ — غم گسار و افتخارِ اہلِ سنت
اک محقق اور مفکر بے بدل تھا — سب تصانیف اُس کی گنجِ علم وحکمت
ماہِ شعبان معظم کی اٹھارہ — روزِ شنبہ ہوگیا دُنیا سے رخصت
نوحہ خواں ہیں طالبانِ دین ودانش — چُھپ گیا زیرِ زمیں بدرِ شریعت
ابرِ رحمت اُس کی مرقد پر ہو نازل — خُلدِ حق میں ہو میسر اُس کو راحت
سالِ رحلت یوں کہا فیض الامیں نے — "اُٹھ گیا عبدالحکیم آہ عالی فطرت"

۱۴۲۸ھ

عیسوی تاریخ ہاتف نے کہی یوں
"مرحبا شمعِ منور شرفِ ملّت"

۲۰۰۷ء

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی ایم۔اے

مادہ ہائے سن وصال

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمتہ اللہ علیہ

۱۴۲۸ھ

علامہ کوکب نورانی اکاڑوی

طوبیٰ، ان المتقین فی جنت ونعیم

غریق حب حق

بندہ الہ، قادری رضوی

عالم،محافظ مسلک حق

محب حکیم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

علامہ فہیم علوم رضا

وجو د شرف،رحمتہ اللہ علیہ

آں مجاہد مسلک حق اہل سنت وجماعت

احوال شرف ،ترجمان حق۔

2007ء

تابع دین،ان اللہ عندہ اجر عظیم

معلم اسلام ،ترجمان رضا

جید،عاشق اعلیٰ حضرت

او، عاشق غوث پاک

جلیل القدر سنی حنفی قادری رضوی

بحضور شرف ملت

ملت کا شرف ، قادری عبد الحکیم تھے
علم و عمل کی روشنی عبد الحکیم تھے

ہر دم تکلفات سے عاری رہی وہ ذات
اک پیکر ذوق سادگی عبد الحکیم تھے

ماحول کی تمام یبوست کے باوجود
باد صبا کی تازگی عبد الحکیم تھے

گو ہرطرف فریب کا بازار گرم ہے
کوہ گران راستی عبد الحکیم تھے

تھے حریت کلام و قلم کے امین وہ
اور آبرو کتاب کی عبد الحکیم تھے

فکر و شعور و آگہی عبد الحکیم تھے
پیغام امن و آشتی عبد الحکیم تھے

صلاح الدین سعیدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک مصرعہ آج کے عالم اسلام کی حالت زار اور اس کا سبب بیان کرنے کے لئے کافی ہے ع

ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

ایک وقت تھا کہ دنیا کی دو سپر پاور حکومتوں کے تخت و تاج مسلمانوں کی ٹھوکروں کی زد پر تھے اور آج مسلمانوں کے خون کی حیثیت پانی کے برابر بھی نہیں ہے۔

اس صورت حال کا علاج سوائے اس کے کچھ بھی نہیں سکتا کہ ہم پوری دیانت داری کے ساتھ، بغیر کسی منافقت کے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف لوٹ آئیں، قرآن و حدیث کو پڑھیں اور ان پر عمل کریں صرف یہی نہیں بلکہ دنیا کے کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم انہیں بتائیں دین حق صرف اور صرف نبی اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہی ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ ہمارے علماء قرآن پاک کا مطالعہ کرنے میں پہلے کی نسبت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ حضرت مولانا علامہ مفتی محمد شفیع گولڑوی القادری مدظلہ العالی خطیب جامع مسجد غوثیہ، ڈونگا باغ سیالکوٹ علاوہ مہتمم جامعہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جامعہ آمنہ للبنات نے قرآن پاک کا لفظ بلفظ ترجمہ کیا ہے اور اب غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کے ترجمہ البیان کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور ان کی جد و جہد کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پروانہ خوشنودی عطا فرمائیں۔ اس کے علاوہ وہ قرآن پاک کی اردو تفسیر بھی مکمل کر چکے ہیں۔

قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لئے عوام الناس قرآن و حدیث کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ پڑھیں اور ان کا نچوڑ پڑھنے کے لئے علم عقائد، علم فقہ اور علم تصوف کی طرف رجوع کریں، علمائے اسلام نے صدیوں کے مطالعہ کا نچوڑ ان علوم کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج ہر طرف بے چینی، بدامنی اور افراتفری کا دور دورہ ہے
گزشتہ سال ۱۲ ربیع الاول کو نشتر پارک میں محفل میلاد منعقد تھی
نمازِ عصر پڑھ رہے تھے کہ کسی بدبخت نے بم بلاسٹ کر دیا ساٹھ سے
زیادہ افراد شہید ہو گئے، اہلسنت پر قیامت گزر گئی، آج تک ایک
مجرم بھی گرفتار نہیں ہو سکا کیا حکومت کی ایجنسیاں اتنی ہی بے بس ہیں؟
۱۲ مئی کو پاکستان کے چیف جسٹس سپریم کورٹ جناب افتخار محمد چوہدری سندھ بار
کی دعوت پر بار سے خطاب کرنے کراچی گئے، تو گھنٹوں ایئرپورٹ لاؤنج میں بیٹھے
رہے انہیں بار تک جانے کا راستہ نہ دیا گیا، صرف یہی نہیں بلکہ چالیس سے زیادہ
افراد کو خاک و خون میں نہلا دیا گیا اور کوئی مجرم بھی گرفتار نہیں ہوا۔

صوبہ بلوچستان میں آئے دن دھماکے ہو رہے ہیں، آزاد قبائلی علاقے
میدانِ جنگ بنے ہوئے ہیں، خود اسلام آباد میں لال مسجد کا تصفیہ طلب مسئلہ ابھی
نہیں ہوا۔

مہنگائی، کرپشن، گینگ ریپ، ڈاکے، قتل و غارت گری کی اتنی فراوانی ہے کہ
کراچی سے پشاور تک ہر شریف آدمی بلا وجہ پریشان ہو جاتا ہے۔

ہم ان تمام معاملات پر بڑا شور مچاتے ہیں، حکومت اور انتظامیہ کو کوستے
ہیں لیکن اس طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ حقیقت
یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے راستوں پر چل پڑے ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری سے زیادہ دنیاوی اور طاغوتی قوتوں
کی اطاعت عزیز ہے، قرآن پاک میں بار بار ان قوموں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے
جنہوں نے رب کائنات کی نافرمانی کی، رسولانِ گرامی کو جھٹلایا، نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے
ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

آج ضرورت ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع
کریں، اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کریں، اور ہر وقت اس کے عذاب کو یاد
کریں، کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بگڑے ہوئے حالات پر رحم فرمائے

③

محترم و مکرم مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ایڈیٹر "سہ ماہی تبلیغ سیرت" کوٹلی

مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت حاصل ہوئی کہ آپ مئی ۲۰۰۷ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن رئیس اعظم اڑیسہ نمبر نکال رہے ہیں۔ فقیر قادری آپ کو اور آپ کے تمام رفقاء و معاونین کو اس عظیم الشان کارنامے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

آج جب کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو گزرے ہوئے پورے ڈیڑھ سو سال گزر چکے ہیں اور اس مناسبت سے مختلف یادگاری پروگرام منعقد کیے جا رہے ہیں آپ کا دور حاضر کے عظیم مجاہد کی یاد میں نمبر نکالنا یقیناً خوش آئند ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا کفایت علی کافی کے مقدس قافلے کے حُدی خوان مجاہد تھے، سرزمین ہند ہو یا خطۂ حجاز کہیں بھی ان کی حق گوئی اور اعلاء کلمۃ اللہ میں فرق نہیں آیا۔ انہوں نے مجاہدین اسلاف امت کی یاد تازہ کر دی۔

ایسے عزیمت پسند اور کفن بردوش مجاہدوں کی یاد کا تازہ رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ بعد میں آنے والے علماء رخصتوں کے خوگر ہو کر [illegible] قصر شاہی کے طواف کو طواف کعبہ کا درجہ نہ دینے لگیں اور ارباب اقتدار کو محراب حرمین نہ سمجھنے لگیں اور اگر نعرۂ حق بلند کرنے کی ہمت نہیں ہے تو کم از کم ارباب اقتدار کی کاسہ لیسی تو نہ کریں۔ مولانا محمد عارف قادری ضیائی [?]

آپ کے علم میں ہوگا کہ پاکستان کے ایک بزرگ عالم حضرت مولانا ضیاء الدین اور مجاہد ملت کے خلیفہ ہیں، انہوں نے حضرت ضیاء الدین مدنی پر چودہ سو صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے اور وہ چھپ چکی ہے، وہ حضرت مجاہد ملت پر بھی بڑے سائز [?] سوانح حیات پر مشتمل کتاب لکھ چکے ہیں جو عنقریب چھپنے والی ہے۔

اس موقع پر پاکستان کے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کا

تذکرہ [illegible] کہ حضرت [illegible]

کہ مجدد حضرت [illegible] دستار میں کوئی
خم پیدا نہیں ہو سکتا، ایک بہت بڑا [illegible] کو منظر عام پر لانا ہے مندرجہ تحقیقات انہیں
اشخاص کے [illegible] اور [illegible] علیہ الرحمہ کی تحقیقات کو
صدقہ جاریہ بنا دیا گیا ہے

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آخر میں ایک دفعہ پھر [illegible] مبارک باد پیش کرتا ہوں

والسلام

عبدالحکیم شرف قادری
بانی مکتبہ قادریہ لاہور
پاکستان

---★ ★ ★ ★---

(۵) تعلیمات غوثیہ
از [illegible]

حضرت علامہ مولانا محمد [illegible] صاحب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

محترم [illegible] شہزاد صاحب [illegible] کے ذریعے آپ کی نئی کتاب مستطاب
"تعلیمات غوثیہ" کی پانچ جلدوں کا سیٹ موصول ہوا، اس عزت افزائی اور نوازش کا
شکریہ!

اس کتاب کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی، آپ نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر
عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھا ہے اور انہیں پورا بھی کیا ہے، آپ نے احادیث کا
انتخاب کیا ہے، پھر ان کی تخریج کی ہے، ان کا آسان الفاظ میں ترجمہ کیا
ہے اور مختصر شرح بھی کی ہے، امید ہے کہ قارئین کی پسند کا باعث ہوگی، اللہ تعالیٰ
آپ کو باقی جلدیں بھی [illegible] کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کمپوزنگ کاغذ
اور طباعت ہر چیز نہایت موزوں و مناسب ہے، اور کتاب کی ابتدا میں
[illegible] مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب [illegible] کا ارشاد [illegible]
[illegible] آپ کو اجر جلیل عطا فرمائے آمین

عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسی شخص نے غالب سے پوچھا کہ آپ کا ایڈریس کیا ہے؟ کہنے لگے: بھئی ہم ایسے مل
گمنام نہیں ہیں کہ لمبا چوڑا پتا لکھنا پڑے، دو لفظ لکھ کر دنیا کے کسی گوشے سے مکتوب بھیج
دو، ہمیں مل جائے گا۔ سائل نے پوچھا جناب وہ دو لفظ کون سے ہیں؟ کہنے لگے:

غالب ـــــ دہلی

کچھ ایسا ہی حال جناب محمد عبد القیوم خان طارق سلطانپوری مدظلہ العالی کا ہے۔ آپ دو لفظ
لکھ کر پاکستان کے کسی کونے سے مکتوب پوسٹ کر دیں، انہیں پہنچ جائے گا

طارق سلطانپوری ـــــ حسن ابدال

وہ قادر الکلام شاعر ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلم ہاتھ میں لے کر کہتے ہیں:
چل مرے خامے بسم اللہ" تو ان کا قلم زقند بھر کر روانہ ہو جاتا ہے اور جب
اسے روکتے ہیں تو رک جاتا ہے۔ راقم کے محترم دوست سید صابر حسین شاہ بخاری قادری
دامت برکاتہم العالیہ نے ان سے سلام رضا پر تضمین لکھنے کی فرمائش کی تو انہوں نے لکھ دی، دوبارہ
فرمائش کی تو دوبارہ تضمین لکھ دی۔ راقم کے علم کے مطابق وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے
سلام رضا پر دو تضمینیں لکھی ہیں

نعت، غزل، نظم، تضمین، منظوم ترجمہ، غرضیکہ جس طرف وہ توجہ کرتے ہیں ان کا
قلم اسی میدان میں رواں دواں ہو جاتا ہے، تاریخ گوئی میں بھی انہیں قابل قدر مہارت
حاصل ہے۔ میدان شعر و سخن کا شہسوار ہونے کے باوجود ان میں غرور و تکبر نام
کو نہیں، ان کی تمام گفتگو عاجزی اور انکساری کی حامل ہوتی ہے۔ یوں معلوم
ہوتا ہے کہ وہ کسی اللہ والے کے فیض تربیت سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ فقیر پر کرم
فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت با کرامت رکھے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری
بانی مکتبہ قادریہ، لاہور

۲۱ جمادی الآخرہ
۱۴۲۸ھ
۸ جولائی ۲۰۰۷ء

نوٹ: آپ کو معلوم ہے فقیر کی صحت عرصہ سے ناساز ہے، لکھنا پڑھنا بھی
کم ہو گیا ہے۔ دعا فرمائیں

وصیت برائے اہلِ خانہ و متعلقین

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ دین اسلام (مسلک اہل سنت و جماعت) پر قائم رہیں، مذہب حنفی پر عمل پیرا رہیں۔

۲۔ جو بھی اچھا کام کریں اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی اکرم ﷺ کی خوشنودی کے پیشِ نظر کریں۔

۳۔ مسلک اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے دل و جاں سے کوشش کریں۔

مسلک اہل سنت وہی ہے جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، صحابۂ کرام، ائمۂ دین، مجتہدین سے متوارث چلا آیا ہے اور دور آخر میں جس کی تبلیغ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی۔

۴۔ اپنی والدہ محترمہ (حفظہا اللہ تعالیٰ) کی ہر طرح خدمت اور دلجوئی کریں کہ یہ دینی، معاشرتی اور عقلی فریضہ ہے۔

۵۔ اپنی بہنوں کا خصوصی خیال رکھیں اور ہر ممکن طریقے سے ان کی خدمت اور امداد کریں۔

انہوں نے ہم سب کی اور خاص طور پر میری اتنی خدمت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کی جزا دے سکتا ہے اللہ تعالیٰ تم سب کو بھاگ لگائے۔

۶۔ اپنی دونوں بہنوں، گھر والوں اور عزیزہ عائشہ کو پابند کریں کہ وہ میرے پاس آ کر روئیں نہیں۔

۷۔ میری قبر کے پاس اگر قرآن پاک پڑھنے والے بچوں کا مدرسہ ہو تو امید ہے کہ مجھے راحت رہے گی۔

۸۔ لالہ زار۔ رائے ونڈ روڈ ۱۶+۱۶ مرلے کے دو پلاٹ لیے ہیں ایک پر مکان تعمیر کیا

ہے۔اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے۔ورنہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔جن جن حضرات نے اس میں تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے،مکان والا پلاٹ میرے اور ممتاز احمد سدیدی کے نام اور دوسرا پلاٹ عزیزم مشتاق احمد اور نثار احمد قادری کے نام ہے،

ہوا یہ کہ مولانا محمد اسلم شہزاد صاحب نے فون پر پوچھا کہ کس کے نام پر رجسٹری کروائی جائے، پھر ان کے مشورے ہی سے مذکورہ بالا ناموں پر رجسٹری ہوئی۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ دونوں پلاٹ میری ملکیت ہیں اور میرے تینوں بیٹوں اور دونوں بیٹیوں اور ان کی والدہ کے ہیں۔(یعنی میرے بعد) اسی طرح مکتبہ قادریہ اور اب مکتبہ رضویہ بھی میرے بعد میری اہلیہ اور اولاد میں حسب حکم شریعت مبارکہ تقسیم کیا جائے۔

۹۔ عزیزم ممتاز احمد سدیدی،عزیزم مشتاق احمد قادری،عزیزم حافظ نثار احمد قادری ہر طرح علمی اور عملی ترقی حاصل کریں۔باہمی اتفاق اور تعاون سے کام لیں اور مکتبہ قادریہ کو ترقی دے کر بامِ عروج تک پہنچائیں۔اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم شامل حال فرمائے یہ ادارہ دین متین،مسلک اہل سنت کی بے مثال خدمات انجام دے سکتا ہے۔

۱۰۔ راقم کی تحریرات کو شائع کرتے رہیں یہ اچھا صدقہ جاریہ ہے،وقد قیل:

ذکر الفتی عمره الثانی

فقیر کے پروگرام کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے بارے میں آپ نے آگے بڑھایا اور قابل قدر حد تک آگے بڑھایا۔مولائے کریم قبول فرمائے۔اس کے بعد حدیث تفسیر اور تذکرۂ علماء کے سلسلے میں کام آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۰۲-۷-۳۱ محمد عبدالحکیم شرف قادری

افسانۂ دل

علامہ محمد ریاض الدین اشرفی (کراچی)

آہ!......قلب چرنے اور جگر پھٹنے کو تھا، وجود پہ سکتہ طاری ہوا، جس دم خبر سنی کہ خدام کالجبال، آقا اور غمزدوں کا غمخوار مربی دنیا کو خیر آباد کہہ چلا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

میری طرح نہ جانے کتنے دلوں کی تمنا تھی، کہ ہم انہیں اپنے جنازے کا امام بنائیں گے دیکھو، دیکھو تمنا کرنے والوں نے کاندھے پہ، جنازہ اٹھایا ہوا ہے۔ یہ کس کا جنازہ ہے؟ اس کھاٹ پر آج کون براجمان ہے؟ ذرا عزرائیل سے پوچھو کہ آج کس کی روح نکالی ہے؟......کیا خیال نہ آیا کہ اس ایک جان میں کتنی جانیں بسی ہیں؟

؎ واہ اے گلچیں اجل کیا خوب تھی تیری پسند......پھول وہ چنا کہ سارا گلستاں ویران کر دیا

آہ! صد ہا افسوس!......اب پھولوں کو انتظار ہے، مالی کہاں سے آئے گا۔ گلستاں منتظر ہے، مجھے سنوارنے، سجانے والا کہاں سے آئے گا، ریاض (روضۃ کی جمع ہے: باغات) اپنے شاداب پرور کے متلاشی ہیں۔ (مجھے یوں لگتا ہے) ہر سمت، ہر جہت اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا ہے، سیاہ بادل کی گھٹا چھا چکی ہے، منصب تدریس دم رواں بہانے میں مصروف، میدان تدریس ویراں، ویراں نظر آ رہا ہے، دارالافتاء کہیں قفل کا شکار نہ ہو جائے، علماء و مشائخ بھی آج آہ و زاری کر رہے ہیں، ہر ایک اپنی یتیمی کا رونا رو رہا ہے۔ یک ستمبر آج خود کو ایک "ستم بر" ظاہر کرنے کے در پے ہے، دوپہر کے دو بجے، آج موت و حیات کے ۲ پہرے کے دو بجانے لگا ہے۔ آہ! ۲۰۰۷ء کا آج ساتھ چھوٹنے کو ہے۔ عمر کی "۶۳" منزلیں طے کر کے، سنت کی منزل (عمارت) مکمل کرنے کو ہے۔ یہی ہیں وہ شرف ملت، سنیت جس کا ناز اٹھاتی تھی، آج جنازہ اٹھانے کو ہے۔ کل تک قدم بوس تھی آج قبر بوس ہے۔ کل پند و نصائح حاصل کرتی تھی، آج کلام و طعام کا ثواب ایصال کر کے، اپنے رب سے ثواب حاصل کر رہی ہے، یہ سب کیا ہے؟ کل کی چہل پہل، آج ماتم کی شکل میں کیوں۔ کل کے تر و تازہ

پھولوں پہ آج مرجھانے کا عالم کیوں ہے؟ شاید کوئی یہاں سے رخصت ہوا، جس کے دم قدم سے یہ سب بہاریں تھیں۔

الہٰ الہٰ تیرا کیسا انعام تھا، جو ایک مدت تک، مثلِ سحاب ہمیں سیراب کرتا رہا اور آج تو نے ہم سے واپس لے لیا۔ مولیٰ تیرا کیا کرم تھا، جو ساری زندگی موسلا دھار برسنے والی برسات کی مانند، جود و سخا کی بارش کرتا رہا، اور آج تو نے اسے اپنے پاس واپس بلا لیا۔ میرے کریم مالک، میری دانست میں محمد عبدالحکیم، تیری عطائے خاص کا نام ہے، تیری توفیق کی شکل ہے، تیری عنایتوں کی چھل ہے، تیری نوازش کا محسوس وجود ہے، مولیٰ میرا کامل یقین ہے، محمد عبدالحکیم تیرے احسان کا نام ہے، تیرے فضل، عطا، بخشش، نعمت اور تحفے کا نام ہے، یقیناً تیرے فرمان؛ "کن" (ہوجا) کا مظہر ہے، مولیٰ! مان لیا، وہ تیرا تھا، تیرا بنا رہا، اور آخر تیری طرف ہولیا، مولا! تو دیکھ رہا ہے، آج لوگ اجرِ غیرِ ممنون (نہ ختم ہونے والے اجر) کے مستحق کے جنازے میں شامل ہو رہے ہیں، آج دربارِ دربار "حضرت داتا علی ہجویری" بھی سوگوار نظر آ رہا ہے۔ یا اللہ! یا اللہ! تیری شان یہ ہے، تو ہمیشہ تھوڑے کے بدلے زیادہ عطا فرماتا ہے؛

"مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (وہ شخص، جس نے ایک نیکی کمائی، وہ اس کی مثل، دس کا ثواب پائے گا) تیرا فرمان عظمت نشان ہے، جس کا مفہوم، اس وقت ہماری فہموں میں سمایا ہوا ہے، آج بھی تجھ سے یہی امید اور التجاء ہے مولیٰ! تو ہمارے شرف ملت کو اپنی تجلیات کا دیدار عطا فرما! الٰہی! تیرے ہر فرمان کی طرح، یہ بھی برحق ہے؛ اناللہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)

تیرے رخِ زیبا کو سلام، تیرے وجودِ شرف کو سلام! تیری ایک ایک کروٹ کو سلام! تیری حسین سیرت کو سلام!

بس ایک آخری التجاء تیری بارگاہ میں ہے کہ کل کی طرح آئندہ بھی ہماری دستگیری فرماتے رہنا۔

founders of Islamic schools of learning; others are senior teachers and lecturers at Islamic Universities and tens of thousands of disciples and devotees. This is my story of joy and sadness both of which came to me at once, and there are many other accounts too, but this one is the personal account of a child who lost his father.

May Allah have mercy on him and be pleased with him, reward him on behalf of the Deen and the Umma the best of rewards, and give his family, students and murideen patience in this tremendously painful time, Ameen.

Please recite fatiha for Hazrat every time you read this account.

Mumtaz received his PhD from al-Azhar on the Arabic poetry of Mouwlana Fadhl al-Haq al-Khayrabadi and his services in Arabic literature.

Hazrat passed away to the mercy of his Lord on Saturday 1st September, 19th Sha`ban 1428h, at 2pm at his home in Lahore. His funeral took place the same night at Daata Darbar at 10pm, filled by scholars and students of the Sacred Deen who traveled from different parts of the subcontinent upon hearing the sudden demise, and was buried besides his home, in Lalah Zaar Phase 2, Thouwkar Lahore, at midnight. The area of land in which Hazrat is buried in was the area on which Hazrat was intending to establish a Madrasah. It was recently agreed by the Ulama and Hazrat's sons that Hazrat's shrine will be situated in the new building of the Madrasah.

Hazrat's second son, my beloved brother `Allamah Mushtaq Ahmad informed me two days after the funeral prayer that Hazrat had indirectly informed them of his demise recently. He said "we wanted to fix the date of Nisaar Ahmad's wedding (the youngest son who takes care of the Maktabah Qadiriya) as soon as possible after Ramadhan. We insisted that the marriage should be finalised for Sunday 21st of October, a week after Eid. Hazrat also stressed that the marriage must take place as soon as possible but continually denounced this date and told us we will not be celebrating on that date!" Allahu Akbar! Now, Hazrat's fatihah and major Khatm is fixed on this date.
Hazrat `Abdul Hakim Sharaf Qadiri has left behind tens of thousands of students, some of whom are

Masarrat" and Urdu translation of `Allamah Fadh al-Haq's Persian text "Tahqeeq al-Fatwa" in refutation of Shah Ismail, are three other notable works.
Hazrat's interests in Hadith transmissions increased in the latter part of his life. It seems that this change occurred after his first visit to Egypt when over one hundred Ulama and students took Ijazas from him.
Among his other writings, Hazrat's major concern in authoring was highlighting the blameworthy acts and practices that had creped into the Minbars, prayer mats and sermons of the Ahl al-Sunnah. He warned of narrating extremely weak and fabricated reports in Miraj and Mawlid talks, and stressed that people had lost adab with Allah Most High in their worship, Duas and sermons. His excellent and late work on this topic is "khuda kuw yaad kar piyarey" three quarters of which he himself recited to me.
Hazrat was also excellent in reading manuscripts and indexing classical books
`Allamah `Abdul Hakim Sharaf Qadiri met several Arab Ulama. In his last visit to the Haramayn during the first days of Ramadhan 2006, he met with Shaykh Muhammad `Awwama, Sayyid Malik al-`Arabi Sanusi and many other Ulama. In his earlier travels, he visited Sayyid Muhammad `Alawi Maliki Makki at his home in Makka for the first time where Hazrat delivered a khutba at a Mawlid. Sayyid Muhammad `Alawi had great love for Hazrat and met him in Jamia Na`eemiya when he went to Lahore and thirdly in Karachi

`Allamah `Abdul Hakim Sharaf Qadiri travelled to Egypt twice to meet the Ulama of Azhar the last of the two journeys was in 2004 when his elder son Dr

بر دو آمد بنده بکر یخته
آبروي خود بعصيان ريخته
(by Shaykh `Attar)

And other couplets:

صد كتاب وصد ورق در نار كن
روي دل را جانب دلدار كن

در كنز و هدايه نتوان يافت خدارا
در صفحهء دل بين كه كتابي به ازين نسيت

آئينهء سكندر جام جم است بنگر
تابر تو عرصه كردند احوال ملك دارا

May Allah Ta`la reward him for His love, affection, and charity and join us with him in the company of Rasulullah in the hereafter, upon him be peace and blessings.

Hazrat is the author of numerous books. His commentary on "al-Mirqat" in the principles of Mantiq (Logic) is renowned in student and scholarly circles. Hazrat informed me that he was recently working on three things, a translation of the Qur`an in Urdu that was different to other translations as it disclosed all pronouns by mentioning the subjects in brackets, a commentary on the Divine names of Allah and he was using a rare epistle on the topic by the great Indian Muhadith who died at sea Muhammad Irtidha `Ali Khan al-Safawi2, and a commentary on Sahih al-Bukhari.

Hazrat's translation of Imam Fakhrudin Razi's exegesis on the Noble Quran titled "al-Tafsir al Kabir", translation of `Allamah Mahdi al-Fasi's Persian commentary on Dala'il al-Khayrat titled "Matali` al-



the mother books of Hadith. Hazrat was an Uslui (methodologist), Mutakallim (theologian), Faqih (jurist), Muhadith (master of Hadith) and Mufassir (Master of Quranic Exegesis) of the top rank. After having taught for approximately forty years, he secluded himself in his home where he rested his tired and ill body and occupied all of his time in `Ibadah, Dhikr, and writing when he was well. Hazrat was a persistent reader of Dala'il al-Khayrat since the time his Murshid; Sayyid Abul Barakat Ahmad Qadiri gave him permission and the Noble Qur'an on a daily basis. His spirituality increased immensely in the latter part of his life due to these reasons and therefore would sit singing Persian couplets of vast meanings compromising remorse and turning to Allah, humility and shame before Allah, munajat such as the following verses which Hazrat jotted down in my personal diary in his handwriting

عاجزي وانكسار آورده ام
بار عصيان بي شمار آورده ام
هم دو جيز آورده ام در بارگاه
مو سپيد و رو سيه آورده ام
عفو تقصيرات خواهم اي معين
از طفيل رحمة للعلمين
از طفيل أنبياء وأولياء
از طفيل اسم رَبّ العلمين
(by Mouwlana Jami)

بادشاها جرم مارا در گزار
ما گنهكاريم و تو آمر زكار
تو نكاري وما بد كر ده ايم
جرم بي اندازه بي حد كرده ايم

repeated "I will take Munawwar Chachu to Madina with me" (chachu is an affectionate way of saying uncle in Urdu) Hazrat continued smiling and made Dua for the acceptance of this word. On my numerous visits to his home, or via telephone, Hazrat reminded me of the words of Aisha.

Before making dhikr, Hazrat gave me the following nasiha, "the Ulama must master three things:

1. Oratory and publics sermons; this is important so that they can enjoin people in Good and Forbid Evil. But, words will diffuse into thin air and they have a short term effect on the laymen.

2. Authoring and writing; they must not ignore this important area of their duty. Words that are lost in thin air during sermons can be preserved by ink in books.

3. Dhikr and spirituality; the Ulama of the outward sciences usually ignore this aspect and remain in the conflicts of qeela wa qaal. Your realisation and proximity with Allah is the goal of your knowledge. You must practice Dhikr to bring life to the secrets hidden in your chest (referring to the Lata'if; Qalb, Ruh, Sirr, Khafi & Akhafa) when they are awake, then the entire creation attaches to you, and you attach to the throne in the realm of Light. Do you not ponder how many years it has been since Daata `Ali Hujwayri's demise? But his shrine is attended all day and night, even the pigeons live on its roof, it is because his Lata'if are alive and are very powerful due to immense practice of Dhikr".

Hazrat was a teacher of the rational arts such as Hikma with all of its subsidiary sciences, Mantiq, modern philosophy, and later he abandoned its teaching and diverted his attention towards teaching

5

المشايخ الكبار وتفصيل أسانيدهم مسطور في الجواهر الغالية من الأسانيد
العالية، والله الموفق.
وأوصيه باتباع ما جاء به سيدنا ومولانا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم
وجرى به السلف الصالح رحمهم الله تعالى
وكتبه محمد عبد الحكيم شرف القادري
المقيم بمدينة لاهور باكستان

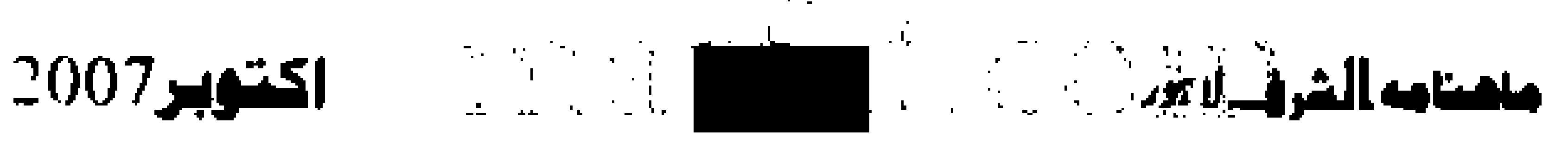
Hazrat said: "Subhanllah! Loot at this amazing incident!" thereafter he taught me a wazifa to meet Rasulullah upon him be peace and blessings, which he received from Muhadith-e-Azam Pakistan Mouwlana Sardar Ahmad rahmatullahi alayh.

Allah Allah! This was Hazrat's love for his servant.

I visited Hazrat on the 8th of Jamadi al-Uwla 1427h at his home, he gifted me his newly released book titled "Muqaddimaat-e-Rizwiyyah" collated by Mouwlana Abdusattar Tahir Mas'udi in which the latter collected all of Hazrat's forwards written to books pertaining to the great Imam of India; Imam Ahmad Raza Khan. I remember Hazrat was extremely joyful on that day and took me through it smiling, may Allah shower mercy on his grave.

إهداء إلى العالم الناشئ والولد الذي نحسبه صالحا والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا، إلى ابننا العزيز مولانا محمد منور عتيق الرضوي سخره الله لرفع راية الإسلام عالية خفاقة .وأنا الفقير إلى ربه الغني محمد عبد الحكيم شرف القادري لاهور باكستان 8 .من جمادي الأولى 1427هـ

Hazrat loved his students equally to his sons. He considered them his spiritual progeny and honoured them, illustrated kindness towards them and always offered them Nasihah. Once Hazrat came into the room around Zuhr time smiling and said "Aisha says something" Aisha is Hazrat's grand daughter, the child of Dr Mumtaz the eldest son, and then called her and told her to repeat what she said. Aisha in a shy tone



peers. He was an embodiment of Sunna and Taqwa. Hazrat never complained about dunya and lived a simple life, though he could have enjoyed the luxuries of this life if he desired. I was told by an authentic source that Hazrat and his family spent over 20 years in a small 2 bedroom flat provided by Jamia Nizamiya when he taught there up until 2001!

Hazrat is the teacher of both of my teachers, `Allamah Rasul Bakhsh Sa`eedi (founder of Madrasa Faizan-e-Rasul, Birmingham) from whom I took Sarf, Nahw, Adab, Usul al-Fiqh, Fiqh, Usul al-Hadith, Hadith, Tafsir, Mantiq, and Mufti Yar Muhammad Qadiri (senior teacher at Hazrat Sultan Bahu Trust, Birmingham) with whom I studied major books in Tafsir, Balagah, Fiqh, Aqa'id, Usul al-Fiqh, Falsafah and Mantiq.

As for Ijaza in Hadith and the entire Islamic sciences, I asked Hazrat to kindly present it to me so I can be connected to the great luminaries of the Ahl al-Sunnah through him, so he offered it to me and wrote "the pious son Muhammad Monawwar Ateeq Rizwi may Allah- Most Blessed and Elevated- employ him to spread the propagation of Islam" and this was a day before I received Khilafat from him on 2nd Rabi` al-Awwal 1427h. This Ijaza is numbered 937.

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد

فقد وكلت أخي الفاضل منور عتيق حفظه الله تعالى أن يعطي عني إجازة رواية الحديث الشريف والعلوم الدينية من هو أهله من العلماء كما أجازني به

3

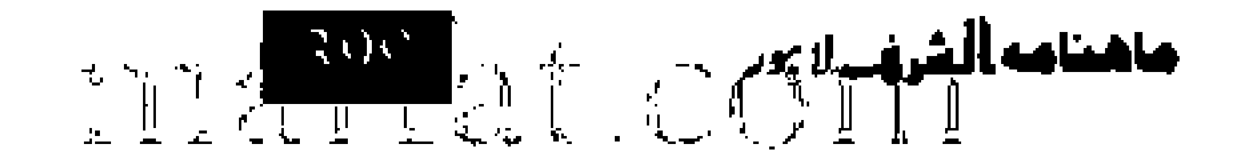
`Abdurahman Kattani of Morocco, the Mufti of Egypt Muhammad `Ali Jum`ah, Sayyid Muhammad `Alawi Maliki, Shaykh Fadhl al-Rahman Madani, Mufti Hassan bin Muhammad al-Ghumari, Sayyid Malik al-`Arabi al-Sanusi al-Madani, Shaykh Muhammad `Ali Murad Shami al-Madani, `Allamah Shareef al-Haq Amjadi, Mufti Akhtar Raza Khan al-Azhari, Sayyid Ahmad Sa`eed Kazimi, Muhadith-e-Kabir Dhiya al-Mustafa Qadiri, `Allamah `Abdul Haq Bandyalawi and others.

Sayyid Abul Barakat Ahmad became the Spiritual Mentor (Murshid) of Hazrat Sharaf and many other Shuyukh also gave him khilafat in various Sufi pathways among them are: `Allamah Rayhan Raza who received it from Hujjat al-Islam Hamid Raza and Mufti-e-Azam Hind Mustafa Raza Khan both of whom received it from their father and from Sayyid Ahmad Nuri Barakati. Shaykh Fadhl al-Rahman Madani son of Qutb-e-Madina Dhiya al-Din Madani gave Hazrat Ijaza in his father's silsilah. Among the others are: Sayyid Mas`ud Ahmad Rizwi, Sayyid Muhammad Ameen Miya Barakati, Sayyid Ahmad `Ali Rizwi, Sayyid Ahmad Ashraf Ashrafi Geelani, Khawajah Muhammad Sadiq of Gulhar Kotli, `Allamah Shareef al-Haq Amjadi, Sayyid Muratib Shah and Sayyid Na'eem Ashraf.

Sayyid Hamdullah Jaan Afgani, a skilled teacher of Arabic grammar who taught at Data Darbar for eighteen years, informed Hazrat Sharaf Sahib Rahmatullahi alayh that Mouwlana Muhammad Jaan Sabir of Deerah Ismail Khan used to study Hadith under Sayyid Abul Barakat Ahmad.

His knowledge combined with practice and humbleness made him shine out from among his

2



My Time In the Blessed **Company of**

The King of Gnostics

`Allamah `Abdul Hakim Sharaf Qadiri **(RA)**

By Monawwar Ateeq

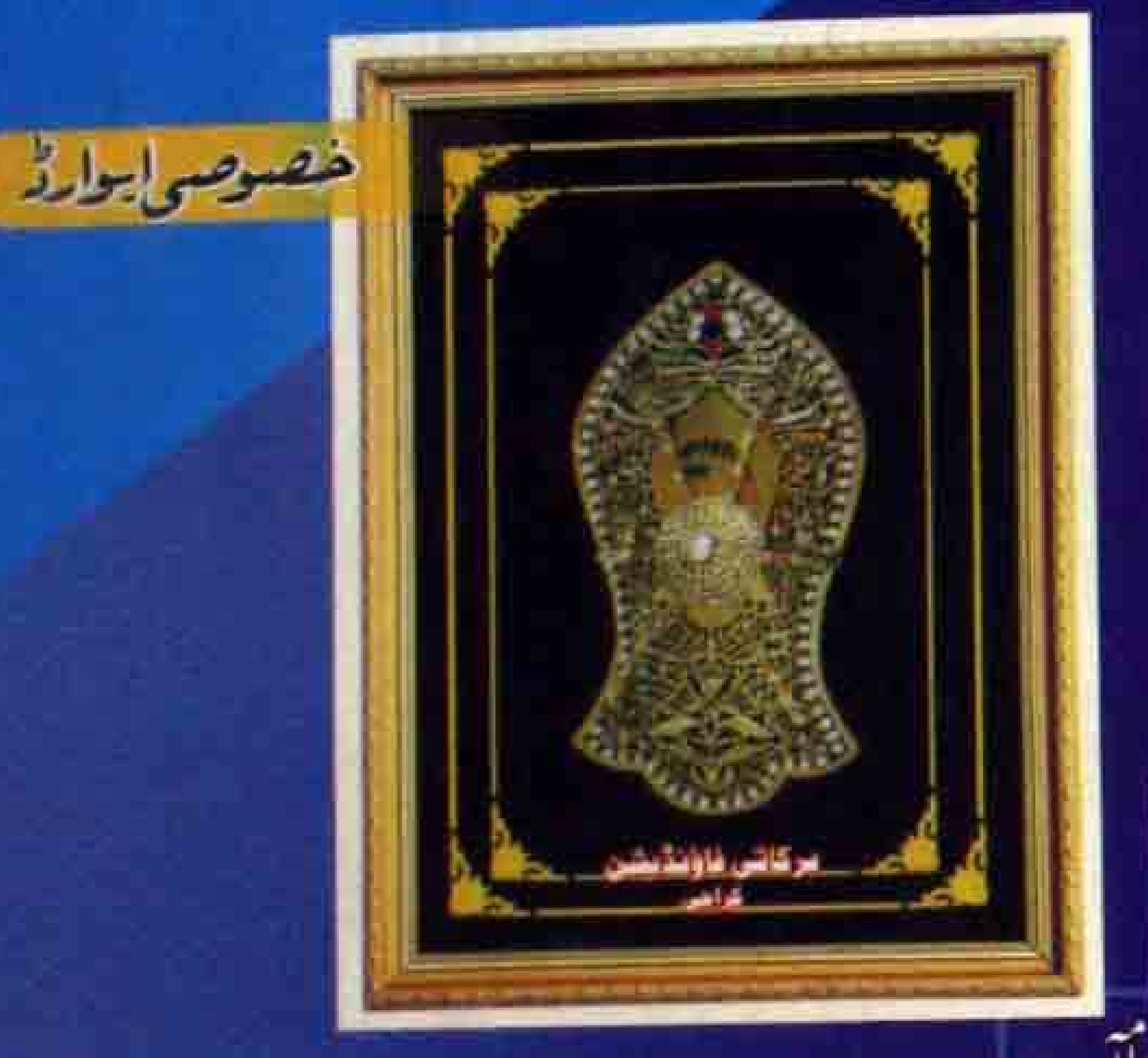
HAZRAT `Allamah `Abdul Hakim Sharaf Qadiri (Rahmatullahi alayh) was born in Mirzapur in the home of Mouwlana Allah Ditta on 24th Sha'ban 1363h (13th August 1944). His family migrated to Lahore whilst he was a child and he started his primary education there. He thereafter studied under the leading Ulama of his era among them were Muhadith-e-Azam Pakistan Mouwlana Sardar Ahmad Qadiri, the spiritual mentor of his mother, `Allamah Gulam Rasool Rizwi commentator of Sahih Bukhari, Mufti-e-Azam Pakistan Sayyid Abul Barakat Ahmad Qadiri son of Sayyid Deedar `Ali Shah Alwari, Mufti `Abdul Qayyum Hazarawi ex-President of Jamia Nizamiya, and Ustaadh al-Ulama `Allamah `Ata Muhammad Bandyalawi1, senior teacher at Jami Mazhariya Bandyal. He surpassed his peers in combining between the inner and outer sciences and was renowned for his mastery in the rational sciences (ma`quwlat). Among his living peers are `Allamah `Ali Ahmad Sidehlwi the Musnid of Lahore and `Allamah Gulam Rasool Sa`eedi the Muhadith of Karachi, who studied Jami` Tirmidhi together with him at Jamia Mazhariya Bandyal.

Hazrat was also a Muhadith and had a lot of interest in the chains of Hadith. He narrates from the abovementioned scholars and from Sayyid

---

1





شیخ الحدیث علامہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری کو دیے جانے والے

گولڈ میڈلز و ایوارڈ



جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور



برکاتی فاؤنڈیشن
کراچی



ادارہ تحقیقات
امام احمد رضا
کراچی
1991ء



صفہ فاؤنڈیشن لاہور
(ایک لاکھ روپے کا چیک)
2005ء